

امام بیہقی کی کتاب حیات الانبیاء کی مثالی شرح

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشم عالم سے چھپ جائے واللہ
(ابن کثیر)



زندانِ جہنم والہ

تصنیف

مناظر اسلام علامہ مفتی محمد عباس صاحب رضوی

کتاب خانہ امام احمد رضا

امام بیہقی کی کتاب حیات الانبیاء کی مثالی شرح

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

زینۃ العجین والیہ

تصنیف

مناظرہ کلام عظامہ مفتی محمد عباس عاصم رضوی

کتاب خانہ امام احمد رضا
0313-8222336
0321-4716086

داتا دربار کتب خانہ لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ————— آپ زندہ مکین واللہ

تصنیف ————— منظر اسلام علامہ مفتی محمد عباسی رضوی

صفحات ————— 432

قیمت ————— 350 روپے

ملنے کا پتہ

جامع مسجد خوشبوئے مصطفیٰ علیہ السلام کوٹ قاضی حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ

048-6691763

مکتبہ مجاہد بھیرہ شریف

0333-4264487

مکتبہ الفرقان گوجرانوالہ

055-4237699

مکتبہ قادریہ گوجرانوالہ

051-5536111

اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی

0323-7210125

معراج کتب خانہ ملتان

0308-4551988

مکتبہ چشتیہ خانقاہ ڈوگراں

0331-2476512

مکتبہ حسان کراچی

0321-3531922

مکتبہ برکات المدینہ کراچی

021-32216464

مکتبہ رضویہ کراچی

0315-8269125

مکتبہ کنز الایمان کراچی

0321-7083119

مکتبہ غوثیہ عطاریہ ادکارہ

0331-6553526

مکتبہ عطاریہ گوجرہ

0311-3682626

مکتبہ فیضان عطاریہ حیدر آباد

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زیر مطالعہ کتاب سند احمد ثین امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مختصر و جامع رسالہ ”حیۃ الانبیاء“ کی نہایت تحقیقی شرح ہے، امام بیہقی نے اکیس احادیث سے عقیدہ حیات انبیاء کو مبرہن فرمایا تھا۔ شارح علام محدث کبیر حضرت مولانا مفتی محمد عباس صاحب قبلہ رضوی نے ہر حدیث کی ایسی تشریح فرمائی ہے کہ ان تمام مباحث کو پڑھ کر بے ساختہ زبان پر ”سبحان اللہ“ اور ”ما شاء اللہ“ کے کلمات جاری ہو گئے۔ شرح کا انداز یہ ہے کہ امام بیہقی کے رسالہ سے ایک حدیث نقل فرما کر اس کا ترجمہ کرتے ہیں، پھر ادویان حدیث کی جرح و تعدیل کے تعلق سے مکمل وضاحت، حدیث مذکور کی تخریج، محدثین کے یہاں اس حدیث کا مقام، اس ضمن میں سیکڑوں محدثین و ائمہ فن کے اقوال سے صحت و حسن کی نشاندہی، غرض کہ علم حدیث سے متعلق علوم و فنون کے ذریعہ حسب ضرورت سیر حاصل گفتگو فرماتے ہیں۔ ان تمام مباحث کے پیش نظریہ کہنا بالکل حق ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر حرف آخر ہے۔

اب سے تقریباً تین سال قبل علامہ موصوف نے اس خاکسار کو بولٹن (انگلینڈ) سے فون پر بتایا تھا کہ میں نے ”حیلۃ الانبیاء“ کی شرح لکھی ہے، چونکہ مجھے اس موضوع پر کچھ لکھنا تھا لہذا میں نے فوراً گزارش کی کہ یہ کتاب مجھے ضرور ارسال فرمائیں، آپ نے کرم فرمایا اور آپ کی دیگر تصانیف کے ساتھ یہ کتاب مخدوم ذی وقار حضور امین ملت دام ظلہم الاقدس زیب سجادہ خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے مبارک ہاتھوں سے مجھے ملی۔

کتاب پڑھ کر میری مسرت کی انتہا نہ رہی اور میں نے ”امام احمد رضا اکیڈمی“ کی

جانب سے اس کی طباعت و اشاعت کا عزم کر لیا۔

اس درمیان مجھے حج و زیارت کی سعادت حاصل ہوئی اور حسن اتفاق کہ حرم محترم مکہ مکرمہ ”زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً“ میں محدث کبیر حضرت مفتی صاحب قبلہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، یہ ملاقات میرے لئے بے حد مسرت کا باعث بلکہ بہت سی برکات کا سبب بنی، اس دوران اس کتاب کی اشاعت کا ذکر بھی آیا، میں نے عرض کیا کہ اس کی ڈی، ڈی، مل جائے تو آسانی رہے گی ورنہ کتابت دوبارہ کرائی ہوگی، کیونکہ اس کی سیٹنگ ناقص ہے، ہر صفحہ میں سطریں آگے پیچھے ہیں۔ آخر کار کتابت دوبارہ کرائی گئی اور دو مرتبہ میں نے خود اس کی پروف ریڈنگ کی، رسالہ ”حیۃ الانبیاء“ شروع میں لگا دیا اور ہر حدیث کو علیحدہ لکھ کر حد قائم کر دی، پھر اس کے بعد حدیث کا ترجمہ اور شرح کے مضامین لکھے گئے، اور نمبر دار ہر حدیث میں یہ ہی طرز اپنایا گیا ہے۔

شارح علام نے اس کتاب کی تصنیف میں کس قدر محنت فرمائی ہے اس کا اندازہ قارئین اس سے لگا سکتے ہیں کہ مآخذ و مراجع کی فہرست میں تین سو اکتالیس (۳۲۱) کتابوں کے نام ہیں جو آپ کے زیر مطالعہ رہیں۔

مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کا سایہ ہم سب اہل سنت و جماعت پر صحت و سلامتی کے ساتھ تادیر قائم رہے اور آپ کے علمی و دینی فیوض و برکات سے اہل ایمان مستفیض ہوتے رہیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

۲۲ رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ

بروز چہار شنبہ

عرض مصنف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زمانہ طالب علمی میں حضرت امام بیہقی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک مختصر اور جامع رسالہ حیات الانبیاء علیہم السلام پڑھ کی دلی مسرت ہوئی اور بعض احباب کے حکم پر اس کی مختصری شرح لکھ دی۔ اس کے بعد دیگر مصروفیات میں ایسا کھویا کہ اس کی طرف توجہ نہ دے سکا۔ اب جبکہ دوبارہ بعض احباب کے فرمانے پر اس کی اشاعت کی طرف توجہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس میں بہت ساری جگہوں پر تفصیل اور ترمیم کی ضرورت ہے۔ لہذا اس پر جب نظر ثانی شروع کی تو مضمون توقع کے بالکل برعکس طویل سے طویل تر ہوتا چلا گیا اور بالآخر اس مضمون کو پہلی جلد کے نام سے شائع کرنا مناسب سمجھا گیا۔ اس کتاب میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ مضمون تحقیقی ہو اور زبان عام فہم اور نرم رہے۔ میری یہ بھی کوشش رہی ہے کہ مسئلہ حیات الانبیاء کو دیگر مسائل یعنی سماع موتی حیات شہداء اولیاء اور رد روح وغیرہ سے گڈ مڈ نہ کیا جائے حالانکہ ان مسائل کو نفس مسئلہ کے ساتھ بڑی مناسبت ہے اور اپنی دانست پر منکرین و معاندین کی طرف سے جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں ان کے جوابات عقلی و نقلی لحاظ سے دیئے گئے ہیں۔ میں اپنی ان کوششوں میں کہاں تک کامیاب ہو سکا ہوں اس کا فیصلہ تو قارئین حضرات ہی کریں گے، میری التجا صرف یہ ہے کہ حضرات علماء کرام جہاں کہیں اس کتاب میں کوئی علمی غلطی یا تسامح ملاحظہ فرمائیں میری راہنمائی فرما کر مشکور ہوں۔

اس کتاب کے اس حصہ میں صرف اپنے دلائل اور ان پر اعتراضات یا شبہات کے جوابات کا مدلل بیان کیا گیا ہے اور منکرین حیات الانبیاء کے دلائل کو قصداً نظر انداز کر دیا گیا ہے، اگر اللہ نے توفیق عنایت فرمائی تو اس پر دوسری جلد میں کلام کیا جائے گا۔

اب جبکہ اس کتاب کی پہلی جلد مکمل ہو چکی ہے تو بڑی ناشکری کی بات ہوگی، اگر ان مشفق ہستیوں اور تعاون کرنے والے حضرات کا ذکر نہ کیا جائے کہ جن کی دعاؤں اور کوششوں سے میں اس مقام تک پہنچ سکا۔ سب سے زیادہ میرے شکریہ کے مستحق میرے آقائے نعمت سیدی وسندی حضرت علامہ مولانا الحاج ابو داؤد محمد صادق صاحب امیر جماعت رضائے مصطفیٰ ہیں کہ جن کے فیض و نظر کرم

کے صدقے میں آج اس مقام پر کھڑا ہوں کہ جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کروں کم ہے۔ آپ کے بعد حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور کہ جنہوں نے قدم قدم پر میری حوصلہ افزائی فرمائی اور وقتاً فوقتاً اپنا قیمتی وقت نکال کر میری راہنمائی فرماتے رہے۔

اور حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب مہتمم جامعہ نظامیہ لاہور اور حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ لاہور اور حضرت مولانا علامہ ابوالبلیان محمد سعید احمد مجددی صاحب گوجرانوالہ کا بھی جتنا شکریہ ادا کروں کم ہے کہ جنہوں نے اس سلسلہ میں میرے ساتھ بہت شفقتیں فرمائیں اور میرے ساتھ بڑا تعاون فرمایا بالخصوص حضرت علامہ مفتی محمد رضاء المصطفیٰ ظریف القادری اور حضرت علامہ مولانا نور الحسن تنویر چشتی بھیروی صاحب اللہ تعالیٰ ان کے علوم و فیوض سے مجھے مزید بہرہ مند فرمائے۔ (آمین) ان کے ساتھ ساتھ اپنے ان دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے محروم نہ رکھا۔ بالخصوص حضرت مولانا علامہ غلام مصطفیٰ حنیف صاحب مدرس جامعہ امینیہ گوجرانوالہ، حضرت علامہ پروفیسر حسین ساقی، علامہ محمد رفیق احمد مجددی، مولانا محمد سرور قادری صاحب گوندالانوالہ اور حضرت مولانا سجاد حسین حنیف وغیرہم۔

اس کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں سب سے زیادہ جو دوست فکر مند تھے اور انہوں نے مالی تعاون کے سلسلہ میں بڑا کام کیا وہ ہیں ہمارے نہایت ہی عزیز دوست جناب محمد ارشد قادری صاحب کہ ان کی وساطت سے جناب عبدالرحمن صاحب ڈارمون سٹیل ٹریڈرز گوندالانولہ روڈ گوجرانوالہ نے سب سے زیادہ مالی تعاون فرمایا ان کے ساتھ ساتھ حافظ محمد اقبال اس کار میں شامل ہیں اور میں جناب شفیق شہزاد ایم، اے صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے کتاب اور مراجع و ماخذ کی فہرست میں میرے ساتھ بڑی محنت فرمائی اور ان کے علاوہ جتنے بھی دوست احباب کہ جنہوں نے میرے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون فرمایا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو دنیا و آخرت میں عزت عطا فرمائے۔ تمام حضرات سے التماس ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر میرے والد صاحب مرحوم کہ جو اس کتاب کی تصنیف کے دوران مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے کی بخشش کے لئے دعا فرمائیں اور ان کے ساتھ ساتھ ان کے والدین کی مغفرت کے لئے بھی دعا فرمائیں۔

محمد عباس رضوی

محرم ۱۴۱۹ھ

شیخ الاتقیاء نمونۃ السلف، حجتہ الخلف، مجاہد حق گو صادق الاقوال والاحوال
محزون محاسن الاخلاق نباض قوم پاسبان مسلک رضا

حضرت مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب دامت برکاتہم العالیہ
امیر جماعت رضائے مصطفیٰ پاکستان (گوجرانوالہ)
بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہ و صحبہ اجمعین .
اما بعد: حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات بعد الوصال خصوصاً حضور پر نور ﷺ
کا حیات حقیقی زندہ ہونا اجماعی و اتفاقی عقیدہ مبارکہ ہے جس پر اکابر علمائے امت و بزرگان
دین کی بکثرت متفرق تصریحات کے علاوہ مستقل تصانیف شاہد عدل ہیں، مگر منکرین شان
رسالت نجدی و ہابی ٹولہ بالخصوص دیوبندیوں کی مماتی پارٹی حیات نبوی ﷺ کی شدید گستاخ
و باغی ہے، ایسے ہی بد مذہبوں اور بے دینوں پر اتمام حجت اور اہل ایمان کے عقائد حقہ کے تحفظ
کے لئے عزیز فاضل مولانا علامہ محمد عباس رضوی زید عمرہ و علمہ نے بڑی محنت شاقہ کے ساتھ اپنی
یہ کتاب تصنیف فرمائی ہے جو علمی و تحقیقی خزانہ اور دلائل و براہین کا ذخیرہ اور ماشاء اللہ مصنف کے
علم و فضل اور ان کے تبحر علمی و وسیع النظری کا منہ بولتا ثبوت ہے اور خود فاضل مصنف کی آخرت
کے لئے بہت بڑا سرمایہ ہے جو عوام و خواص اور خود منکرین کے لئے بہت معلومات افزا ہے۔ مو
لی تعالیٰ بوسیلة مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء مناظر اہلسنت مولانا محمد عباس رضوی کی اس عظیم دینی
خدمت کو قبول فرمائے اور انہیں خدمت دین و تحفظ شان رسالت اور اہل سنت کی پاسداری مزید
توفیق بخشے اور تادیر سلامت باکرامت رکھے۔ آمین ثم آمین

ابوداؤد محمد صادق

تقریظ

بحر العلوم، المحدث اکاٹل، المحقق النبیل صاحب الرائے الصائب جامع العلوم
النقلیہ والفنون العقلیہ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب مدظلہ العالی
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ ازلی ابدی حی و قیوم ہے وہ ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گا۔ اس
کی صفات بھی ازلی و ابدی ہیں۔ اس کی ذات و صفات کے علاوہ جو بھی موجود ہوا اسے اپنے مقرر
وقت پر موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ موت کے بعد روح تو ہر کسی کی زندہ رہتی ہے خواہ وہ مومن ہو یا
کافر، لیکن شہداء کی زندگی اور انہیں رزق کا ملنا نص قطعی سے ثابت ہے۔ انبیائے کرام کی حیات تو
ان سے بھی بلند و بالا ہے کیونکہ شہداء کو یہ مقام انبیائے کرام علیہم السلام کے صدقے میں اور ان
کی پیروی کی بدولت ملا ہے تو کیا انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یہ مقام نہیں ملے گا؟
شہید باوجودیکہ زندہ ہے، لیکن اس پر اموات کے بعض احکام جاری ہوتے ہیں مثلاً
اس کی بیوی عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، اس کا ترکہ تقسیم کیا جاتا ہے۔ جبکہ ہمارے
آقا و مولا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نہ تو ترکہ تقسیم کیا گیا اور نہ ہی آپ کی ازواج
مظہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لئے زندگی بھر کسی سے نکاح کرنا جائز تھا، ماننا پڑے گا کہ آپ
کی حیات مبارکہ شہداء سے بھی ماعلیٰ و ارفع ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے یہ دلیل کتنے عمدہ پیرائے میں بیان کی ہے؟ فرماتے ہیں:

اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے

یہ ہیں حی ابدی ان کو رضا صدق وعدہ کی قضا مانی ہے

تمام انبیائے کرام خصوصاً حبیب کردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زندگی
پر امت مسلمہ کا اجماع رہا ہے جسے آپ پیش نظر کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ البتہ ماضی
قریب میں کچھ لوگوں نے اس مسئلے کو بھی اختلافی بنا دیا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف

منسوب کر کے یہاں تک کہہ دیا کہ ”میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں“ حالانکہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے۔

نامور محدث امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مختصر رسالہ ”حیۃ الانبیاء“ لکھا جس میں پیش کردہ حدیثوں سے بعد کے تمام اہل علم استدلال کرتے رہے، نوپیدا منکرین نے ان پر جرح کرنا بھی ضروری سمجھا، ورنہ احادیث کی موجودگی میں ان کی بات سن کر کون فتنے کا شکار ہوتا؟ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے فاضل دوست، مناظر اہلسنت مولانا محمد عباس رضوی حیاہ اللہ تعالیٰ (گوجرانوالہ) کو کہ انہوں نے امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رسالہ مبارکہ کی شرح کا بیڑا اٹھایا اور مبسوط شرح لکھ دی جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس میں انہوں نے امام بیہقی کی پیش کردہ احادیث کے شواہد بھی پیش کئے ہیں اور اس موضوع پر مخالفین کے جتنے اعتراضات سامنے آئے ہیں ان کے اصول حدیث کی روشنی میں محدثانہ انداز میں مسکت جوابات دیئے ہیں۔ کتاب کے سرسری جائزہ سے ان کے مطالعہ کی حیرت انگیز وسعت سامنے آتی ہے اور مخالفین کے بڑے بڑے محدث اور حدیث دانی کا دعویٰ کرنے والے بونے نظر آتے ہیں، وہ ایک ایک حدیث پر بیس پچیس بلکہ بعض اوقات چالیس تک حوالے پیش کر جاتے ہیں۔

اگر میری آواز اہلسنت و جماعت کے زعماء اور ارباب ثروت تک پہنچ کر ان کے دل و ضمیر پر دستک دے سکے تو میں عرض کروں گا کہ مسلک اہلسنت کا درد رکھنے والے ایسے وسیع النظر عدیم النظر فاضل محدث کا تقرر کسی ایسے ادارے میں کیا جائے جہاں وہ اپنا تمام وقت مطالعہ اور تصنیف و تحقیق میں صرف کریں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ وہ اسکول ٹیچر کی حیثیت سے اپنا وقت گزار رہے ہیں اور اپنی ذاتی کوشش سے قائم کردہ حدیث و اصول حدیث اور اسماء رجال کی کتابوں کی عظیم لائبریری میں فارغ اوقات میں مطالعہ و تحقیق میں منہمک رہتے ہیں۔

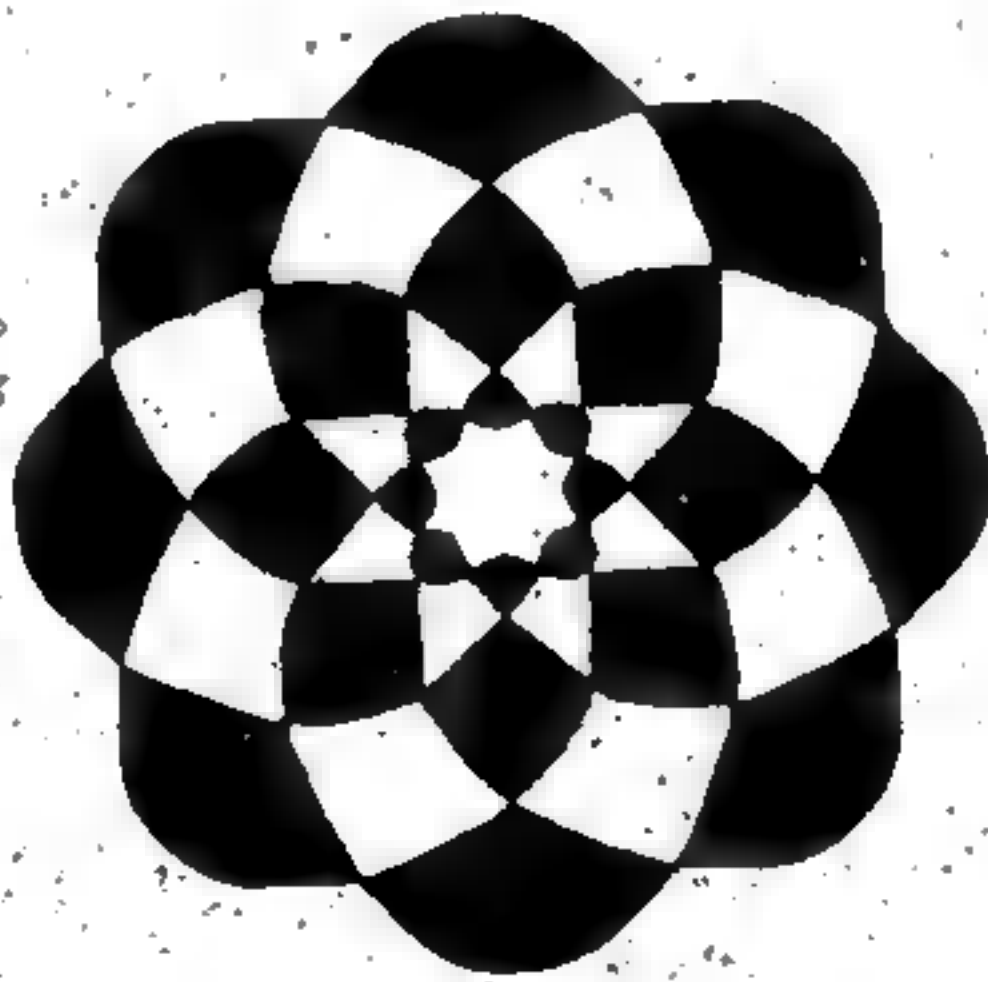
ان کی پیش نظر کتاب اس لائق ہے کہ اس کا عربی میں ترجمہ شائع کیا جائے اور مسلک

اہلسنت کی حقانیت کو عالم آشکار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فاضل علامہ مولانا محمد عباس رضوی اکرمہ اللہ تعالیٰ کے علم، عمر، تحقیق اور لگن میں برکتیں عطا فرمائے اور امت مسلمہ کی طرف سے انہیں اجر جمیل عطا فرمائے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ ۲۷ ستمبر ۱۹۹۶ء



صاحب الفہم الباہر والرشد الزاہر والبصیرۃ التامۃ المملکۃ الراستخۃ فقیہ الامت
مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

چونکہ افعال و تصرفات کا مدار حیات ہے اس لئے جس پایہ کی حیات ہوگی اسی پایہ کے
تصرفات ہوں گے، اللہ تبارک و تعالیٰ کی حیات ازلی ابدی اور من کل الوجوہ کامل ہے، اس لئے
اس کے تصرفات و صفات بھی ازلی اور کامل ہیں جو کہ انسانی عقل و فہم سے ماوراء ہیں جبکہ انسان
اپنے خالق کی معرفت کا مکلف ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے انبیاء علیہم السلام کو اپنی
صفات کاملہ کا مظہر بنایا تا کہ انسان ان مظاہر کے ذریعہ اس کی صفات و تصرفات کاملہ کی معرفت
حاصل کر سکے۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات و تصرفات سے ہی انسان کو اللہ تعالیٰ جل شانہ
کی ذات و صفات کی معرفت ہوئی، جس سے وہ مرتبہ ایمان پر فائز ہوا۔ لہذا ایمان کا تقاضہ ہے
کہ انبیاء علیہم السلام کے مافوق العادت تصرفات کو دیکھ کر ان کی حیات مبارکہ کو بھی مافوق
العادت تصور کرنے۔ ایسی حقیقت کے پیش نظر اسلاف امت انبیاء علیہم السلام کی حیات کے
متجسس ہوئے اور اس حقیقت پر متفق ہوئے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات عام انسانوں کی حیات
سے ممتاز و ماوراء ہے۔ اس موضوع پر محدث شہیر علامہ ابو بکر محمد بن حسین المعروف امام بیہقی نے
بھی اپنی تحقیق میں بائیس مسند احادیث کی تخریج فرمائی جن کی سندات کو قابل اعتماد قرار دیا، لیکن
اس پُر فتن دور میں اس مسلمہ حقیقت کو بھی معاف نہ کیا اور اس میں تشکیک پیدا کرنے کے لئے
حیۃ الانبیاء علیہم السلام سے متعلق احادیث کے راویوں پر تنقید شروع کر دی۔

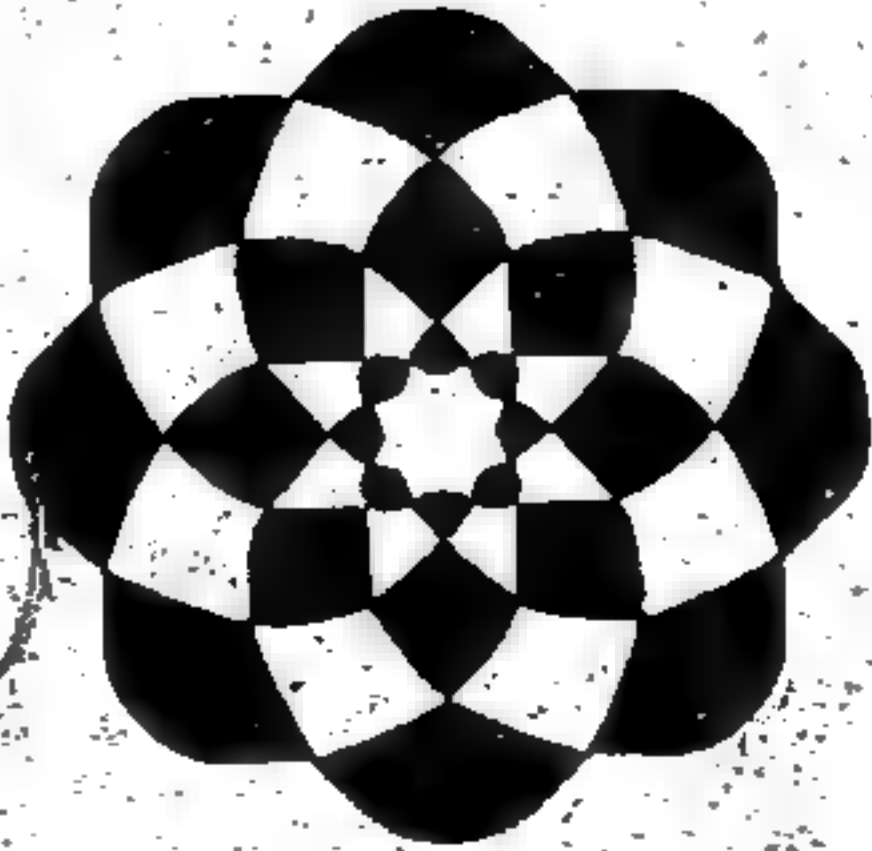
چونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ ہے کہ وہ باطل پر ذہوق وارد فرماتے ہوئے بطور حجت
حق کو ظاہر فرماتا ہے اس موقع پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فاضل نو جوان علامہ مولانا محمد عباس
رضوی کو توفیق فرمائی کہ وہ اس غبار کو ہٹا کر امت مسلمہ کے اجماعی مسئلہ کو واضح کریں تا کہ رفعت

انبیاء علیہم السلام وللاخسرة خیر لک من الاولی، کا اعلان بازی تعالیٰ روشن اور چمکتا رہے، چنانچہ علامہ موصوف نے امام بیہقی علیہ الرحمہ کی پیش کردہ احادیث کے ترجمہ اور شرح میں انہوں نے اس موضوع کو تقریباً ساڑھے تین صد کتب کی عبارات سے مؤید کیا اور مذکورہ احادیث کے راویوں پر مخالفین کی جرح و تنقید کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے ہزار کے قریب اہم شخصیات کے اقوال نقل کر کے راویوں کی ثقاہت کو واضح کیا۔ ناظرین کی سہولت کے لئے فاضل محقق نے موضوع سے متعلق تمام ابحاث اور کتب مآخذ بمع مصنفین کو علیحدہ علیحدہ بطور فہرست پیش کیا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ الکریم مولانا علامہ محمد عباس رضوی کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے اور فن حدیث اور نقد رجال کی تحقیق میں ان کے ذوق کو دوبالا فرمائے اور جس طرح انہوں نے اسلاف کی کثیر کتب پر تحقیقی کام کیا ہے، تحقیقات کا یہ سلسلہ جاری و ساری رہے اور مولانا کے تحقیقی کام کی اشاعت کے لئے اسباب پیدا فرمائے۔

مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قادری رضوی

جامعہ نظامیہ لاہور/شیخوپورہ



مصنف کے بارے میں

نام و نسب: کنیت ابو بکر اور نام احمد بن الحسین بن علی عبداللہ بن موسیٰ بیہقی کی نسبت بیہق کی طرف ہے اور بیہق ایک گاؤں کا نام ہے جو نیشاپور سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے آپ کی ولادت و پرورش:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہ شعبان المعظم ۳۸۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔ علامہ ابن عساکر نے کہا ”میری طرف ابو الحسن فارسی نے لکھا (جو بیہقی کے نام سے مشہور ہیں) وہ حافظ اصول اور دین کے بارے میں پایہ کے فقیہ، حفظ، یادداشت میں یکتائے زمانہ، ضبط اور اتقان میں کمال رکھنے والے ہیں، آپ نے اپنے بچپن سے جوانی کے دور تک کتب حدیث لکھنا اور حفظ کرنا شروع کیں، اس میں بڑا درک اور تفقہ حاصل کیا۔ اصول میں علم شروع کیا اور عراق اور حجاز کی طرف علم حدیث کے لئے سفر کیا پھر کتابوں کے لکھنے میں مصروف ہو گئے اور آپ نے اس قدر ذخیرہ کتب لکھا کہ تعداد میں جو تقریباً ایک ہزار کے قریب ہے جو آج تک اس سے پہلے کسی نے نہ لکھیں، آپ نے اپنی تصانیف میں علم حدیث اور علم فقہ کو جمع کیا۔ علل حدیث، صحیح و سقیم کا بیان، احادیث کے درمیان جمع کی وجوہات بیان کیں پھر فقہ اور اصول بیان کئے۔

تعلیم:

آپ نے حاکم، ابوطاہر، ابن فورک (متکلم اصولی) ابوعلی روزباری صوفی اور ابو عبد الرحمن سلمی صوفی سے علم حاصل کیا اور بغداد، خراسان، کوفہ حجاز اور دوسری اسلامی آبادیوں میں گشت کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے علم میں بڑی برکت اور فہم میں کامل قوت عطا فرمائی تھی۔ ان کی یادگار میں ایسی عجیب تصانیف موجود ہیں جو ان سے پہلے لوگوں سے ظاہر نہیں ہوئی تھیں۔ ان کی چیدہ چیدہ اور نافع تصانیف میں سے درج ذیل ہیں:

۱۔ کتاب الاسماء والصفات

۲۔ دلائل النبوة

- ۳۔ السنن الکبریٰ
- ۴۔ کتاب الاعتقاد
- ۵۔ شعب الایمان
- ۶۔ مناقب الشافعی
- ۷۔ الدعوات الکبیر
- ۸۔ کتاب الخلائیات
- ۹۔ مناقب الامام احمد
- ۱۰۔ معرفۃ السنن والاثار
- ۱۱۔ الدعوات الصغیر
- ۱۲۔ اثبات الرویۃ
- ۱۳۔ کتاب البعث والنشور
- ۱۴۔ الزہد الکبیر
- ۱۵۔ کتاب الآداب
- ۱۶۔ کتاب الاسری
- ۱۷۔ الاربعین
- ۱۸۔ حیات الانبیاء
- ۱۹۔ السنن الصغیر
- ۲۰۔ فضائل الاوقات
- ۲۱۔ اثبات عذاب القبر

علامہ سبکی کہتے ہیں کہ مجھ کو کتاب الاسماء والصفات کی نظیر نہیں ملی۔
خصائل:

آپ تورع وزہد میں وہی خصائل رکھتے تھے جو علمائے ربانین میں ہونے چاہئیں۔
امام الحرمین (امام جوینی) نے ان کے بارے میں فرمایا: ”دنیا میں سوائے بیہقی کے اور کسی شافعی کا احسان امام شافعی کی گردن پر نہیں ہے۔“ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تمام تصانیف میں امام شافعی کے مذہب کی نصرت و تائید کی ہے اور اسی وجہ سے اس مذہب کا رواج دوبالا ہو گیا۔ امام بیہقی فقہ اور فن حدیث و علل حدیث میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو احادیث مختلفہ کے جمع کرنے کا خوب ملکہ عطا فرمایا تھا۔

ایک دوسرے فقیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ جامع مسجد میں ایک تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں: ”آج میں نے کتاب فقیہ احمد یعنی بیہقی سے فلاں فلاں حدیث کا استفادہ کیا ہے۔“

محمد بن عبدالعزیز جو مشہور فقیہ ہیں فرماتے ہیں کہ ”ایک روز میں نے خواب میں دیکھا

کہ ایک صندوق زمین سے آسمان کی طرف اڑا جا رہا ہے اور اس کے ارد گرد ایک ایسا چمکتا ہوا نور ہے جو آنکھوں کو خیرہ کرتا ہے۔ میں نے دریافت کیا یہ کیا چیز ہے؟ تو فرشتوں نے جواب دیا کہ ”بیہقی کی تصنیفات کا صندوق ہے جو بارگاہ کبریا میں مقبول ہو گیا ہے۔“

وفات:

ہفتے کے دن ۱۰ جمادی الاولیٰ ۴۵۸ھ کو شہر نیشاپور میں بیہقی کا انتقال ہوا۔ ان کو تابوت میں رکھ کر بہق میں لائے اور خسرو جرد میں دفن کیا گیا۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔
آپ کے شیوخ:

- ۱۔ ابوالحسن محمد بن الحسین العلوی الحسینی المتوفی (۴۰۱)
 - ۲۔ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الطہمانی النیسابوری المتوفی (۴۰۵)
 - ۳۔ ابو عبد الرحمن المسلمی محمد بن الحسین بن موسیٰ الازدی (المتوفی ۴۱۲)
 - ۴۔ ابوبکر بن فوزک محمد بن الحسن اصہبانی (المتوفی ۴۰۶)
 - ۵۔ ابو محمد الجونی عبد اللہ بن یوسف (المتوفی ۴۳۸)
 - ۶۔ ابوالحسن محمد بن الحسین القطان البغدادی (المتوفی ۴۱۵)
 - ۷۔ ابو عبد اللہ کلینی الحسین بن الحسن بن محمد الشافعی (المتوفی ۴۳۰)
- تلامذہ:

- ۱۔ ابوالمعالی محمد بن اسماعیل القاسمی نیشاپوری (المتوفی ۵۳۰)
 - ۲۔ الحافظ ابو زکریا یحییٰ بن عبد الوہاب بن مندہ (المتوفی ۵۱۱)
 - ۳۔ القاضی اسماعیل بن احمد بن الحسین البیہقی (المتوفی ۵۰۷) (امام بیہقی کے فرزند)
 - ۴۔ ابوالحسن عبد اللہ بن محمد بن احمد البیہقی (المتوفی ۵۲۳) (امام بیہقی کے پوتے)
 - ۵۔ زین الاسلام ابو نصر عبد الرحیم بن عبد الکریم بن ہوازن القشیری (المتوفی ۵۱۲ھ)
- حررہ ابرار حسین ساقی ایم اے، ایم ایڈ
گورنمنٹ اسلامیہ اقبال کالج سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تعارف مؤلف:

مصنف کتاب ہذا علامہ محمد عباس رضوی زید مجدہ بمقام کھوڑے تھانہ واہنڈ و ضلع گوجرانوالہ ۱۹۵۹ء کو ایک متوسط گھرانے میں متولد ہوئے۔ سکول کی ابتدائی تعلیم (میٹرک ۱۹۷۵ء) میں پاس کیا۔

بہ فیضان (من یرد اللہ بہ خیراً یفقہ فی الدین)

(اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے) طبعی رجحان علم دین متین کی طرف ہو گیا۔ لہذا متعدد مقامات کی طرف حصول علم دین کی خاطر سفر کیا جن میں سے خاص طور پر جامعہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ اور مدینۃ الاسلام متصل جامع نقشبندیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ قابل ذکر ہیں، عرصہ تقریباً ایک سال مرکزی دارالعلوم اہلسنت و جماعت ریاض المدینہ میں حصول علم کے لئے گزارا علاوہ ازیں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

"International Islamic University Islamabad"

اور جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد کا سفر بھی اختیار فرمایا۔

دریں اثناء متعدد اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا جن میں سے مناظر اسلام سید مراتب علی شاہ مفکر اسلام افتخار علی چشتی، عظیم مذہبی اسکالر محمد نواز ظفر اور سید ظفر علی شاہ بخاری فاضل بھیرہ شریف کے علاوہ خصوصی توجہ کا شرف محمد نور الحسن تنویر چشتی اور علامہ مفتی محمد رضاء المصطفیٰ ظریف قادری سے حاصل ہوا، پاسبان مسلک رضا پیر طریقت الحاج ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی دامت برکاتہ القدسیہ سے روحانی تربیت کی سعادت حاصل ہوئی اور دوران تعلیم خطیب العصر الحاج محمد سعید احمد نوری سے بھی خصوصی رہنمائی کا شرف حاصل رہا۔

بحمد اللہ علامہ موصوف نے فاضل عربی، فارسی، اردو کے علاوہ جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد سے فاضل دورہ حدیث شریف کی سند فراغت حاصل کی اور ۱۹۸۵ء میں فاضل تنظیم المدارس ایم اے (عربی) ایم اے (اسلامیات) (الشہادۃ العالمیہ) کی سند حاصل کی اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے بھی چند کورسز کئے اور اسناد حاصل کیں۔

علامہ مذکور شبانہ روز محنت کے باعث نصابی کتب متداولہ کے علاوہ وسیع و عمیق مطالعہ رکھتے ہیں اور ناسازگار حالات کے باوجود علمی ذوق کی بنا پر آپ کی ذاتی لائبریری میں کتب کا وسیع ذخیرہ ہے جو آپ نے اندرون و بیرون ملک سے بڑی مشقت سے جمع کیا ہے، کتب بینی کے شوق اور تحقیق کی لگن سے رات بھر جاگنا آپ کا معمول ہے۔

”من طلب العلی سهر الليالی“

جس نے بلند مقام چاہا وہ راتوں کو جاگا۔

اور ان تھک مطالعہ کے باعث۔

”من جد وجد“ جس نے کوشش کی اس نے پالیا۔

آپ مسائل فقہ اور علم حدیث میں خاصی مہارت رکھتے ہیں بالخصوص علم اسماء الرجال میں اپنے معاصرین میں ممتاز مقام رکھتے ہیں جس پر ماضی قریب میں فرق باطلہ سے آپ کے تہلکہ خیز مناظرے شاہد و عادل ہیں اور غیر مقلدین کے رد میں تو آپ لاثانی حیثیت کے مالک ہیں۔

علامہ موصوف اپنی بے بساطی کے باوجود اپنے وسائل کے مطابق سخاوت و دوست پروری میں اپنی مثال آپ ہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت الامام الشاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مکمل آگاہی رکھنے کے ساتھ اسی کو اوڑھنا بچھونا جانتے ہیں، آپ ایک عاشق رسول ہیں اور اسی عشق کی بدولت معاشی ناہمواری کے باوجود زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

آپ ایک خندہ مزاج اور وسیع الطرف انسان ہیں، مخصوص صوفیاء و علماء سے روحانی

وابستگی کے باوجود تمام سلاسل کے اکابرین کا یکساں نظر سے احترام کرتے ہیں۔ آپ سادہ اور بے تکلف زندگی کے عادی، درویش اور صوفی منش عالم کے رنگ میں عوام میں گمنام مگر خواص کے بقول ”قدر زر زر گر بدان قدر جو ہر جوہری (سونے کی قدر سنار جانتا ہے، ہیرے کی قیمت جوہری جانتا ہے) کے مصداق ہیں۔

تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی آپ نے بکثرت خدمات انجام دی ہیں۔ مثلاً کشف الرین فی مسئلہ رفع الیدین (ترجمہ حاشیہ و تتمہ) فضائل امام اعظم (مقدمہ و حاشیہ) فصل الصلوٰۃ علی النبی۔ رفع المنارہ فی تخریج احادیث الزیارہ ”الجوہر المنظم فی زیارت قبر النبی المکرم المعظم“ (ترجمہ) اسی طرح کتاب الآثار الامام محمد شرح اردو اور تعارض بین الاحادیث و رفعہ اور صحیح بہاری کی تخریج کے علاوہ متعدد تحقیقی اشتہارات جیسے (رفع الیدین، فاتحہ خلف الامام، آہستہ آمین، آہستہ بسم اللہ، دعا بعد نماز فرض، تین وتر کے ساتھ ساتھ متعدد مضامین و مختلف رسائل زیر ترتیب و تسوید ہیں جو کہ تاحال قلت وسائل کے سبب زیور طباعت سے آراستہ تو نہیں ہو سکے مگر آپ کے تحقیقی ذوق کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

آپ زندہ ہیں واللہ:

زیر نظر کتاب بھی مصنف مذکور کا ایک علمی و تحقیقی شہہ پارہ ہے جو مخالفین اہلسنت کے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بے شمار اعتراضات کے تحقیقی رد اور مسکت جوابات سے بھرپور ہے۔

استدعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ مصنف موصوف کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرما کر ذریعہ نجات و کفارہ سغیات اور باعث بلندی درجات اور موجب ہدایت خواص و عام بنائے۔

آمین بجاہ نبیہ العظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم رجب الاول ۱۴۱۸ھ جولائی ۱۹۹۷ء
الراقم: ابوالطبع غلام مصطفیٰ حنیف

مدرس جامعہ نقشبندیہ امینیہ ۱۴۱۷ھ ڈال ناؤن گوجرانوالہ

مزید تعارف مولف

بفضلہ تعالیٰ جیسا کہ حضرت علامہ مولانا غلام مصطفیٰ حنیف صاحب مدظلہ العالی نے رقم فرمایا کہ آپ ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ بندہ ناچیز اس بات کو تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کرتا ہے کہ میرے حضور و سیدی و استاذی محدث کبیر ایسے عشق رسالت مآب کا پیکر ہیں کہ جو انسان بھی چند لمحات آپ کے ساتھ بسر کرتا ہے وہ اس بات کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بندہ ناچیز اس بات کا شاہد ہے کہ قبلہ کے سامنے جب بھی ذکر خیر الوری صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعت کی شکل میں کیا جاتا ہے تو آپ کی آنکھیں برسات کی برکھا کی طرح عشق و محبت سے برسنے لگتی ہیں اور جیسا کہ علامہ حنیف صاحب نے بیان فرمایا کہ اسی عشق کی بدولت معاشی ناہمواری کے باوجود دو مرتبہ زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل فرما چکے ہیں۔ لیکن اب بفضلہ تعالیٰ جنوری ۲۰۰۴ء تک چار بار اس سعادت سے مستفیض ہو چکے ہیں اور تبلیغ دین کے سلسلہ میں یورپ کا دورہ بھی فرما چکے ہیں اور اب آپ بطور ریسرچ آفیسر دیوبند محکمہ اوقاف میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں، اور انٹرنیٹ کی دنیا میں تو ایسے مقبول ہیں کہ اکثر تمام رومز سے آپ کا روم ٹاپ ہوتا ہے اور انٹرنیٹ پر بھی روائف و خوارج کو مناظروں میں شکست و ذلت دے چکے ہیں اور اب تو بفضلہ تعالیٰ اس سال ماہ رمضان المبارک میں پورا ماہ سڈنی اور انگلینڈ ریڈیو پر آپ کا درس قرآن اور سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا اور ساتھ ساتھ ہفتے میں تین روز QTV پر بھی تبلیغ دین کے سلسلے میں درس قرآن اور سوالات کے جواب بھی ارشاد فرما رہے ہیں۔ اور مزید کئی کتب بھی تالیف فرما چکے ہیں۔ بندہ ناچیز انشاء اللہ العزیز آپ کی جلد شائع ہونے والی کتب میں سے کسی میں تفصیلاً آپ کا تعارف پیش کرے گا۔ اللہ رب العزت سے التجا ہے کہ آپ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے اور آپ کی تمام کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین بجاہ النبی

خادم مناظر اسلام

قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

حياة الانبياء

فی قبورهم

للامام الحافظ الكبير ابي بكر احمد بن الحسين البيهقي
المتوفى سنة ٤٥٨ هـ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اخبّرنا الشیخ الامام زین الاسلام ابو نصر عبد الرحیم بن عبد الکریم ابن هوازن القشیر۔ رضی اللہ عنہ۔ فی کتابہ الینا من نيسابور۔ قال اخبّرنا الشیخ الامام ابو بکر احمد بن الحسين البیهقی۔ رحمة اللہ۔ قراءۃ علیہ انا اسمع فی رفیع الاخر من سنة خمس وأربعین واربعمئة۔

وأخبّرنا الشیخ الامام الحافظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن حبيب العامری۔ أیدہ اللہ۔ قال أنبا شیخ القضاة ابو علی اسما عیل بن احمد بن الحسين البیهقی فیما قرأت علیہ، انبا الامام والذی شیخ السنة۔ رحمہ اللہ۔ قال:

الحمد لله رب العالمین والعاقبة للمتقین وصلاته علی سیدنا محمد وآله اجمعین

ذكر ما روى فی حياة الانبياء صلوات اللہ علیہم بعد وفاتهم
اخبّرنا ابو سعید احمد بن محمد بن الخلیل الصوفی قال انبا ابو احمد عبد اللہ بن عدى الحافظ قال ثنا قسطنطين بن عبد اللہ الرومى قال ثنا الحسين بن عرفة قال حدثنى الحسن بن قتيبة المدائنى قال ثنا المستلم بن سعيد الثقفى عن الحجاج بن الاسود عن ثابت البنائى عن انس رضى اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: الانبياء احياء فی قبورهم يصلون۔ هذا حديث یعدّ (۱) فی افراد الحسن بن قتيبة المدائنى وقد روى عن یحییٰ بن ابی بکر عن المستلم بن سعيد۔

و هو فيما اخبرنا الثقة من اهل العلم قال انبا ابو عمرو بن حمد ان
قال انبا ابو يعلى الموصلى قال ثنا ابو الجهم الازرق بن على ثنا يحيى بن
ابى بكير ثنا المستلم بن سعيد عن الحجاج عن ثابت عن انس بن مالك
قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: الانبياء احياء فى قبورهم
يصلون.

وقد روى من وجه آخر عن انس بن مالك موقوفاً اخبرنا ابو
عثمان الامام رحمه الله أنبا زاهر بن احمد انبا ابو جعفر محمد بن معاذ
المالينى ثنا الحسين بن الحسن ثنا مومل ثنا عبيد الله بن ابى حميد الهذلى
عن ابى المليح عن انس بن مالك: الانبياء فى قبورهم احياء يصلون.
و روى كما اخبرنا ابو عبد الله الخافض ثنا ابو حامد بن على
الحسنوى املاء ثنا ابو عبد الله محمد بن العباس الحمصى ثنا ابو الربيع
الزهرانى ثنا اسماعيل بن طلحة بن يزيد عن محمد بن عبد الرحمن بن ابى
ليلى عن ثابت عن انس عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم، قال: ان
الانبياء لا يتركون فى قبورهم بعد اربعين ليلة ولكنهم يصلون بين يدى
الله عز وجل حتى يُنفخ فى الصور.

وهنا ان صح بهذا اللفظ فالمراد به والله اعلم لا يتركون يصلون
الا هذا المقنن. ثم يكونون مصليين فيما بين يدى الله عز وجل. كما
روينا فى الحديث الاول.

وقد يحتمل ان يكون المراد به رفع اجسادهم مع ارواحهم.
فقد روى سفيان الثورى فى "الجامع" قال شيخ لنا عن سعيد بن
المسيب قال: ما مكث نبى فى قبره اكثر من اربعين ليلة حتى يرفع.
فعلى هذا يصيرون كسائر الاحياء. يكونون حيث ينزلهم الله

عز وجل . کما روينا في حديث المعراج وغيره ان النبي ﷺ رأى موسى عليه السلام قائما يصلي في قبره . ثم رآه مع سائر الانبياء عليهم السلام في بيت المقدس ثم رآهم في السموات . واللّٰهُ تبارك وتعالى فعال لما يريد .

ولحياء الانبياء بعد موتهم صلوات اللّٰهُ تعالى عليهم . شواهد من الاحاديث الصحيحة : منها

ما اخبرنا ابو الحسين علي بن محمد بن عبد اللّٰهُ بن بشر ان ببغداد اثنا اسماعيل بن محمد الصّفّار ثنا محمد بن عبد الملك الدقيقي ثنا يزيد بن هارون ، ثنا سلمان التيمي عن انس بن مالك ان بعض اصحاب النبي صلى اللّٰهُ تعالى عليه وسلم اخبره ان النبي صلى اللّٰهُ تعالى عليه وسلم ليلة اسرى به مر على موسى عليه السلام وهو يصلي في قبره .

و اخبرنا ابو الحسين بن بشر ان اثنا اسماعيل اثنا احمد بن منصور بن سيار الرمادي ثنا يزيد بن ابي حكيم ثنا سفيان يعني الثوري ثنا سليمان التيمي عن انس ابن مالك قال : قال رسول اللّٰهُ صلى اللّٰهُ تعالى عليه وسلم : مررت على موسى وهو قائم يصلي في قبره .

اخبرنا ابو عبد اللّٰهُ الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن يعقوب ثنا محمد بن عبد اللّٰهُ بن المنادي ثنا يونس بن محمد المودب ثنا حماد بن سلمة ثنا سليمان التيمي و ثابت البناني عن انس ابن مالك ان رسول اللّٰهُ صلى اللّٰهُ تعالى عليه وسلم قال : اتيت موسى ليلة اسرى بي عند الكتيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره .

اخرجه ابو الحسين مسلم بن الحجاج النيسابوري رحمه اللّٰهُ تعالى عن حديث حماد بن سلمة عنهما . واخرجه عن حديث الثوري

وعیسیٰ بن یونس وجریز بن عبد الحمید عن التیمی .

اخبرنا احمد بن علی الحریری ثنا حاجب بن احمد ثنا محمد بن یحییٰ ثنا احمد بن خالد الوهبی ثنا عبد العزیز بن ابی سلمة عن عبد اللہ بن الفضل الهاشمی عن ابی سلمة بن عبد الرحمن عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : لقد رأیتنی فی الحجر و انا اخیر قریشا عن مسرای فسألونی عن اشیاء من بیت المقدس لم اثبتھا فکربت کربا ما کربت مثله قط فرفعه اللہ لی انظر الیہ ما یسألونی عن شیء الا انبأتهم بہ .

وقد رأیتنی فی جماعة من الانبیاء فاذا موسى قائم یصلی فاذا رجل ضرب جعد كأنه من رجال شتوۃ . واذا عیسیٰ بن مریم قائم یصلی . اقرب الناس بہ شبھا عروۃ بن مسعود . واذا ابراہیم قائم یصلی اشبه الناس بہ صا حبکم یعنی نفسه فحانت الصلاة فأممتهم . فلما فرغت من الصلاة . قال لی قائل : یا محمد هذا مالک صا حب النار فسلم علیہ فالتفت الیہ فبدأ لی بالسلام .

اخرجه مسلم فی صحیح من حدیث عبد العزیز .

وفی حدیث سعید بن المسیب وغیرہ انه لقیہم فی مسجد بیت

المقدس .

وفی حدیث ابی ذر ومالک بن صعصعة فی قصة المعراج انه لقیہم فی جماعة الانبیاء فی السموات وکلمہم وکلموہ . وذلك صحیح لا ینخالق بعضہ بعضا .

فقد یرى موسى علیہ السلام قائما یصلی فی قبرہ ثم یرى بموسى وغیرہ الی بیت المقدس کما أسرى بنیناءؑ فیراهم فیہ ثم یرج

بہم الى السموات كما عرج بنينا ﷺ فيراهم فيها كما أخبرهم.
 وصلاتهم بمواضع مختلفات جائز في العقل كما ورد به خبر
 الصادق ﷺ في كل ذلك دلالة على حياتهم.
 ومما يدل على ذلك

ما أخبرنا محمد بن عبد الله الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن
 يعقوب ثنا ابو جعفر احمد بن عبد الحميد الحارثي ثنا الحسين بن علي
 الجعفي ثنا عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن
 اوس بن اوس قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: افضل
 ايامكم الجمعة فيه خلق آدم وفيه قبض وفيه النفخة، وفيه الصعقة،
 فاكثروا على من الصلوة فيه فان صلاتكم معروضة على قالوا: وكيف
 تعرض صلاتنا عليك وقد ارميت يقولون بليت. فقال: ان الله قد حرم
 على الارض ان تاكل اجساد الانبياء عليهم السلام اخرجہ ابو داؤد
 النجستاني في كتابه السنن،
 وله شواهد منها.

ما أخبرنا ابو عبد الله الحافظ: ثنا ابو بكر بن اسحاق الفقيه ثنا
 احمد بن علي الأبار ثنا احمد بن عبد الرحمن بن بكار الدمشقي ثنا
 الوليد بن مسلم حدثني ابو رافع عن سعيد المقبري عن ابي مسعود
 الانصاري عن الثبيتي صلى الله تعالى عليه وسلم انه قال: اكثرو الصلاة
 عليّ يوم الجمعة فانه ليس احد يصلي على يوم الجمعة الا عرضت على
 صلاته.

قال ابو عبد الله رحمه: ابو رافع هذا هو اسماعيل بن رافع:
 أخبرنا علي بن احمد عبدان الكاتب ثنا احمد بن عبيد الصفار ثنا

الحسن بن سعید ثنا ابراہیم بن الحجاج ثنا حماد بن سلمہ عن یزید (۱) بن سنان عن مکحول الشامی عن ابی امامہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

”اکثروا علی من الصلوۃ فی کل یوم جمعة فان صلاة امتی تعرض علی فی کل یوم جمعة فمن کان اکثرهم علی صلاة کان اقربهم منی منزلة“

اخبرنا ابو الحسن علی بن محمد بن علی السقاء الاسفرائینی قال: قال حدثنی والدی ابو علی ثنا ابو رافع اسامہ بن علی بن سعید الرازی بمصر ثنا محمد بن اسماعیل بن سالم الصایغ حدثنا حکامة بنت عثمان بن دینار اخى مالک بن دینار قالت حدثنی ابی عثمان بن دینار عن اخیه مالک بن دینار عن انس بن مالک خادم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان اقربکم منی یوم القيامة فی کل موطن اکثرکم علی صلوۃ فی الدنیا: من صلی علی فی یوم الجمعة و لیلۃ الجمعة قضی اللہ له مائة حاجة ، سبعین من حوائج الآخرة ثلاثین من حوائج الدنیا یوکل اللہ ملکاً یدلہ فی قبری کما یدخل علیکم الہدایا ینخبرنی من صل علی باسمہ و نسبه الی عشیرتہ فاثبتہ عندی فی صحیفۃ بیضاء.

و فی هذا المعنی الحدیث الذی اخبرنا ابو علی الحسن بن محمد الروذباری انبأ ابو بکر بن داسہ ثنا ابو داؤد ثناء احمد بن صالح قال قرأت علی عبد اللہ بن نافع قال اخبرنی ابن ابی ذئب عن سعید المقبری عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

”لا تجعلوا بیوتکم قبورا ولا تجعلوا قبری عیدا و صلوا علی فان

صلاتکم تبلغنی حیث کنتم۔“

و فی هذا المعنی الحدیث الذی اخبرنا ابو محمد عبد اللہ بن یحییٰ بن عبد الجبار السکری ببغداد ثنا اسماعیل بن محمد السفار ثنا عباس بن عبد اللہ الترقفی ثنا ابو عبد الرحمن المقرئ ثنا حیوة بن شریح عن ابی صخر عن یزید بن عبد اللہ بن قسیط عن ابی هریره ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال:

ما من احد یسلم علی الاراد اللہ روحی حتی اردّ علیہ السلام۔
وانما اراد واللہ اعلم: الا وقد رد اللہ الی روحی حتی ارد علیہ

السلام

و فی هذا المعنی الحدیث الذی اخبرنا ابو القاسم علی بن الحسین بن علی الطهمانی ابو الحسن بن محمد التکارزی ثنا علی بن عبد العزیز ثنا ابو نعیم ثنا سفیان عن عبد اللہ بن السائب عن زاذان عن عبد اللہ مسعود قال، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان للہ عز وجل ملائکة سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی

السلام۔

و اخبرنا ابو الحسین بن بشران و ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ الحرقی قالا انبا حمزة بن محمد بن العباس ثنا احمد بن الولید ثنا ابو احمد الزبیری ثنا اسرائیل عنابی یحییٰ عن مجاهد عن ابن عباس قال لیس احد من امة محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی علیہ صلاة الا وهی تبلغه، یقول له الملك فلان یصلی علیک کذا و کذا صلاة۔

اخبرنا علی بن محمد بن بشران انبا ابو جعفر الرازی ثنا عیسیٰ بن عبد اللہ الطیالسی ثنا العلاء بن عمرو الحنفی ثنا ابو عبد الرحمن عن

الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی نائياً ابلغته.

ابو عبدالرحمن هذا هو محمد بن مروان السدی فیما اری وفيه نظر وقد مضی ما یؤکده

و اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ نا ابو عبد اللہ الصفا انا ابو بکر بن ابی الدنیا حدثنی سوید بن سعید حدثنی ابن ابی الرجال عن سلیمان بن سحیم قال: رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم قلت یا رسول اللہ! هؤلاء الذین یأتون فیسلمون علیک اتفقہ سلامہم قال: نعم وارد علیہم.

وما يدل علی خیاتہم

ما اخبرنا ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحافظ اخبرنی ابو محمد المزنی ثنا علی بن محمد بن عیسیٰ ثنا ابو الیمان أنبا شعیب عن الزہری قال اخبرنی ابو سلمۃ بن عبد الرحمن وسعید بن المسیب ان اباہریرۃ قال: استتب رجل من المسلمین و رجل من اليهود فقال المسلم: والذي اصطفى محمدا علی العالمین فاقسم بقسم فقال اليهودی: والذي اصطفى موسى علی العالمین فرفع المسلم عند ذلك یدہ فلطم اليهودی فذهب اليهودی الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاخبرہ بالذی کان من امرہ و امر المسلم فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لا تخبرونی علی موسى فان الناس یصعقون فاكون اول من یفیک فاذا موسى باطش بجانب العرش فلا ادری اکان ممن صعق فافاق قبلی او کان ممن استثنی اللہ عز وجل.

(رواہ البخاری فی الصحیح عن ابی الیمان و رواہ مسلم عن عبد

اللہ بن عبد الرحمن وغیرہ عن ابی الیمان

وفی الحدیث الثابت عن الاعرج عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه قال:

لا تفضلوا بین انبیاء اللہ تعالیٰ فانه ینفخ فی الصور لیصعق من فی السموات و من فی الارض الا من یشاء اللہ ثم نفخ فیہ اخرى فاكون اول من یبعث فاذا موسیٰ أخذ بالعرش فلا ادری احوسب بصعقة یوم الطور ام یبعث قبلی.

وہذا انما یصح علی ان اللہ جل ثناؤہ زدالی الانبیاء علیہم السلام ارواحہم نفخ فی النفخۃ الاولیٰ صعقوا ثم لا یرکون ذلک موتا فی جمیع معاینہ الا فی ذہاب الاستشعار فان کان موسیٰ علیہ السلام ممن استثنی اللہ عز وجل بقولہ: الا من شاء فانیہ عز وجل لا یرکب باستشعارہ فی تلک الحالۃ و یحاسبہ بصعقۃ یوم الطور

وینقال ان الشہداء من جملۃ ما استثنی اللہ عز وجل بقولہ: الا من شاء اللہ، وروینا فیہ خبرا مرفوعا وهو منذ کور مع سائر ما قبل فی کتاب البعث والنشور، وباللہ التوفیق۔

آخر کتاب حیاۃ الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وسلم۔

حدیث نمبر: ۱

اخبرنا ابو سعید احمد بن محمد بن الخلیل الصوفی قال انبأنا ابو احمد عبد اللہ بن عدی الحافظ قال ثنا قسطنطین بن عبد اللہ الرومی قال ثنا الحسن بن عرفة قال حدثنی الحسن بن قتیبہ المدائنی قال ثنا المستلم بن سعید الثقفی عن الحجاج بن الاسود عن ثابت البنائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون. هذا حدیث یعدّ (۱) فی افراد الحسن بن قتیبہ المدائنی وقد روى عن یحییٰ بن ابی بکر عن المستلم بن سعید.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

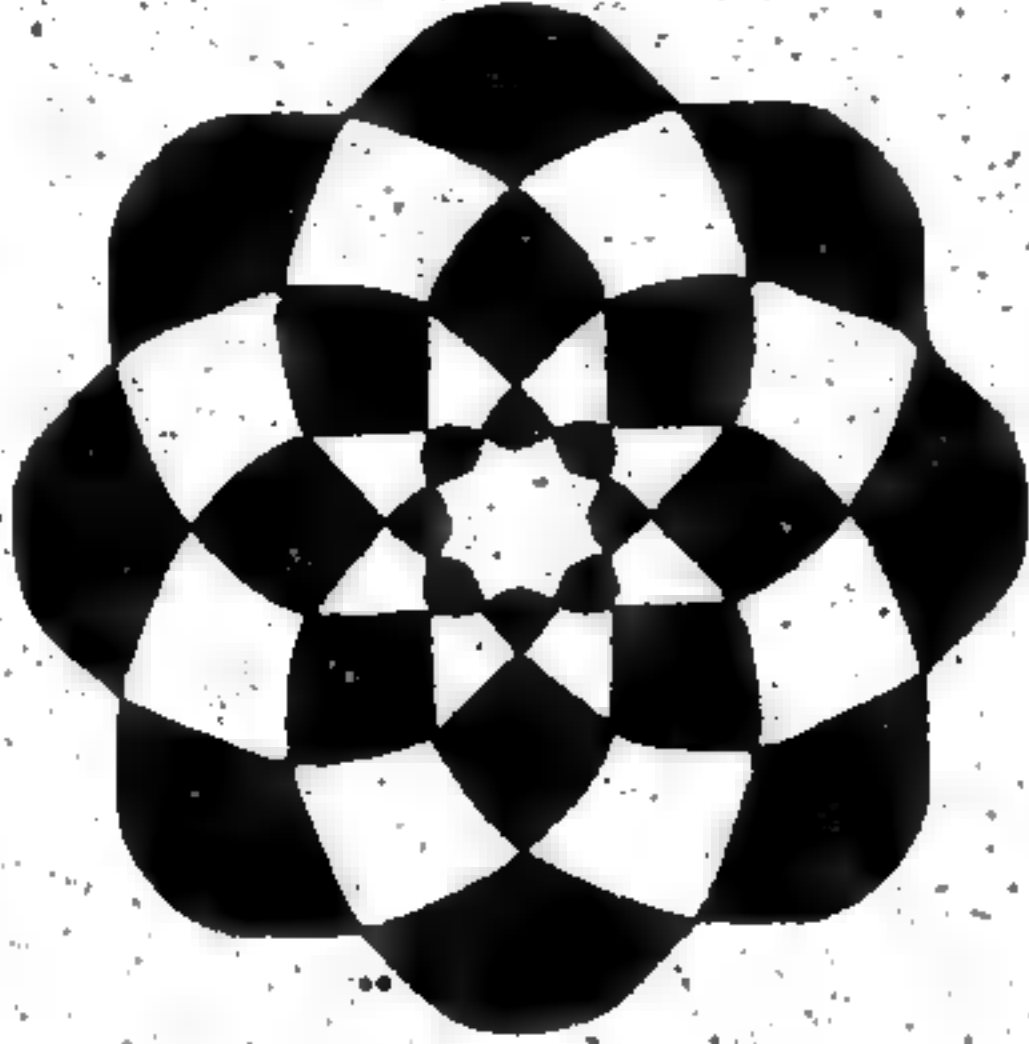
(یہ روایت حسن بن قتیبہ کے مفردات میں شمار کی گئی ہے) اور یہ محکم بن ابی بکر عن مستلم بن سعید کی سند سے بھی روایت کی گئی ہے۔ سوائے حسن بن قتیبہ المدائنی کے اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اس کے بارے میں محدثین کی اکثریت اچھی رائے نہیں رکھتی۔ لیکن امام ابن عدی اس کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: قال الشیخ و للحسن بن قتیبہ هذه احادیث عن ابیه حسان و ارجو انه لا باس به. (الکامل فی الضعفاء ۲/۷۳۹)

اور حسن بن قتیبہ کی یہ احادیث حسن ہیں اور امید کرتا ہوں کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

۱۔ یہ لفظ یہاں مثنیٰ لہجہ میں ہے گویا کہ امام بیہقی فرماتے ہیں: کچھ لوگوں نے حدیث ہذا کو

حسن بن قتیبہ کے مفردات میں شمار کیا ہے جو کہ غلط ہے کیونکہ اس کے متابع موجود ہیں جو آگے آرہے ہیں۔

تو اگرچہ یہ راوی بہت زیادہ ثقہ نہیں لیکن چونکہ آئندہ آنے والی احادیث میں ثقہ رواۃ اس راوی کے مؤید و متابع ہیں اس لئے یہ حدیث دیگر اسناد کے ساتھ بالکل صحیح ہے۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۱- و ۳ میں آ رہا ہے۔



حدیث نمبر ۲:

و هو فيما اخبرنا الثقة من اهل العلم قال انبا ابو عمرو بن حمد ان قال
انبا ابو يعلى الموصلى قال ثنا ابو الجهم الازرق بن على ثنا يحيى بن ابى بكير
ثنا المستلم بن سعيد عن الحجاج عن ثابت عن انس بن مالك قال: قال
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: الانبياء احياء فى قبورهم يصلون.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز
پڑھتے ہیں۔

یہ روایت بالکل صحیح ہے۔ اس کو امام ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں صحیح سند کے ساتھ روایت
کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

حدثنا ابو الجهم الازرق بن على حدثنا يحيى بن ابى بكير حدثنا
المستلم بن سعيد عن الحجاج عن ثابت البناني عن انس بن مالك قال: قال
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: الانبياء فى قبورهم يصلون.

(مسند ابی یعلیٰ الموصلی ۶: ۱۴۷ تحقیق حسین سلیم اسد مطبوعہ بیروت و تحقیق ارشاد الحق

الاشرفی ۳: ۳۷۹ موسسہ علوم القرآن، بیروت)

حدیث مذکور کا محدثین کے ہاں مقام:

متعدد محدثین و علماء کرام نے اس روایت کے صحیح ہونے پر تصریح کی ہے۔ ان میں

سے بعض کا تذکرہ ملاحظہ کیجئے:

۱۔ امام یحییٰ فرماتے ہیں: رواہ ابو یعلیٰ والبخاری و رجال ابی یعلیٰ ثقات۔
(مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ۸: ۲۱۱)

اس کو ابو یعلیٰ اور بخاری نے روایت کیا ہے اور ابو یعلیٰ کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۲۔ علامہ مناوی فرماتے ہیں:

و هو حدیث صحیح۔ (فیض القدر شرح الجامع الصغیر، ۳: ۱۸۴)

یہ حدیث صحیح ہے۔

۳۔ علامہ علی بن احمد العزیزی فرماتے ہیں:

و هو حدیث صحیح۔

(السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ۲: ۳۵۶ مکتبہ الایمان السمانیہ - المدینۃ المنورہ)

یہ حدیث صحیح ہے۔

۴۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

و صححہ البیہقی۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ۶: ۹۳۵۲)

امام بیہقی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۵۔ ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں:

صحة خبر الانبياء احياء في قبورهم۔ (مرقات، ۳: ۲۴۱)

”انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں“ یہ حدیث صحیح ہے۔

۶۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

ابو یعلیٰ یقول ثقات از روایت انس بن مالک آوردہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم: الانبياء احياء في قبورهم يصلون۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب، ۱۸۰، ۱۸۳ مدارج النبوت ۲: ۴۴۷)

ابو یعلیٰ ثقہ راویوں کے واسطے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

۷۔ امام ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنتانی فرماتے ہیں:

(قلت) منها حدیث انس الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون اخرجه من

طرق و صححه من بعضها. (تذریۃ الشریعۃ المرفوعۃ: ۱: ۳۳۵)

میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث بھی ہے کہ

انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور اس کی کئی سندیں ہیں اور ان میں سے بعض سندیں صحیح ہیں۔

۸۔ ابواحمد عبدالقادر فرماتے ہیں:

وقد صح ان الانبیاء احياء فی قبورهم. (الجماعۃ التبلیغیہ ص ۱۰)

یہ حدیث صحیح ہے کہ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

۹۔ علامہ شوکانی نے تحریر فرمایا:

وقد ثبت فی الحدیث ان الانبیاء احياء فی قبورهم رواہ المنذری و

صححه البیہقی. (نیل الاوطار ۳: ۲۴۸)

اور حدیث سے ثابت ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اپنی قبروں میں

زندہ ہیں اسے منذری نے روایت کیا اور امام بیہقی نے اس کو صحیح فرمایا۔

اور دوسری جگہ فرمایا:

لانه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی فی قبرہ و روحہ لا تفارقه

لما صح: ان الانبیاء احياء فی قبورهم کذا قال ابن الملقن وغیرہ.

(تحفۃ الزاكرین شرح الحسن والحسین ۲۸)

کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی روح مبارک

آپ سے جدا نہیں کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں جیسا کہ محدث ابن الملقن وغیرہ نے کہا ہے۔

۱۰۔ الشیخ نور الدین علی بن احمد السہودی فرماتے ہیں:

ورواه ابو یعلیٰ برجال ثقات. (وقاء الوقایاخبار دارالمصطفیٰ ۱۳۵۲:۴)

ابو یعلیٰ نے اس کو ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔

۱۱۔ شیخ فقیر اللہ فرماتے ہیں:

ورد فی کثیر من الاحادیث الصحیحة الصریحة بانهم احياء فی

(قطب الارشاد ص ۶۷۷)

قبرہم۔

اور بہت ساری صحیح صریح احادیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرات انبیائے کرام اپنی قبور

میں زندہ ہیں۔

۱۲۔ حاجی دوست محمد قندھاری نقشبندی فرماتے ہیں:

این حدیث است کہ ابو یعلیٰ بنقل ثقات از روایت ابن مالک می آرد۔

(مکتوبات حاجی دوست محمد قندھاری ص ۸۶)

یہ روایت ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں کے ساتھ حضرت انس بن مالک سے روایت کی

ہے۔

۱۳۔ علامہ ابن حجر کی فرماتے ہیں:

و بالحديث الصحيح الانبياء احياء في قبورهم يصلون.

(الجوہر المظہم فی زیارة القبر الشریف النبوی المکرم المعظم ص ۲۲)

اور ”انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں“ صحیح حدیث ہے۔

اور امام بیہقی نے صحیح حدیث الانبیاء احياء فی قبورہم سے استدلال کیا ہے۔

۱۴۔ امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں: ”صحیح حدیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الانبياء احياء في قبورهم يصلون.

(فتاویٰ رضویہ ۶: ۱۳۶)

انبیائے کرام اپنے مزارات طیبات میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

۱۵۔ علامہ داؤد بن سلیمان نقشبندی الخالیدی فرماتے ہیں:

وروی البیہقی وغیرہ بالاسانید الصحیحۃ عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم انه قال الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون۔ (المختار الوہبۃ فی رد علی الوہبۃ ص ۵)

امام بیہقی اور دیگر محدثین نے صحیح اسناد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انبیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں

اور نماز پڑھتے ہیں۔

۱۶۔ امام ابو عبد اللہ بن عدی الجرجانی فرماتے ہیں:

و للحسن بن قتیبہ هذا احادیث من ابیہ حسان۔ (الکامل ۲: ۷۳۹)

کہ حسن بن قتیبہ کی یہ احادیث ”انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں“ حسن

ہیں۔

۱۷۔ امام محمد یوسف اسماعیل نبھانی فرماتے ہیں:

و بالحديث الصحيح الانبياء احياء فی قبورهم یصلون۔

(سعادة الدارين ص ۱۸۰)

اور حدیث صحیح کے ساتھ استدلال کیا ہے کہ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے

ہیں۔

۱۸۔ امام سخاوی فرماتے ہیں:

الانبياء احياء فی قبورهم یصلون..... و صححه البیہقی۔

(القول البدیع ۱۶۷)

انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

۱۹۔ امام محمد بن علوی مالکی فرماتے ہیں:

وبالحديث الصحيح الأنبياء احياء فی قبورهم یصلون

(شفاء الفؤاد بزيارة خير العباد ص ۱۴۰)

امام بیہقی نے اس حدیث صحیح سے استدلال کیا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

۲۰۔ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

و صح انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال الانبیاء احياء فی قبورہم یصلون۔ (کتاب الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام فی الحاوی الفتاویٰ ۲: ۱۶۳)

یہ روایت صحیح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

۲۱۔ مولوی ارشاد الحق اشری نے لکھا ہے:

اخرجه البيهقي في حياة الانبياء من طريق ابی يعلى و ابو نعیم فی "اخبار اصبهان"۔ (ص ۸۳: ج ۲) و اسنادہ جید۔

(حاشیہ مسند ابی یعلیٰ ۳: ۳۷۹)

اس کو امام بیہقی نے حیاۃ الانبیاء میں ابو یعلیٰ کی سند سے اور ابو نعیم نے اخبار اصبهان میں روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے۔

۲۲۔ جناب حسین سلیم اسد نے کہا:

سنادہ صحیح۔ (حاشیہ مسند ابی یعلیٰ ۶: ۱۴۷)

اس کی سند صحیح ہے۔

علمائے کرام اور محدثین عظام جنہوں نے اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہوئے اس سے استدلال فرمایا
امام شامی حنفی فرماتے ہیں:

ان الانبياء عليهم الصلوة والسلام احياء في قبورهم.
(رد المحتار علی در المختار المعروف بشامی شریف ۴: ۱۵۱ کتاب الجہاد)

انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

حياة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في قبره هو و سائر الانبياء معلومة عندنا علما قطعيا لما قام عندنا من الادلة في ذلك و تواترت به الاخبار الدالة على ذلك.
(الحاوی للفتاویٰ ۲: ۱۴۷)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اپنی قبر میں اور دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات ہمارے نزدیک قطعی علم کے ساتھ ثابت ہے۔ کیونکہ اس پر ہمارے پاس دلائل قائم ہیں اور متواتر احادیث موجود ہیں جو کہ اس (حیۃ الانبیاء) پر دلالت کرتی ہیں۔

علامہ سیوطی مزید فرماتے ہیں:

باب حياته صلى الله تعالى عليه وسلم في قبره و صلاته فيه و توکیل ملک يبلغه السلام عليه و رده على من سلم عليه.

اس باب میں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور ایک فرشتہ آپ کی قبر پر موکل ہے جو کہ لوگوں کا سلام آپ کو پہنچاتا ہے اور ہر سلام کرنے والے کو آپ جواب دیتے ہیں۔

حضرت امام شامی دوسری جگہ پر فرماتے ہیں: ان الانبياء احياء في قبورهم.
(رسائل ابن عابدین ۲: ۲۰۲ رسالہ الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم)
انبیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

حضرت علامہ امام سمہودی فرماتے ہیں:

لا شك في حياته صلى الله تعالى عليه وسلم بعد وفاته و كذا سائر
الانبياء عليهم الصلاة والسلام احياء في قبورهم. (وفاء الوفا ۴: ۱۳۵۲)
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات بعد الوفات میں کسی قسم کا شک نہیں اور اسی طرح
دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

حضرت علامہ امام داؤد بن سلیمان بغدادی فرماتے ہیں:

والحاصل ان حياة الانبياء ثابتة بالاجماع. (المختار الوهي ۶ ص ۶)
حاصل کلام یہ کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات پر اجماع امت

ہے۔

حضرت امام شعرانی فرماتے ہیں:

وهو حي في قبره يصلی فيه باذان و اقامة و كذلك الانبياء.

(كشف الغم عن جميع الامم ۱: ۶۷)

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز
پڑھتے ہیں اور اسی طرح دوسرے انبیاء۔

حضرت امام زرقانی فرماتے ہیں:

لحياته في قبره يصلی فيه باذان و اقامة. (زرقانی علی المواہب ۶: ۱۶۹)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز

پڑھتے ہیں۔

ان حياة الانبياء ثابتة معلومة مستمرة ثابتة في الاستمرار..... ان

تكون حياته اكمل و اتم من حيات سائر الانبياء.

بے شک حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی حیاة معلومہ اور ثابت شدہ ہے اور ہمیشگی کے ساتھ ثابت ہے۔ لہذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات تمام انبیائے کرام سے اکمل و اتم ہونی چاہئے۔

حضرت شیخ احمد بن دحلان مکی فرماتے ہیں:

وحياة الانبياء عليهم الصلوة والسلام في قبورهم ثابتة عند اهل سنة
بإدلة كثيرة..... و حديث ان الانبياء يحجون ويلبثون و كل هذه
الاحاديث الصحيحة لا مطعن فيها فلا حاجة الى الاطالة بذكره.

(الدرر السنية في الرد على الوهابية ص ۱۳، ۱۴)

اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اپنی قبروں میں زندہ ہونا یہ اہل سنت کے نزدیک بہت سے دلائل سے ثابت ہے اور وہ حدیث کہ انبیائے کرام علیہم السلام حج کرتے اور تلبیہ پڑھتے ہیں تو یہ تمام احادیث صحیح ہیں ان میں کسی قسم کا کوئی طعن نہیں ہے تو ان کے ذکر کو طول دینے کی حاجت نہیں ہے۔

مولانا احمد اللہ صاحب داجوی فاضل سہارنپور فرماتے ہیں:

فانظر الى هذا الدائع كيف افكر عن الحياة للنبي صلى الله تعالى

عليه وسلم . فان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حي يورق

(البصائر المنيرة في التوسل بالانبياء ص ۹۹)

اس گمراہ کو دیکھ کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاة کا کس طرح انکار کر رہا ہے

پس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔

یہی صاحب فرماتے ہیں:

وان كان المراد من ايراده نفس الحياة البرزخية كما هو مذعوم

الفتنة المنكرة فذلك باطل لان الاحاديث الصحيحة دالة على حياة الانبياء

عليهم الصلوة والسلام۔ (البصائر: ۱۶۲)

اور اگر اس کی مراد اس ایراد سے حیات برزخیہ کا انکار ہے جیسا کہ اس منکر فرقہ (نجدیہ) کا زعم ہے تو یہ باطل ہے کیونکہ صحیح احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں۔

اور مزید فرماتے ہیں: والحاصل ان مسئلة الحياة البرزخية للانبياء عليهم الصلوة والسلام مما تلقته الامة بالقبول سلفا وخلفا او لا و آخراً والفرقة المنكرة تنكرها۔ (البصائر ص ۱۶۳)

اور حاصل کلام یہ کہ برزخ میں انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ تو اس کو سلف و خلف اول و آخر ساری امت سے تلقی بالقبول کا درجہ مل چکا ہے۔ اور فرقہ ضالہ (نجدیہ) اس کا منکر ہے۔

شیخ مصطفیٰ ابو یوسف الحماوی المصری الازہری تحریر فرماتے ہیں:

ويزيد بصيرتك في حياة الانبياء في قبورهم قوله صلى الله تعالى عليه وسلم الانبياء احياء في قبورهم يصلون. رواه ابو يعلى والبيهقي وهذا حديث لم يقتصر على حياته صلى الله تعالى عليه وسلم بل تعدى الى جميع الانبياء يحكم عليهم بانهم احياء في قبورهم يفعلون فعل الاحياء في الدنيا و هو الصلوة ذات الركوع والسجود والقيام والقعود و ذكر الله تعالى و هي اعمال لو شك في حياة فاعلها لكان شاكا في حياة نفسه.

(غوث العباد بيان الرشاد ص ۱۷۶)

اور تیری بصیرت زیادت ہو انبیائے کرام کی زندگی ان کی قبروں میں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ اس کو ابو یعلیٰ اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس حدیث میں صرف نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ہی نہیں بلکہ یہ حدیث تمام انبیائے کرام کی حیات فی قبور ہم کے اثبات پر حکم کرتی ہے کہ تمام انبیائے

کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور تمام افعال بجالاتے ہیں جو کہ دنیا کی زندگی میں بجالاتے تھے اور وہ افعال ہیں نماز رکوع و سجود اور قیام و قعود اور قرأت کے ساتھ اور اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اگر کوئی شک کرے تو وہ اپنی حیات میں ہی شک کرنے والا ہے۔

حضرت امام عبد الغنی المقدسی الحنبلی صاحب ”العمدة“ فرماتے ہیں:

فان ثبت هذا فاعلم ان الانبياء احياء في قبورهم.

(بحوالہ سبل الہدی والرشاد ۱۲/۳۶۰)

جب یہ ثابت ہو گیا تو یقین رکھ کہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں:

فقد تبين لك رحمك الله من الاحاديث السابقة النبي صلى الله تعالى عليه حيي وسلم و سائر الانبياء صلى الله تعالى عليه وسلم و قد قال الله سبحانه و تعالى في الشهداء (و لا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم يرزقون) و الانبياء اولى بذلك فهم اجل و اعظم و قل نبى الا و قد جمع مع النبوة و صف الشهادة فيدخلون في عموم لفظ الآية لثبت كونه صلى الله تعالى عليه وسلم حي في قبره بنص القرآن اما من عموم اللفظ و اما من مفهوم الموافقة.

(سبل الہدی والرشاد ۱۲/۳۶۳)

اللہ تجھ پر رحم فرمائے جب تیرے لیے سابقہ احادیث سے ظاہر ہو چکا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے شہدائے کبار سے میں ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ گمان بھی نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں اور انبیائے کرام ان سے زیادہ حق دار ہیں اور اعظم و اجل ہیں اور نبی کے ساتھ وصف شہادت بھی ملا ہوتا ہے تو وہ اس لفظ کی عمومیت میں داخل ہیں تو ثابت ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنص قرآن اپنی قبر میں زندہ ہیں یا تو عموم لفظ کی وجہ سے یا پھر مفہوم موافقت کی وجہ سے۔

حضرت امام علامہ زاہد کوثری مصری حنفی فرماتے ہیں: والانبیاء احياء في قبورهم (محقق القول في مسئلة التوسل). (الفتاوى الكوثري ص ۳۸۷)

حضرات انبیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں

حضرت امام محققین سیف اللہ المسلمول شاہ فضل رسول بدایونی ارشاد فرماتے ہیں:

و اعلم ان حرمة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بعد موته و توقيره و تعظيمه بعد وفاته لازم على كل مسلم كما كان حال حياته لانه الآن حي يرزق في علو درجاته و رفعة حالاته. (المنتقد المعتقد مع تعليقات المصنف ص ۱۴۹)

اور جان تو کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت انتقال کے بعد اور ان کی توقیر و تعظیم وقات کے بعد ہر مسلمان پر لازم و ضروری ہے جیسا کہ ظاہری حیات میں تھا کیونکہ وہ اب بھی زندہ ہیں اور اپنے درجات کی بلندیوں اور حالات کی رفعتوں میں رزق دیئے جاتے ہیں۔
امام ابو عبد اللہ بن احمد القرطبی ۶۷۱ھ فرماتے ہیں:

ان الموت ليس بعدم محض و انما هو انتقال من حال الى حال و يدل على ذلك ان الشهداء بعد قتلهم و موتهم احياء عند ربهم يرزقون فرحين مستبشرين و هذه صفة الاحياء في الدنيا و اذا كان هذا في الشهداء كان الانبياء بذلك احق و اولى مع انه قد صح عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان الارض لا تاكل اجساد الانبياء وقد اخبرنا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقتضي ان الله تبارك و تعالى يرد عليه روحه حتى يرد السلام على كل من يسلم عليه الى غير ذلك مما يحصل من جملة القطع بان موت الانبياء انما هو راجع الى ان غيوا عنا بحيث لا ندرکهم و ان كانوا موجودين احياء و ذلك كالحال في الملائكة فانهم موجودين احياء و لا يراهم احد. (التذكرة في احوال الموتى و الامور الآخرة ص ۶۹ للقرطبی)

موت عدم محض کا نام نہیں بلکہ یہ تو ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہونا ہے۔ اور اس پر یہ امر دلالت کرتا ہے کہ شہداء قتل ہونے اور فوت ہونے کے بعد اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی دیئے جاتے ہیں اور یہ صفت دنیا میں زندوں کی ہے اور جب یہ بات شہداء کے لئے ثابت ہے تو پھر انبیائے کرام تو ان سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور وہ اذلی ہیں کہ وہ زندہ ہوں۔ اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ حضرات انبیائے کرام کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی ہے جو کہ اس کی مقتضی ہے کہ اللہ جل مجدہ الکریم نے آپ کی روح کو آپ کی طرف لوٹا دیا ہے حتیٰ کہ آپ ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ تو اس سے یہ قطعی طور پر حاصل ہوا کہ انبیائے کرام کی موت صرف یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب ہیں ہم ادراک نہیں کر سکتے اگرچہ وہ موجود ہیں اور زندہ ہیں اور وہ اس میں فرشتوں کے مثل ہیں کہ وہ بھی زندہ ہیں اور موجود ہیں لیکن کوئی بھی ان کو دیکھتا نہیں ہے۔

سید عمر بن سعید فونی کردی طوری نقل فرماتے ہیں:

و ذلک لانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسائر الانبیاء احياء ردت الیہم ارواحہم بعد ما قبضوا۔ (رماح حزب الرحیم علی نخور حزب الرحیم، ۱: ۲۲۸)

اور یہ اس لئے ہے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام زندہ ہیں اور ان کی ارواح قبض کرنے کے بعد ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں۔

یہی حضرت عمر بن سعید صاحب نقل کرتے ہیں:

فحصل من مجموع هذه النقول و الاحادیث ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی بجسده۔ (۲۳۹:۱)

ان تمام نقول اور احادیث سے حاصل ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے مبارک جسم کے ساتھ زندہ ہیں۔

امام ابو منصور عبد القاہر بن طاہر بغدادی فرماتے ہیں:

قال المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم حي بعد وفاته و انه يسر بطاعات امته و يحزن بمعاصي العصاة منهم و انه تبلغه صلاة من يصلي عليه من امته و قال ان الانبياء لا يملون و لا تاكل الارض منهم شيئا. (فتاویٰ عبد القاہر و بحوالہ الحاوی للفتاویٰ ۱۳۹/۲، ۲۶۱۳)

ہمارے اصحاب (شوافع) میں سے محققین متکلمین نے کہا کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں اور امت کے نیک لوگوں کے صالح اعمال پر خوش ہوتے اور گنہگاروں کے گناہوں پر غمگین ہوتے ہیں اور جو کوئی بھی صلوٰۃ پڑھے وہ آپ کو پہنچائی جاتی ہے اور کہا کہ بیشک انبیاء کے اجسام نہ تو بوسیدہ ہوتے ہیں اور نہ ہی زمین ان کو کھاتی ہے۔

و اذا صح لنا هذا الاصل قلنا نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم قد صار حيا بعد وفاته وهو على نبوته. (سبل الہدی والرشاد للشامی ۳۵۵:۱۲)

جب ہمارے نزدیک یہ اصل صحیح ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں اور اپنی نبوت پر قائم ہیں۔

شیخ سیدی عقیف الدین یافعی فرماتے ہیں: الاولیاء تردد علیہم احوال یشاہدون فیہا ملکوت السموات والارض وینظرون الانبیاء احياء غیر اموات کما نظر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ و قد تقرر ان ما جازلہ لانبیاء معجزة جاز للاولیاء کرامة.

(الروض الریاحین ۴۲۴ مطبوعہ قبرص و سبل الہدی والرشاد للشامی ۳۵۶/۱۲ والفظلہ)

اولیائے کرام پر ان کے احوال پیش کئے جاتے ہیں اور وہ ملکوت آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اس کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور حضرات انبیاء کو زندہ دیکھتے ہیں وہ مردہ نہیں ہیں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں دیکھا اور یہ طے شدہ بات ہے کہ جو انبیاء کے لئے بطور معجزہ جائز ہے وہ اولیاء کے لئے بطور کرامت جائز ہے۔

حضرت علامہ جمال الدین محمود بن جملہ فرماتے ہیں:

نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احیاء اللہ تعالیٰ بعد موتہ حیۃ تامۃ و استمرت تلک الحیۃ الی الآن وہی مستمرة الی یوم القیامۃ و لیس هذا خاصاً بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بل یشار کہ الانبیاء صلوات اللہ و سلامہ علیہم اجمعین۔ (سبل الہدی والرشاد، ۱۲/۳۶۰)

ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وفات کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے زندہ فرمادیا ہے اور آپ کی یہ حیات مکمل اور ہمیشہ اب تک قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گی اور یہ صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ دیگر تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس میں آپ کے شریک ہیں۔
امام بارزی نے فرمایا:

و سئل البارزی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم هل هو حی بعد وفاته؟ فاجاب انه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی۔ (الحاوی للفتاویٰ ۲: ۱۴۹)
امام بارزی سے سوال ہوا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں۔
حضرت شاہ احمد دہلوی شمس مدنی نقشبندی نقل فرماتے ہیں:

وقد اتفق العلماء علی انه علیہ السلام حی فی قبرہ الشریف یعلم بذاثرہ۔ (تحقیق الحق المسبین فی اجوبۃ مسائل اربعین ص ۴۰)
اور تحقیق علمائے کرام اس پر متفق ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر منور میں زندہ ہیں اور زائر کو جانتے ہیں۔

حضرت علامہ حسن بن عمار بن علی شربلانی حنفی تحریر فرماتے ہیں:

ولما هو مقرر عند المحققین انه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی یرزق متمتع بجميع الملاذ والعبادات غیر انه حجب عن ابصار القاصرین عن

شریف المقامات۔ (نور الایضاح ۱۸۹ مکتبہ امدادیہ ملتان)
 اور محققین کے نزدیک یہ طے شدہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں اور آپ کو
 رزق دیا جاتا ہے اور آپ عبادات سے لذت اٹھاتے ہیں ہاں یہ بات ہے کہ وہ ان آنکھوں سے
 پردے میں ہیں جو ان مقدس مقامات تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی فرماتے ہیں:
 ”انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بحیات حقیقی زندہ ہیں جیسے دنیا
 میں تھے، کھاتے پیتے ہیں، جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں۔ تحقیق وعدہ الہیہ کے لئے ایک آن کو
 ان پر موت طاری ہوئی پھر بدستور زندہ ہیں۔ (بہار شریعت ۱: ۱۷۱)

حضرت حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں:
 ”یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی حیات پر ہیں اور سب کا درود و سلام سنتے
 ہیں، جواب دیتے ہیں“

(تفسیر نور العرفان حاشیہ کنز الایمان سورہ احزاب)
 حضرت سلطان العارفین باہو فرماتے ہیں:
 ”اور یاد رہے کہ جو شخص انبیائے کرام علیہم السلام کو مردہ جانے اس کا ایمان سلب ہو
 جانے کا خوف ہے۔“ (عین الفقر ص ۸۲، ناشر اللہ والے لاہور)

آپ مزید فرماتے ہیں:
 ”جو شخص حیات نبوی کو حیات نہیں مانتا بلکہ ممات کہتا ہے وہ شخص دین میں ست اور
 جھوٹا ہے کیونکہ جو حیات نبی کا قائل نہیں وہ بے دین اور بے یقین ہے۔ جو بے یقین ہے وہ
 منافق ہے اور شیطان لعین کا تابع ہے۔“

(مفتاح العارفین ص ۲۹، از قبلہ سلطان باہو)
 ولی کامل قطب وقت حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی شریف فرماتے ہیں:

دیئے جواب سلام ہمیشہ دائم زندہ ہوا

اے منکر کیوں سمجھیں ناہیں ہے دل تیرا مویا

امت نون اعلام پچائے ایسے حدیث فی دی

ہوئی ثبوت حیاتی دائم لہندے خبر بھی دی

جدوں سلام ہمیشہ جھلدا واجب چائن زندہ

صحت کامل لازم ہوئی زندہ ہے پائندہ

(ہدایت المسلمین للمیاں محمد بخش ص ۶۵)

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

اوہ محبوب قبول میرے درجو چاہے ہیں دیندار

امت کارن وچہ قبر دے استغفار کریندا

اوہ زندہ پائندہ بیٹھا اپنی وچ قبر دے

بخشش بہت اونان جھیرے جازارت کر دے

(ہدایت المسلمین ص ۴۲)

حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

زندہ در قبر است بہر امت او مستغفرت۔ (نجوم الشہابیہ رجوم اللوہابیہ ص ۴۵)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں اور امت کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر مکی حنبلی م ۹۸۲ھ فرماتے ہیں:

انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی کسائر الانبیاء فی قبرہ یراہ

ویجب الاحترام مالہ قبل الموت ومنہ عدم رفع الصوت بحضرته۔ فانہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسمعه وان سر و یراہ وان بعد۔

(حسن التوسل آداب زیارۃ افضل الرسل ص ۱۰۱، ۱۰۲)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام کی طرح اپنی قبر میں زندہ ہیں اور دیکھ

رہے ہیں اور آپ کا اسی طرح احترام واجب ہے جو کہ آپ کی ظاہری حیات میں تھا۔ اور اسی ادب میں سے ہے کہ آپ کی بارگاہ میں آواز پست رکھے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی بات سن رہے ہیں اگرچہ وہ آہستہ ہی کیوں نہ بولے اور اس کو دیکھ رہے ہیں اگرچہ وہ دور ہی کیوں نہ ہو۔

اس عبارت میں ”فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسمعه وان سر ویراہ و ان بعد“ کے الفاظ قابل توجہ ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنتے ہیں اگرچہ کوئی شخص کتنا ہی آہستہ کیوں نہ بولے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھتے ہیں، امتیوں کو ملاحظہ فرماتے ہیں چاہے وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہوں یعنی نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے دور نزدیک کا کوئی فرق نہیں۔ فافہم

حضرت امام تقی الدین سبکی تحریر فرماتے ہیں:

فہذہ نبذۃ من الاحادیث الصحیحۃ الدالۃ علی حیاۃ الانبیاء والکتاب
العزیز یدل علیہ ذلک ایضاً .. قال تعالیٰ ولا تحسبن الذین . الآیۃ و اذا ثبت
ذلک فی الشہداء ثبت فی حق النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم .

(شفاء السقام ۱۸۷)

پس یہ صحیح احادیث کا مجموعہ حیاۃ الانبیاء پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ... اور اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کو مردہ گمان بھی نہ کرو۔ جب یہ شہید کے لئے ثابت ہے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کئی وجوہ سے یہ ثابت ہے۔

امام اہل سنت مجدد دین و ملت سیدنا و امامنا شاہ احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:
فانہم صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہم طیون طاہرون احياء و
امواتا بل لاموت لہم الا انیا تصدیقا للوعد ثم ہم احياء ابداً بحیاء دنیاویۃ
روحانیۃ جسمانیۃ کما ہو معتقد اہل السنۃ و الجماعۃ و لذا لا یورثون و
یمتنع تزوج نسائہم صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہم بخلاف الشہداء الذین

نص الكتاب العزيز انهم احياء و نهى ان يقال لهم اموات.

(الطایب النبویہ فی الفتاوی الرضویہ ۳/۴۰۳، ۴۰۷ طبع جدید)

حضرت انبیائے کرام علیہم صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم۔ حیات وممات ہر حالت میں طاہر وطیب ہیں بلکہ ان کے لئے موت محض تصدیق اور وعدہ الہیہ کے بموجب ایک آن کے لئے آتی ہے پھر وہ ہمیشہ کے لئے حیات حقیقی دنیاوی و روحانی و جسمانی کے ساتھ زندہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے اسی لئے ان کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور ان کی عورتوں سے کسی کا نکاح کرنا منع ہے بخلاف شہداء کے جن کے بارے میں قرآن مجید نے صراحت فرمائی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور انہیں مردہ کہنے سے منع فرمایا ہے (مگر ان کی میراث تقسیم ہوگی اور ان کی عورتوں سے نکاح ثانی کرنا جائز ہے)

اور دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام حیات حقیقی دنیاوی و روحانی و جسمانی سے زندہ ہیں اپنے مزارات طیبہ میں نمازیں پڑھتے ہیں، روزی دیئے جاتے ہیں، جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں، زمین و آسمان کی سلطنت میں تصرف فرماتے ہیں۔

(فتاوی رضویہ ۶: ۱۵۶ طبع قدیم)

حضرت امام نجم الدین غیسی (استاذ شاہ ولی اللہ) فرماتے ہیں:

بانہم كالشهداء بل افضل منهم احياء في قبورهم فيصلون و يحجون كما ورد في الحديث الآخر.

(المعراج الکبیر ص ۶۷)

بے شک وہ (انبیائے کرام) شہدا کی طرح ہیں بلکہ ان سے بہت افضل ہیں اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں وارد ہے۔ ابن تیمیہ نے لکھا:

والانبياء احياء في قبورهم و قد يصلون.

(مختصر الفتاوی المصنوعہ لابن تیمیہ ص ۱۷۰)

اور انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔
شیخ حسن العدوی المصری مالکی م ۱۳۰۳ھ فرماتے ہیں:

و لا شک ان حيلة الانبياء عليهم الصلوة والسلام ثابتة معلومة
مستهرة و نبينا افضلهم و قال : و اذا كان كذلك فينبغي ان تكون حياته صلى
الله تعالى عليه وسلم اكمل و اتم. (مشارك الانوار بحوالہ شواہد الحق ص ۱۰)
اور بلا شک حیات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ثابت و معلوم اور مشہور ہے اور
ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سب انبیاء سے افضل ہیں جب ایسا ہے تو پھر آپ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات بھی اکمل و اتم ہے۔

حضرت علامہ امام محمد شویری مصری الشافعی فرماتے ہیں:

اما الانبياء عليهم الصلاة والسلام فلا نهم احياء في قبورهم يصلون و
يحجون كما وردت به الاخبار و تكون الاغاثة منهم معجزة لهم.
(شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق ص ۱۱۸)

اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور
حج کرتے ہیں جیسا احادیث میں وارد ہے اور ان کا مدد فرمانا ان کا معجزہ ہے۔
حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:

قد حرم الله جسده على الارض و حياته في قبره كسائر الانبياء
عليهم السلام. (نیم الریاض ۱: ۳۱۲)

تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسد اقدس کو زمین پر حرام کر دیا ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو قبر مبارکہ میں دیگر انبیائے کرام کی طرح حیات حاصل ہے۔

مزید فرماتے ہیں: وفيه دليل على انه صلى الله تعالى عليه وسلم حي

حيلة مستمرة و قد ثبت بالاحاديث الصحيحة انه صلى الله تعالى عليه وسلم

و سائر الانبياء احياء حياة حقيقية. (نیم الریاض ۳: ۴۹۹)

اور اس میں دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں اور آپ کی حیات ہمیشگی والی ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔

آپ مزید فرماتے ہیں: لانه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی فی قبرہ یسمع دعا زائرہ و من جاء عظیما لرجاء شفاعتہ لہ لا شک فی انہ یتوجہ الیہ بقلبہ و قالہ۔ (نیم الریاض ۳: ۳۹۸)

کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور زائر کی دعا سنتے ہیں اور جو آپ کی شفاعت کی امید لے کر آیا تو بلاشبہ آپ اس کی طرف دل و جسم و جان کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں۔

علامہ صاوی الماکی فرماتے ہیں:

مثل الشهداء الانبياء بل حياة الانبياء اجل واعلیٰ.

(تفسیر الصاوی علی الجلالین ۱: ۱۶۸)

شہداء کی مثل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں بلکہ انبیاء کی حیات زیادہ عزت و جلال والی اور بلند تر ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ، حدیث دہلوی فرماتے ہیں:

ان الانبياء لا يموتون وانهم يصلون ويحجون في قبورهم.

(فیوض الحرمین ص ۸۰ مترجم ص ۳۱)

حضرت شیخ شہاب الدین ربلی فرماتے ہیں:

اما الانبياء فانهم احياء في قبورهم يصلون ويحجون كما وردت به

(بحوالہ شواہد الحق ص ۱۴۱)

الاخبار.

اور بہر حال انبیائے کرام تو وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور حج

کرتے ہیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے۔

حضرت علامہ احمد علی سہارنپوری فرماتے ہیں:

والاحسن ان يقال ان حياته صلى الله تعالى عليه وسلم لا يتعقبها بل
يستمر حياته و الانبياء احياء في قبورهم. (حاشیہ بخاری ۱: ۵۱۷)

اور بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات کو موت نہیں پاسکتی
بلکہ آپ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں اور دیگر انبیائے کرام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔
حضرت علامہ اقبال شاعر مشرق فرماتے ہیں:

”میرا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ
بھی ان کی صحبت سے اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرام ہوا کرتے تھے۔ لیکن
اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں پر ناگوار ہوگا۔ اس واسطے خاموش
رہتا ہوں۔“ (بحوالہ فتراک رسول ص ۷)

حضرت امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری م ۲۶۵ھ فرماتے ہیں:

لان عندنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حي يحس و يعلم و
تعرض عليه اعمال الاممة و يبلغ الصلوة والسلام عليه على ما بينا.

(شکلیۃ المل السنۃ فی (مسائل القشیریہ ص ۲۷)

ہمارے (اہل سنت) کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں آپ کو جس اور علم
حاصل ہے اور آپ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں جیسا کہ ہم بیان کر چکے کہ آپ کو
امت کا درود و سلام پہنچایا جاتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

فاذا ثبت ان نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم حي فالحي لا بد ان
يكون عالما او جاهلا و لا يجوز ان يكون النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
جاهلا. (ایضاً)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں تو زندہ یا تو عالم ہو گیا

جاہل اور یہ جائز نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جاہل ہوں۔

اس عبارت میں حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ظاہر ہوا اور الحمد للہ یہ عقیدہ تمام اہل سنت کا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں اور امت کے حالات و واقعات سے واقف اور عالم ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جاہل کہے (جیسا کہ آج کل کے نجدی وغیرہ کہتے ہیں) وہ خود جاہل و گمراہ اور بدعتی ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

و عندهم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی فی قبرہ. (ایضاً)
اور اشاعرہ کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر اقدس میں زندہ ہیں۔
حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

ای لانه حی یرزق فی علو درجاتہ و رفعة حالہ.

(شرح شفا: ۳۹۶: ۳ حاشیہ نسیم الریاض طبع بیروت ۷۰۲)

یعنی کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ بلند درجوں میں اور عظیم بلند حالت میں۔

علامہ ابن القیم تحریر فرماتے ہیں:

قال ابو عبد اللہ وقال شیخنا احمد بن عمرو: الذی یزیح هذا الاشکال ان شاء اللہ تعالیٰ: ان الموت لیس بعدم محض و انما هو انتقال من حال الی حال و یدل علی ذلك ان الشهداء بعد قتلهم و موتهم احياء عند ربهم یرزقون فرحين مستبشرين وهذه صفة الاحیاء فی الدنیا و اذا کان هذا فی الشهداء کان الانبیاء اولیٰ به.. وقد اخبر به بانه ما من مسلم یسلم علی الارذ اللہ علیہ روحه حتی یرد علیہ السلام. الی غیر ذلك مما یحصل من جملة القطع ان موت الانبیاء انما هو راجع الی ان غیوا عنا بحيث لا ندرکهم و ان کانوا موجودین احياء و ذلك کالحال فی الملائكة فانهم احياء

(کتاب الروح ص ۵۷، ۵۸)

موجودین و لا فراہم۔

ابو عبد اللہ نے کہا کہ ہمارے شیخ احمد بن عمرو نے کہا جس سے یہ اشکال رفع ہو جاتا ہے موت عدم محض کا نام نہیں بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے کا نام ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ شہدا قتل ہوتے اور انتقال کے بعد رب کے ہاں زندہ ہیں رزق دیے جاتے ہیں اور خوش ہیں اور بشارتیں دیتے ہیں اور دنیا میں زندوں کی یہی صفات ہیں۔ لہذا جب شہدا کا یہ حال ہے تو پھر انبیاء بدرجہ اولیٰ اس کے حق دار ہیں اور تحقیق نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ زمین انبیاء کے اجسام کو نہیں کھاتی اور آپ نے خبر دی کہ جو کوئی بھی آپ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو آپ کی طرف لوٹا دیتا ہے حتیٰ کہ آپ اس کے سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ یہ اور اس جیسی دیگر احادیث سے یہ قطعی طور پر علم حاصل ہوا کہ انبیائے کرام کی وفات کا معنی صرف یہ ہے کہ وہ ہماری نظروں سے غائب ہیں کہ ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے اگرچہ وہ زندہ موجود ہیں ان کا حال فرشتوں کا سا ہے کیونکہ وہ زندہ ہیں اور موجود ہیں مگر ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

علامہ ابن القیم وہابیہ کے نزدیک بہت معتبر اور مسلم عالم ہیں۔ دیکھیں وہ کس طرح حیاۃ الانبیاء کے اثبات کے ساتھ ساتھ ان کے حاضر و موجود ہونے کی تصریح بھی فرما رہے ہیں۔ فافہم وتدبر۔

حضرت شیخ تاج الدین فاکہانی مالکی فرماتے ہیں:

یؤخذ من هذا الحديث ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حي

(الحاوی للفتاویٰ ۲: ۱۵۱)

على الدوام۔

اس حدیث شریف سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ کے

لئے زندہ ہیں۔

قاضی ابوبکر بن عربی مالکی:

و لا يمتنع رؤيه ذاته الشريفة بجسده و روحه وذلك لانه صلى الله تعالى عليه وسلم وسائر الانبياء احياء ردت عليهم ارواحهم بعد ما قبضوا.

(الحاوی للفتاویٰ ۲: ۳۶۳)

اور آپ کی ذات شریفہ کی زیارت روح اور جسد اقدس سمیت ممتنع نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیائے کرام علیہم السلام زندہ ہیں اور ان کی ارواح قبض کرنے کے بعد واپس ان کی طرف لوٹادی گئی ہیں۔

حضرت الشیخ علامہ یوسف الذجوی مصری فرماتے ہیں:

ان الانبياء وكثيرا من صالحى المسلمين الذين ليسوا بشهداء
كأكابر الصحابة افضل من الشهداء بلا شك، فاذا ثبت الحياة للشهداء
فبوتها لمن هو افضل منهم اولى على ان حياة الانبياء مصرح بها فى
الاحاديث الصحيحة.

(مقالات العلامة الذجوى فى الرد على التميميين بحوالہ التوسل بالنبي وبالصالحين ۲۷۷
للعلامة ابی حامد بن مرزوق مصری مطبوعہ ترکی ۱۹۸۴ء)

بے شک انبیائے کرام اور بہت سارے صالحین مسلمان جو کہ شہیدوں میں سے نہیں
جیسے کہ اکابر صحابہ کرام ہیں جب شہداء کے لئے حیات ثابت ہے تو جو ان سے افضل ہیں ان کے
لئے تو بدرجہ اولیٰ حیات ثابت ہونی چاہئے اور پھر حیات انبیاء میں تو صراحت کے ساتھ صحیح
احادیث مروی ہیں۔

حضرت علامہ ابی حامد بن مرزوق فرماتے ہیں:

واما حيلة الانبياء فاعلى واكمل واتم من الجميع لانها للروح
والجسم على الدوام على ما كان فى الدنيا على ما تقدم عن جماعة من العلماء.
(التوسل بالنبي وبالصالحين ص ۲۱۳)

اور حیاۃ الانبیاء تو وہ سب (شہداء اولیاء و مسلمین) سے اعلیٰ اور اکمل ہے کیونکہ ان کی روح و جسد ہمیشہ اسی طرح ہے جیسے کہ دنیا میں تھا جیسا کہ علماء کی ایک جماعت کا موقف پہلے گذر چکا ہے۔

حضرت علامہ جمیل آفندی زحادی فرماتے ہیں:

علی انہم احياء فی قبورہم۔

(الفجر الصادق فی الرد علی منکری التوسل والکرامات والنحو ارق ص ۶۱ ترکی ۱۹۷۷ء)

کہ حضرات انبیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

حضرت محمد احمد الشوری الشافعی فرماتے ہیں:

و کرامات الاولیاء لا تنقطع بموتہم اما الانبیاء فلا تہم احياء فی

قبورہم یصلون و یحبون کما وردت بہ الاخبار وتكون الاغاثۃ منہم معجزۃ
لہم والشہداء احياء عند ربہم ایضاً۔

(فتویٰ کرامات اولیاء مفتی الشیخ الشوری ملحق الدرر السنیۃ مطبوعہ ترکی ۱۹۸۱ء نقل عنہ الشیخ النعمانی فی الشواہد ص ۱۱۸)

اور اولیاء کی کرامات ان کی موت کے ساتھ منقطع نہیں ہوتی اور بہر حال انبیائے کرام تو

وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسا کہ احادیث اس سلسلہ میں
وارد ہیں اور ان کے سامنے استغاثہ پیش کرنا ان کا معجزہ ہے اور شہدا بھی اپنے رب کے پاس زندہ
ہیں۔

شیخ احمد بن شہاب الدین محمد اسجاعی شافعی م ۱۱۹۷ء فرماتے ہیں:

وہم علیہم الصلاۃ والسلام احياء فی قبورہم بلا خلاف۔

(رسالۃ فی اثبات کرامات الاولیاء ص ۷۷ الشیخ اسجاعی مطبوعہ ترکی ۱۹۱۱ء ملحق الدرر السنیۃ)

اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اس میں کسی مسلمان

کو اختلاف نہیں ہے۔

سید محسن الامین مصری لکھتے ہیں:

بانا متفقون علی انه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی فی قبرہ یعلم
(کشف الارتیاب فی اتباع محمد بن عبدالوہاب ص ۲۶۱)

زائرہ۔

ہم اس پر متفق ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر منور میں زندہ ہیں اور زائرین کو جانتے ہیں۔

سید محسن الامین مزید فرماتے ہیں:

و دلت الآیات والاخبار علی حیاتهم بعد الموت. (ایضاً ص ۲۳۸)

آیات واحادیث انبیائے کرام کے وصال کے بعد ان کی حیات پر دلالت کرتی ہیں۔
حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم فرماتے ہیں:

الانبياء والاولياء يصلون فی قبورهم کما يصلون فی بیوتهم.

(سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار ص ۱۰۴)

انبیاء و اولیاء اپنی قبروں میں اسی طرح نماز پڑھتے ہیں جیسا کہ اپنے گھروں میں۔
الشیخ عبدالکریم محمد مدرس بغدادی فرماتے ہیں:

فقد ثبت ان الانبياء احياء فی قبورهم و ان الارض لا تاكل اجسادهم.
(نور الاسلام من اراد الفوز بالمرام ص ۲۲۶ مطبوعہ ترکی)

تحقیق سے یہ ثابت ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ
ہیں اور زمین ان کے اجسام طاہرہ کو نہیں کھا سکتی۔

مولانا ابومیمونہ کراوی فرماتے ہیں:

وبحیلة الانبياء اجزم فی القبر لهم تصرف الی یوم الحشر فی
خبر المعراج والاسراء لقاء النبی بموسی وبالانبياء.

(اتحزیر الابداع عن تحزیر الابداع ص ۷۱ ملحق سبیل النجاة ترکی ۱۹۸۹ء)
اور حیاۃ الانبیاء فی القبر یہ ضرور ثابت ہے اور ان کو قیامت تک تصرف حاصل ہے اور

معراج و اسراء کی حدیث میں حضرت موسیٰ اور انبیائے کرام کی ملاقات کا ذکر اسی پر دلالت کرتا ہے۔

مولانا سعید الرحمن تیرا ہی فرماتے ہیں:

يجوز التوسل بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم كذلك يجوز بقبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم والا فليس النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بميت في الحقيقة بل هو حي يرزق.

(الحبل المتين في اتباع السلف الصالحين ص ۱۶ طبع استنبول، ۱۹۸۷ء)
جس طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل جائز ہے اسی طرح آپ کی قبر منور سے بھی جائز ہے مگر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقت میں مردہ نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں۔

حضرت علامہ فضل اللہ شہاب الدین ابو عبد اللہ تورپشتی م ۶۶۱ ھ فرماتے ہیں:
وازاں جملہ آنست کہ بدانند کہ زمین جسد ویرانخورد و بوسیدہ نہ شد و چوں زمین ازوے شکافتہ شود جسد وے بحال خود باشد و حشوی و دیگر انبیاء چہیں باشد حدیث درست است کہ

(ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء والانبياء احياء في قبورهم يصلون) اول ہمہ صلی اللہ بر خیزد از قبر مبارک پیغمبر مانچہ یاد کردہ شد و آنستن آں مہم تا تعظیم و توقیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ حق تعالیٰ بر ما فرض کردہ است۔

(المعتمد فی المعتمد ص ۱۱۸ طبع استنبول ۱۹۹۱ء)

اور ان دیگر خصوصیات کے ساتھ ساتھ یہ بھی جانتا چاہئے کہ آپ کے جسم مبارک کو زمین نہیں کھا سکتی اور نہ ہی وہ بوسیدہ ہوگا۔ اور جب زمین شق ہوگی تو آپ کا جسد اقدس اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہوگا اور اسی وجود مبارک کے ساتھ آپ اور دیگر انبیائے کرام کا حشر ہوگا اور یہ حدیث بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیائے کرام کے اجسام حرام کر دیئے ہیں انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور تمام کائنات سے پہلے قبر سے ہمارے آقا صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم اٹھیں گے۔ اس کو یاد کر لو اور جان لو کہ یہ بہت اہم چیز ہے اور کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اللہ جل مجدہ نے ہم پر فرض فرمادی ہے۔
حضرت علامہ آلوسی بغدادی ارشاد فرماتے ہیں:

والاخبار المذكورة بعد فيما سبق المراد منها كلها اثبات الحياة في القبر بضرب من التأويل والمراد بتلك الحياة نوع من الحياة غير معقول لنا وهي فوق حياة الشهداء بكثير وحياة نبينا صلي الله تعالى عليه وسلم اكمل و اتم من حياة سائرهم عليهم السلام. (روح المعاني پارہ نمبر ۲۲، ۱۲: ۳۸)

اور یہ تمام احادیث مذکورہ اور جو کچھ گذرا اس تمام سے انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات فی القبر کا اثبات ہوتا ہے اور اس سے حیات کی ایک ایسی قسم مراد جو کہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے اور یہ شہدا کی حیات سے بلند و بالا ہے اور پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات تو تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے بھی اکمل و اتم ہے۔

حضرت علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

وقال الداؤدی ای لا يموت في قبره موته اخر كما قيل في الكافرو المنافق به ان ترد اليه روحه ثم قبض.

(عمدة القاری شرح البخاری ۱۸: ۷۲ کتاب المغازی)

اور امام داؤدی نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قبر میں دوسری موت نہیں ہے جیسا کہ کافر اور منافق کے حق میں کہا گیا ہے کہ ان کو روح لوٹا کر پھر قبض کر لی جاتی ہے۔
آپ مزید فرماتے ہیں:

واراد الموتین فی الدنيا و الموت فی القبر و هی الموتان المعروفان المشهوران فلذلك ذكرهما بالتعريف هما الموتان الواقعتان لكل احد غير الانبياء عليهم الصلاة والسلام فانهم لا يموتون في قبورهم بل هم احياء. (عمدة القاری شرح صحیح البخاری ۱۶: ۸۵ باب فضائل صدیق اکبر)

اور دو موتوں سے مراد ہے کہ ایک اس دنیا میں موت اور دوسری قبر میں اور یہ دونوں موتیں معروف و مشہور ہیں اور یہ دونوں موتیں سوائے انبیائے کرام علیہم السلام کے سب کے لئے ثابت ہیں اور انبیائے کرام کے لئے موت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں۔
حضرت امام تاج الدین سبکی الشافعی فرماتے ہیں:

و من عقائدنا ان الانبياء عليهم السلام احياء في قبورهم فاین الموت
(و عندہم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی فی قبرہ۔)

(طبقات الشافعیہ ۲: ۲۶۶)

یہ ہم اہل سنت کے عقائد میں سے ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں تو پھر ان کے لئے موت کہاں ہے؟ اور (اہل سنت) کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

علامہ تاج الدین مزید فرماتے ہیں:

لان عندنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی یحس ویعلم و
تعرض علیہ اعمال الامۃ ویبلغ الصلوۃ و السلام ما بینا۔ (طبقات الشافعیہ ۲: ۲۸۲)
کیونکہ ہمارے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں جس رکھتے ہیں اور
(امت کے حالات) جانتے ہیں اور صلاۃ و سلام آپ کو پہنچایا جاتا ہے اور آپ پر امت کے
اعمال پیش کئے جاتے ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

اشاعرہ کا مسلک: وعندہم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی فی

قبرہ۔

اور ان (اشاعرہ) کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

حضرت علامہ تاج الدین السبکی مزید فرماتے ہیں: و دل علی ان نبینا صلی اللہ

(ایضاً ۲: ۲۸۰)

تعالیٰ علیہ وسلم حی فی قبرہ۔

اور یہ دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر میں

زندہ ہیں۔

حضرت علامہ امام عبدالرؤف مناوی مصری فرماتے ہیں:

(الانبياء احياء في قبورهم يصلون لانهم كالشهداء بل افضل
والشهداء احياء عند ربهم وفائدة ليست بظاهرة عندنا وهما كالملائكة و
كذا الانبياء ولهذا كانت الانبياء لا تورث.

(فيض القدير شرح الجامع الصغير ۳: ۸۴ بیروت ۱۹۷۲ء)

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں کیونکہ وہ
شہداء کی طرح بلکہ ان سے بہت افضل ہیں۔

یہاں عند ربہم کی تفسیر کا یہ فائدہ ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان شہداء کی
زندگی ہمارے پاس ظاہر نہیں ہے اور وہ شہداء ملائکہ کی طرح ہیں جیسا کہ حضرات انبیائے کرام
(کیونکہ فرشتے بھی زندہ ہیں لیکن ہمیں نظر نہیں آتے اسی طرح انبیاء ہیں۔ اسی لئے انبیاء کا کوئی
وارث نہیں ہوتا۔)

علامہ مناوی مزید فرماتے ہیں: والانبياء احياء في قبورهم يصلون .
(فيض القدير ۳: ۴۰۰)

اور انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات قبر میں ایسی ہے کہ جس پر موت واقع نہیں ہوتی۔
بلکہ آپ ہمیشہ زندہ ہیں۔ کیونکہ حضرات انبیائے کرام اپنے مزارات مقدسہ میں زندہ ہیں۔
حضرت علامہ امام علی برہان الدین حلبی شافعی فرماتے ہیں:

وفيه ان يقتضي ان الانبياء عليهم الصلاة والسلام يفرعون لانهم
احياء . (السيرة الحلبية ۳: ۳۰۴)

اور اس میں اس طرف اشارہ ہے جو کہ مقتضی ہے اس طرف کہ انبیائے کرام علیہم
الصلاۃ والسلام بیدار ہوں گے کیونکہ وہ (اپنی قبور میں) زندہ ہیں۔

حضرت امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

يدل على ان الانسان يحيا بعد الموت و كذلك قوله عليه الصلوة والسلام : انبياء الله لا يموتون و لكن ينقلون من دار الى دار.

(التفسير الكبير ۲۱: ۴۱)

یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ انسان موت کے بعد زندہ ہیں اور اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد: انبیاء اللہ مرتے نہیں لیکن ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں حضرت مولانا علامہ عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں:

فان الرسالة لا تنقطع بالموت بل و كذا الولاية و جميع المكارم الدينية كيف و الانبياء في قبورهم.

(عمدة الرعاية فی حل شرح الوقایہ ۲: ۳۰۷ کتاب الجہاد)

بے شک رسالت موت کے ساتھ منقطع نہیں ہوتی اور بلکہ اسی طرح ولایت اور تمام مکارم دینیہ منقطع نہیں ہوتیں تو نبوت کیسے منقطع ہو سکتی ہے۔ جبکہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

حضرت الشیخ حاجی عبدالوہاب بخاری م ۹۳۲ء فرماتے ہیں:

و نعت در عالم بالفعل موجود است کہ فوق جمیع نعمت ہاست و لیکن مردم قدر آں نعمت را نمی شناسد و بدان پے نمی پرند و از تحصیل آنہا غافلند کی آنکہ وجود مبارک محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بصفہ حیاۃ در مدینہ موجود است و مردم ایں سعادت را در نمی یابند و دیگر قرآن مجید کہ کلام پروردگار است۔ (اخبار الاخیار للشیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۲۱۵)

دو نعمتیں اس دنیا میں بالفعل موجود ہیں جو کہ تمام نعمتوں سے بلند اور افضل ہیں اور لوگ ان کی قدر و منزلت نہیں جانتے اور ان سے فیض حاصل کرنے سے غافل ہیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود مبارک جو کہ حیاۃ تامہ کی صفت کے ساتھ مدینہ منورہ میں موجود ہے اور لوگ اس نعمت عظمیٰ کو حاصل نہیں کرتے اور دوسری نعمت قرآن کہ یہ اللہ

تعالیٰ کا پاک کلام ہے۔

حضرت علامہ سیدی محمد بن قاسم جسوس تحریر فرماتے ہیں:

لانه حی فی قبره و کذا سائر الانبیاء۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ تمام انبیاء اپنی قبروں میں زندہ

ہیں۔

مزید فرماتے ہیں: ان الانبیاء احياء ان حياتهم زائدة على حياة الشهداء و

انها قد تعطى بعض احكام الدنيا. قال ابن حجر و قد صح ان الانبياء يحجون

و يلبون فانها لهم ليست تكليفية بل يتلذذون بها۔

(الفوائد الجلیلة السیمة ۲۳۶، دار الفکر باب فی میراث رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

بے شک انبیائے کرام علیہم السلام زندہ ہیں بے شک ان کی حیات شہداء سے افضل

ہے اور اس پر بعض دنیاوی احکام مرتب ہوتے ہیں اور امام ابن حجر نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ

انبیائے کرام حج کرتے ہیں اور تلبیہ پڑھتے ہیں اور یہ ان کے لئے عبادت تکلیفیہ نہیں ہے بلکہ وہ

اس سے لذت حاصل کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الانبياء احياء فی القبور۔ (سیر الاولیاء از میر خورد)

حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

الانبياء يصلون فی القبور شفیہ باشند و حضرت پیغمبر ماعلیہ علی آلہ الصلوٰۃ

والسلام شب معراج چون بر قبر حضرت کلیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام گذشتند و دیدند کہ در قبر نماز

می گذارد۔ (مکتوبات شریف دفتر دوم حصہ ششم مکتوب ۱۶ ص ۴۳)

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ قبور میں نماز پڑھتے ہیں یہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا

کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج کی شب جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر گذرے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت امام شمس الدین محمد یوسف کرمانی شافعی (م ۸۶۷ھ) فرماتے ہیں:

و يتحصل ان يراد ان حياتك في القبر لا يعقبها موت فلا تذوق

مشقة الموت مرتين.

(کوکب الدراری المعروف الکرمانی شرح صحیح بخاری ۱۴: ۳۱ باب بدء الخلق ص ۳۳، ۳۴)

اور یہ احتمال ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ارادہ کیا ہو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر میں حیات ایسی ہے کہ موت جس کا تعاقب نہیں کرے گی۔ (موت نہیں آئے گی) اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو مرتبہ موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے۔

حضرت علامہ احمد بن محمد قسطلانی شارح بخاری (م ۹۲۴) فرماتے ہیں:

ولا شك ان حيلة الانبياء عليهم الصلوة والسلام ثابتة معلومة

مستمرة و نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم افضلهم و اذا كان كذلك فينبغي

ان تكون حياته صلى الله تعالى عليه وسلم اكمل و اتم من حياة سائرهم.

(المواهب اللدنية ۲/ ۵۸۷، ۲/ ۵۸۸)

بلا شک حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات (قبر میں) ثابت معلوم

اور ہمیشہ رہنے والی حیات ہے اور ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سب سے افضل ہیں تو جب

آپ افضل ہیں تو چاہئے کہ آپ کی حیات فی القبر بھی سب سے زیادہ اکمل اور مکمل حیات ہو۔

حضرت مولانا ابوالحسن حسن کا کوروی فرماتے ہیں:

”حیات مستمرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدلائل قویہ ثابت ہے، کوئی مسلمان

اس سے انکار نہ کرے..... اسی طرح اور حدیثیں بہت ہیں کہ ان سے حیات مستمرہ حضرت صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بھی انبیاء علیہم السلام خصوصاً اور عموماً بعد چشیدن موت یکبارہ ثابت ہوئی ہے

..... اور جو موت قرآن شریف میں مذکور ہے کہ انک میت و انہم میتون اور جس

موت پر اجماع منعقد ہوئی سو وہ موت مراد ہے کہ جو جملہ انبیاء، شہداء اور مسلم و کافر کو ہوتی ہے، پھر انبیاء اور شہداء بعد اس موت کے یہ حیات مستمرہ زندہ کئے جاتے ہیں..... واضح ہو کہ حیات انبیاء بھی بقدر شان اور مرتبہ ہے اور حیات شہداء سے افضل ہے۔

(تفریح الاذکیانی احوال الانبیاء ۱: ۳۳۱، ۳۳۲ نفیس اکیڈمی)

حضرت علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں:

تعلق ارواحهم باجسادهم تصویر باجسادهم حیاة کحیاتها فی الدنیا و
تقصیرهم القدرة والافعال الاختیارية.

(کذا فی انسان العیون تفسیر روح البیان ۴: ۷۸) (مترجم ۱۱: ۳۷۳)

ان کی ارواح کا تعلق ان کے اجسام سے اس طرح ہوتا ہے کہ ان کے اجسام بھی اسی طرح زندہ ہو جاتے ہیں جس طرح کہ دنیا میں تھے اور ان کو افعال و اختیار کی قدرت عنایت فرمائی جاتی ہے جیسا کہ انسان العیون میں ہے۔

حضرت علامہ حافظ ابوالفرج زین الدین عبدالرحمن احمد بن رجب حنبلی (م ۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

ولان حيلة الانبياء اكمل من حياة الشهداء بلا ريب فشملمهم حكم
الاحياء. (احوال القبور و احوال ابہا الی النشور ص ۱۳۵)

کیونکہ حیات الانبیاء شہداء سے اکمل ہے اور اس میں کوئی شک نہیں پس وہ زندہ کے حکم میں شامل ہیں۔

حضرت امام شیخ الاسلام تقی الدین ابو عمرو عثمان بن صلاح شہر زوری شافعی المعروف بہ ابن الصلاح فرماتے ہیں:

والانبياء احياء بعد انقلابهم الى الآخرة من الدنيا فليحذر المرء من
ان يطلق لسانه في نفي ذلك عنه الآن صلى الله تعالى عليه وسلم من
عظم الخطاء و قد كانت الكرامية شخت بنجر اسان على الاشعري بمثل هذا

فبین ابو محمد الجوینی والقشیری وغیرہما براءتہ من ذلک۔

(فتاویٰ ومسائل ابن الصلاح ۱: ۱۳۲، ۱۳۳ جامعہ کمال الدین السلق بن احمد بن عثمان المغربی)

اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا سے آخرت کی طرف تشریف لے جانے کے بعد زندہ ہیں، پس آدمی کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ اپنی زبان سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اب رسالت اور حیات کی نفی کرے کیونکہ یہ بہت بڑی اور عظیم خطا ہے اور کرامیہ فرقہ نے خراسان میں اس شنیع عقیدہ کی نسبت امام ابوالحسن الاشعری کی طرف کی تھی تو امام ابو محمد الجوینی اور امام قشیری نے اس برے عقیدے سے امام الاشعری کی برأت ظاہر و ثابت فرمائی۔

شیخ احمد بن محمد خیر حقیقینی مالکی مدنی فرماتے ہیں:

فہو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی فی قبرہ الشریف یتصرف فی الکون باذن اللہ تعالیٰ کیف شاء۔ (المہند علی المفند ص ۱۱۰)

پس حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں باذن خداوندی کون (کائنات) میں جو چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔

مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی فرماتے ہیں:

”حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با حیات ہیں اور رحمت کا سلسلہ ہرگز منقطع نہیں ہوا۔ آپ کی حیات مبارکہ کو سمجھنے کے لئے قرآن کریم کی اس آیت کو ملاحظہ کریں جس میں شہداء کے لئے کہا گیا ہے کہ وہ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ شہید کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے طفیل ہی شہادت ملی ہے اس لئے جس کے طفیل زندگی ملے وہ زندگی سے کیسے محروم رہ سکتا ہے۔“

اس کے علاوہ اس حقیقت کو بھی سامنے رکھنا چاہئے کہ شہید کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے اور اس کی ازواج سے دوسرے شادی کر سکتے ہیں لیکن رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترکہ تقسیم نہیں ہوا اور آپ کی ازواج کو دوسروں کے لئے حرام کر دیا گیا ہے کہ وہ مومنین کی مائیں ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ شہداء سے کہیں عالی و بلند ہے۔“

(مظہر العقائد ص ۴۹، ص ۵۷ رضا اکیڈمی لاہور)
حضرت امام علامہ ابی بکر بن الحسین بن عمر ابی الفخر المراغی (م ۸۱۶ھ)
فرماتے ہیں:

وبهذا يعلم ان الحياة التي نثبتها للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم
زائدة على حياة الشهيد.

(تحقیق النصرة بلخیص معالم دارالبحرۃ ص ۱۲۰)
اور اس سے علم ہوا کہ جو ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حیات ثابت کرتے ہیں وہ
شہید کی حیات ثابت کرتے ہیں وہ شہید کی حیات سے زائد یعنی کامل تر ہے۔
امام الحرمین حضرت امام جوینی نقل فرماتے ہیں:

لما ما خلفه بقى على ما كان في حياته فكان ينفق ابو بكر منه على اهله
وخدمه كان يرى انه باق على ملك النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فان
الانبياء احياء وهذا يقتضى اثبات الحياة في احكام النبي وذلك زائد على
حياة الشهيد. (ایضاً ۱۳۰)

اور جو کچھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں آپ کے پاس تھا اس میں جو کچھ
باقی بچا حضرت صدیق اکبر نے اس کو ان اہل بیت اور خادموں میں خرچ کیا کیونکہ ان کے
نزدیک یہ میراث نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملک میں باقی تھی کیونکہ انبیاء کرام زندہ ہیں اور
یہ بات ان کی حیات کا تقاضا کرتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام میں اور یہ
حیات شہید کی حیات سے زائد و اعلیٰ ہے۔

حضرت امام العزیز عبدالسلام فرماتے ہیں:

ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حي و اعماله فيه مضاعفة اكثر
من كل احد. (فتاویٰ علامہ سبکی ۳۰۹/۱)

بے شک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں اور قبر میں ہر ایک سے ان کے اعمال

خیر بھی زیادہ ہیں۔

نوع حیات میں اختلاف:

حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے حیات فی القبور ہونے میں امت محمدیہ بالخصوص حضرات علماء اہلسنت میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس میں پوری امت کا اجماع ہے لیکن یہ کہ حیات فی القبور کی نوعیت کیسی ہے اس بارے میں علمائے اہل سنت و جماعت کے فقہاء و متکلمین اور دیگر حضرات کی اکثریت کے نزدیک تو یہ حیات حقیقی حسی دنیاوی جیسی بلکہ کئی جہات سے اس سے بھی بلند و اعلیٰ و افضل حیات مبارکہ ہے۔

چنانچہ سرخیل اہل سنت علمائے اسلاف کے عقائد کے امین برحق مجدد وقت حضرت امام الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فانہم صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم طیبون طاہرون احياء و اموات
بل لا موت لهم الا انما تصديقا للوعد ثم هم احياء ابدا بحياة حقيقة دنيوية
روحانية جسمانية كما معتقد اهل السنة و الجماعة ولذا لا يورثون و يمتنع
تزوج نساء هم صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہم بخلاف الشهداء الذين نص
الكتاب العزيز انهم احياء ونهى ان يقال لهم اموات.

(فتاویٰ رضویہ: ۱: ۶۵۳ طبع قدیم فیصل آباد، جلد ۳ ص ۲۰۳ طبع جدید رضا فاؤنڈیشن لاہور)

حضرات انبیائے کرام صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم حیات و ممات ہر حالت میں طیب و طاہر ہیں بلکہ ان کے لئے موت کا آنا محض تصدیق وعدہ الہیہ کے لئے ہے پھر وہ ہمیشہ حیات حقیقی دنیاوی روحانی و جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے اسی لئے کوئی ان کی وراثت کا حقدار نہیں ہوتا اور ان کی عورتوں سے کسی کا نکاح کرنا منع ہے۔ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم بخلاف شہداء کے کہ جن کے بارے میں قرآن مجید نے صراحت فرمائی کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو مردہ کہنے سے منع فرمایا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ اہل سنت و جماعت کا انبیائے کرام کی حیات فی القبور کے بارے

میں یہ عقیدہ ہے کہ ان کی حیات مبارکہ حقیقی دنیاوی روحانی جسمانی ہے۔
حضرت امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حياة الانبياء في القبر كحياتهم في الدنيا ويشهد له صلاة موسى في قبره فان الصلاة تستدعي جسدا حيا.
(الحاوی للفتاویٰ ۱۵۲/۲)

انبیاء کی حیات قبور میں حیات دنیا کی طرح ہے اور اس کی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کی متقاضی ہے۔

لیکن اس کے برعکس موجودہ دور کے وہابی حیات الانبیاء کے منکر ہیں اور اگر قائل ہیں تو صرف روحانی برزخی زندگی کے اور نہ صرف مخالف و منکر ہیں بلکہ قائلین کو گمراہ اور بدعتی ہونے کے بھی فتوے دے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو سرخیل وہابیہ پاکستان مولوی اسماعیل سلفی گوجرانوالہ نے اس سلسلہ میں کیا لکھا ہے۔ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی عبارت کہ ”یہ اہل سنت کا عقیدہ ہے“ لکھ کر آگے مولوی صاحب کہتے ہیں: (مگر جو اہل سنت ہیں ان کی کتابوں میں نہیں)

(تحریک آزادی، فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص ۳۸۳)

یہ تو ابھی معلوم ہوگا کہ یہ اہل سنت کی کتابوں میں سے ہے کہ نہیں۔ (انشاء اللہ تعالیٰ اور اسکے بعد مذکورہ مولوی صاحب نے سرخی جمائی ہے:

”انبیاء کی حیات دنیوی اہل بدعت کا مذہب ہے۔“

اور اس سرخی کے نیچے لکھا ہے:

”ابن القیم کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات دنیاوی اہل بدعت اور معطلہ کا مذہب ہے۔ قصیدہ نونیہ ص ۱۴۰ ملاحظہ فرمائیں۔“

(تحریک آزادی، فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص ۲۹۲)

تو اب ملاحظہ فرمائیں کہ اہل سنت کی کتابوں میں اس کی صراحت ہے یا کہ نہیں؟
حضرت امام تقی الدین علی سبکی فرماتے ہیں:

واما حياة الانبياء اعلیٰ و اکمل و اتم من الجميع لانه للروح

والجسد على الدوام على ما كان في الدنيا على ما تقدم عن جماعة من العلماء.
(الشفاء القام ۳۰۶)

اور بہر حال حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات تمام سے اعلیٰ و اکمل اور اتم ہے کیونکہ ان کی حیات جسم اور روح دونوں کو دوامی طور پر حاصل ہے جس طرح کہ دنیا میں تھی۔ اور حضرت امام جلال الدین سیوطی امام تقی الدین سبکی سے ہی نقل فرماتے ہیں:

وحياة الانبياء في القبر كحياتهم في الدنيا ويشهد له صلاة موسى في قبره فان الصلاة تستدعي جسداً حياً وكذلك الصفات المذكورة في الانبياء ليلة الاسراء كلها صفات الاجسام.

(الحاوی للفتاویٰ ۲: ۱۵۲)

اور انبیائے کرام کی قبر میں زندگی دنیا کی سی زندگی کی طرح ہے اور اس کی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کی متقاضی ہے اور اسی طرح شب معراج میں انبیائے کرام کی صفات جو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذکر فرمائیں وہ تمام کی تمام بدنی صفات ہیں۔ (نہ کہ صرف روح کی حیات صرف روحانی ہو)

حضرت امام نور الدین علی بن احمد سمهودی (م ۹۱۱) فرماتے ہیں:

واما ادلة حيلة الانبياء فمقتضاها حيلة الابدان كحالة الدنيا مع الاستغناء عن الغذاء ومع قوة النفوذ في العالم وقد اوضحنا المسألة في كتابنا المسمى بالوفا لما يجب لحضرة المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم.
(وفاء الوفا باخبار دار المصطفى ۳: ۱۳۵۵)

اور انبیائے کرام کی حیات کے دلائل اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان کی حیات ابدان کے ساتھ ہو جیسا کہ دنیا میں ان کی حالت تھی اس کے ساتھ ساتھ غذا سے مستغنی ہونے کے باوجود اور دنیا و عالم میں نفاذ کی قوت کے ساتھ اور اس کی ہم نے وضاحت اپنی کتاب "الوفا لما يجب لحضرة المصطفى" میں کر دی ہے۔

حضرت علامہ بدرالدین زرکشی فرماتے ہیں:

له صلى الله تعالى عليه وسلم في آن واحد من اقطار نواح متباعدة
معان رؤيته صلى الله تعالى عليه وسلم حق و هو حي في قبره صلى فيه باذان
واقامة بانه صلى الله تعالى عليه وسلم سراج كما قال الله تعالى و سراجا
منيرا. (زرقانی علی الموابہب ۵: ۳۹۵)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک آن میں مختلف اقطار میں موجود ہونا اور آپ کی زیارت حق ہے اور آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورج ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراجا منیرا کہا ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فمن المعتقد المعتقد انه صلى الله تعالى عليه وسلم حي في قبره
كسائر الانبياء في قبورهم وهم احياء عند ربهم و ان لا رواحهم تعلقا بالعالم
العلوي والسفلي كما كانوا في حالة الدنيا فانهم بحسب القلب عرشون و
باعتبار القلب فرشيون. (شرح الشفا علی نسیم الریاض ۳: ۲۹۴)

اور قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر منور میں زندہ ہیں جیسا کہ تمام انبیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور ان کی ارواح کا تعلق عالم علوی و سفلی کے ساتھ اسی طرح ہے جیسا کہ حالت دنیاوی میں تھا پس وہ قلب کے لحاظ سے عرشی ہیں اور قالب (جسد) کے لحاظ سے فرشی ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

بدانکہ حیات انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین متفق علیہ است میان علماء ملت و پیچ
کس را اختلاف نیست در آن کہ آن کامل تر و قوی تر از وجود حیات شہداء و مقاتلین فی سبیل اللہ
است کہ آن معنوی و اخروی است عند اللہ و حیات الامیاء حیات حسی و دنیاوی است و احادیث و
آثار در ان واقع شدہ۔ (مدارج النبوہ باب حیاة الانبیاء ۲: ۲۲۷)

جاننا چاہئے کہ جملہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات علماء ملت کے نزدیک متفق علیہ ہے اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آپ کی حیات علماء ملت کے نزدیک متفق علیہ ہے اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آپ کی حیات شہداء اور اللہ کی راہ میں مقتولوں کی حیات سے کامل تر اور قوی تر ہے کیونکہ شہداء کی زندگی تو اللہ کے نزدیک معنوی اور اخروی ہے جبکہ انبیاء کی حیات حسی اور دنیاوی ہے اور اس میں احادیث و آثار موجود ہیں۔

حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات دنیاوی و حقیقی ہونے میں علماء امت کا اجماع ہے اور اتفاق ہے اور اس میں کسی شخص کو بھی اختلاف نہیں ہے تو پتہ چلا کہ حیات الانبیاء کی حیات حقیقی دنیاوی میں اختلاف حضرت شیخ صاحب کی زندگی کے بعد پیدا ہوا اور منکرین حیات الانبیاء آپ کے بعد پیدا ہوئے۔ دوسری جگہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مزید وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

باچندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علمائے امت است یک کس را دریں مسئلہ خلاف نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی است و بر اعمال امت حاضر و ناظر (مکتوبات شریف بر حاشیہ اخبار الاخیار ص ۱۵۵)

باوجود اس بات کے کہ امت کے علماء میں (کئی مسائل میں) اختلافات ہیں اور بہت سارے مذاہب (فرقے) ہیں لیکن اس مسئلہ میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی حقیقی زندگی کے ساتھ ہمیشہ باقی ہیں اور امت کے (احوال) اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔ اس میں نہ تو مجاز کا شائبہ ہے اور نہ ہی کسی قسم کی تاویل کا وہم ہے۔

سبحان اللہ! حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ جن کی وسیع النظری و وسعت مطالعہ اہلسنت کے مخالفین (مولوی سرفراز گلہڑوی وغیرہ کو بھی تسلیم ہے وہ باوجود اپنے وسیع علم و نظر اور وسیع مطالعہ کے یہ فرما رہے ہیں کہ ہمارے زمانے تک نہ تو کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات دنیاوی کا منکر ہے اور نہ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا منکر

ہے اور یہ دونوں عقیدے بغیر شائبہ مجاز اور بغیر وہم تاویل کے ہیں۔

ان عبارات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات اور حاضر و ناظر کے منکرین (وہابیہ، دیابنہ) گیارہویں صدی ہجری کے بعد کی پیداوار ہیں اور انگریز کالگایا ہوا پودا ہیں کیونکہ حضرت شیخ صاحب گیارہویں صدی ہجری کے بطل جلیل اور مجدد ہیں۔ اور یقیناً حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح فرمایا کیونکہ آپ کے دور تک ابن تیمیہ کا فتنہ تقریباً ختم ہو چکا تھا اور شیطان کا سینک ابھی تک نجد سے نمودار نہیں ہوا تھا۔

حضرت شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۷۳) فرماتے ہیں:
 وقول مختار ومقرر جمہور ہمیں است کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام بعد از اذات موت زندہ اند حیات دنیوی۔ (تیسرا القاری شرح صحیح البخاری ۳: ۲۶۲)
 جمہور کے نزدیک طے شدہ حقیقت اور مختار قول یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام موت چکھنے کے ساتھ زندہ ہیں۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس حیات پر علماء کی اکثریت ہے وہ حیات حقیقی جسمانی اور دنیاوی حیات کے مثل ہے نہ کہ صرف روحانی اور جن علماء نے اس کو برزخی زندگی کے ساتھ تعبیر کیا ہے تو وہ صرف مکان کے لحاظ سے ہے کہ وہ اب برزخ میں ہیں اس لحاظ سے وہ ہیں تو برزخ میں لیکن زندگی بہر حال حقیقی اور جسمانی ہے۔ حضرت شیخ احمد حسنی فرماتے ہیں:
 آن حیات دنیویم خبر از بہر شاست

بعد نقلم آن وفاتم خبر از بہر شاست

(تحد احمد یہ اسمعی بہ نجوم الشہابیہ رجوم للوہابیہ ص ۷۷ مطبوعہ لاہور ۱۲۸۵ھ)

حضرت مولانا نواب قطب الدین خاں صاحب فرماتے ہیں:

”زندہ ہیں انبیائے کرام علیہم السلام قبروں میں۔ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کی وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے۔ (مظاہر حق ۱: ۲۲۵)

مندرجہ بالا حضرات علماء اسلام کی عبارات سے واضح ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں بحیۃ حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں اور یہ مذہب مہذب امت کے علماء کی اکثریت کا ہے اور یہی مسلک اہل سنت ہے۔

حضرت امام علامہ ابن حجر مکی (م ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

و اما ادلة حيلة الانبياء فمقتضاءها حياة الابدان كحالة الدنيا مع الاستغناء عن الغذاء. (الجوہر المظم فی زیارة الشریف النبوی المکرم المعظم ص ۲۷)
اور حیات الانبیاء کے دلائل متقاضی ہیں کہ وہ حیات ابدان کے ساتھ ہو جیسا کہ دنیا میں تھی۔ لیکن غذا وغیرہ سے مستغنی ہو۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: الظاهر من الادلة ان حياة الشهداء اقوى من حيلة الاولياء للنص عليها في القرآن الكريم و دون حياة الانبياء لانهم بها اولى واحرى و التفاوت فيها بمعنى التفاوت في ثمراتها غير بعيد فتأمل و قد نظر بعض ائمتنا الى ان حياته صلى الله عليه وسلم امتازت بانها تقتضى اثباتها حتى في بعض احكام الدنيا. (الجوہر المظم ص ۲۲)

ان دلائل سے ظاہر ہے کہ شہداء کی زندگی اولیاء کی زندگی سے زیادہ قوی ہے کیونکہ ان کی زندگی کے بارے میں قرآن کریم میں نص وارد ہے اور انبیاء کی زندگی ان سے اولی اور دوسری قسم کی ہے اور مختلف ہے اور یہ اختلاف حیات کے ثمرات میں سے بعید نہیں ہے اور ہمارے بعض ائمہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ممتاز ہے کیونکہ یہ حیات اثبات کا تقاضہ کرتی ہے حتیٰ کہ اس پر بعض دنیاوی احکام بھی لاگو ہوتے ہیں۔

مولانا ابوالحسن حسن کا کوری فرماتے ہیں:

”گویا حیات دیگر ان بجز حیات انبیاء حیز اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ احکام دنیوی اس پر مترتب نہیں ہوتے بخلاف حیات انبیاء علیہم السلام کہ احکام دنیویہ کا ترتب اس پر ہوتا ہے۔“

(تفریح الاذکیا: ۳۳۲)

حضرت علامہ شہاب الدین محمود آلوسی فرماتے ہیں:

ثم ان تلك الحيات في القبر و ان يترتب عليها بعض يترتب على
الحيلة في الدنيا المعروفة لنا من الصلوة والآذان و الاقامة ورد السلام
المسموع و نحو ذلك. (روح المعانی ۲۲: ۳۸)

اور پھر یہ جو قبر کی زندگی ہے اس پر معروف دنیاوی زندگی کے بعض احکام مترتب ہوتے
ہیں جیسے نماز اذان اقامت اور سلام کون کر اس کا جواب دینا اور اسی طرح دوسری اشیاء۔
قطب وقت حضرت الحاج فقیر اللہ بن عبد الرحمن حنفی فرماتے ہیں:

ورد في كثير من الاحاديث الصحيحة الصريحة بانهم احياء في
قبورهم مشغولون بعبادة ربهم يصلون و يصومون و يحجون و يلبون و ان
حياتهم حسية كحيوتهم في الدنيا الا انهم مخفون من ابصارنا لانتقالهم من
عالم شهادة الى عالم الغيب كاختفاء الملائكة الكرام الكاتبين وغيرهم.
(قطب الارشاد ص ۳۷۶)

اور بے شمار احادیث صحیحہ صریحہ میں وارد ہوا ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں، روزہ
رکھتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور تبلیغ کہتے ہیں اور ان کی حیات حسی ہے جیسی کہ دنیا میں تھی سوائے
اس کے کہ وہ ہماری آنکھوں سے ملائکہ کرانا کاتبین کی طرح چھپے ہوئے ہیں کیونکہ وہ اس جہان
شہادت سے جہان غائب کی طرف تشریف لے جا چکے ہیں۔

اب مولوی اسماعیل سلمیٰ بلکہ اس کے حواری یہ بتائیں کہ مذکورہ بالا شخصیات اہل سنت
ہیں یا نہیں؟ اور ان کی کتابوں میں حیات جسمانی دنیوی کی صراحت ہے یا کہ نہیں اور جہاں تک
ابن القیم کا تعلق ہے تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ ابن القیم کا اپنا کلام اس سلسلہ میں متضاد ہے
جیسا کہ کچھ صفحات میں گذرا کتاب الروح میں تو حیات جسمانی دنیوی کا قائل نظر آتا ہے جبکہ
قصیدہ نونیہ میں اس کا منکر۔ جو شخص خود کسی مسئلہ پر مطمئن نہ ہو اس کے کسی غیر معروف اور امت

کے علماء کے خلاف قول پر عقیدہ رکھنا اور اس کو بطور دلیل علمائے امت کے خلاف پیش کرنا کہاں کی دیانت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں کہ ”کتاب الروح“ میں کیا نقل کیا ہے:

ان الموت ليس بعدم محض و انما هو انتقال من حال الى حال و يدل على ذلك ان الشهداء بعد قتلهم و موتهم احياء عند ربهم يرزقون فرحين مستبشرين و هذه صفة الاحياء في الدنيا و اذا كان هذا في الشهداء كان الانبياء بذلك احق و اولى مع انه قد صح عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان الارض لا تاكل اجساد الانبياء. (کتاب الروح ص ۵۷)

بے شک موت عدم محض نہیں ہے بلکہ وہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال کرنا ہے اور اس پر یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ شہداء قتل اور موت کے بعد اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں خوش ہیں اور خوشخبریاں دیتے ہیں اور یہ ہی صفت دنیا میں زندہ لوگوں کی ہے۔ جب یہ (دنیوی صفات) شہداء کو حاصل ہیں تو انبیاء تو اس کے زیادہ حق دار ہیں اور اولیٰ ہیں اس کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحیح حدیث ثابت ہے کہ بے شک زمین انبیاء کرام کے اجساد کو نہیں کھاتی۔

تو جب ابن قیم خود اس چیز کا قائل ہے تو پھر دیگر حضرات پر اعتراض کیوں کر رہا ہے؟ اور اگر ابن قیم کو اس حیات کے منکرین میں شامل کر لیا جائے جیسا کہ مولوی اسماعیل سلفی نے کہا ہے تو پھر بھی ابن القیم کی حضرت علامہ امام تقی الدین سبکی کے سامنے کیا حیثیت ہے جو کہ حیات دنیوی کے بڑے زور و شور سے قائل ہیں۔ کہاں امام تقی الدین سبکی اور کہاں ابن قیم۔ امام سبکی کا مقام کیا ہے؟

اس بارے میں امام ذہبی کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں۔ وہ اس فاضل یگانہ روزگار شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

على بن عبد الكافي السبكي: و كان صادقاً مثبِتاً خيراً دِيناً حسن السميت من أوعية العلم يدري الفقه و يقرره و علم الحديث و يحرره و

الاصول و یقرئہا والعربیة و یحققہا ثم قرا بالروایات علی تقی الدین الصائغ و
صنف التصانیف المتقنة و قد بقی فی زمانہ الملحوظ الی بالتحقیق والفضل.
(مجم المختص بالمحدثین للذہبی ص ۱۶۶)

اور آپ سچے، چھان بین کرنے والے بہت دین والے، متواضع اور اچھے ارادے
والے آپ علوم کے برتنوں میں سے ایک برتن تھے۔ فقہ جانتے اور اس کی تقریر کرتے تھے اور علم
حدیث جانتے اور اس کی تحریر کرتے تھے اور آپ اصول جانتے اور پڑھتے تھے عربی جانتے اور
اس کی تحقیق کرتے تھے پھر روایات کو تقی الدین الصائغ سے پڑھا اور بہت پائدار کتابیں تصنیف
کیں اور اپنے زمانہ میں تحقیق و فضل کے لحاظ سے منظور نظر تھے۔

اور دوسری جگہ یہی امام ذہبی فرماتے ہیں: و کان تام العقل متین الدیانة مرضی
الاخلاق طویل الباع فی المناظرة قوى المراد جزل الراى ملیح التصنیف.
(مجم الشیوخ الکبریٰ ص ۳۷۳)

کہ وہ مکمل عقل کے مالک متین الدیانت اچھے اخلاق والے فن مناظرہ میں درک کامل
رکھنے والے بہت سارے قوی مواد والے اچھی رائے اور بہترین تصانیف والے شخص تھے۔
حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

و کان محققاً مدققاً نظاراً جلیلاً بارعاً فی العلوم له فی الفقه وغیره
الاستنباطات الجلیلة والدقائق اللطیفة والقواعد المحررة التي لم یسبق الیها
و کان مصنفاً فی البحث. (بغیة الوعاة فی طبقات اللغویین والنحاة ۲: ۷۷ للسیوطی)

کہ آپ (سبکی) محقق مدقق بہترین مناظر اور علوم میں کامل دسترس رکھنے والے اور فقہ
میں ان کی جلیل القدر تالیفات اور دقائق لطیفہ ہیں اور بہترین قواعد لکھے ہیں کہ ان سے پہلے ایسے
دقائق کسی نے نہ لکھے اور بحث و مناظرہ میں صاحب انصاف تھے۔

امام ابن الصلاح فرماتے ہیں:

ولیس بعد المزی والذہبی احفظ منه. (ذیل طبقات الحفاظ ۳۵۳ للسیوطی)

اور امام مزی اور ذہبی کے بعد کوئی بھی امام سبکی سے زیادہ حافظہ والا نہیں ہے۔
 حضرت امام سبکی کی شان رفیع کے جلوے اگر مزید دیکھنے ہوں تو ملاحظہ فرمائیں:
 ذیل تذکرۃ الحفاظ للذہبی ابی الحسن الحسنی الدمشقی ص ۳۹، ۴۱ تا ۴۱۲۔ ذیل العبر الحسنی ص ۴:
 ۱۶۸۔ الوفيات لابن رافع ۲: ۱۸۵، ۱۸۷۔ الدرر الكامنة لابن حجر عسقلانی ۳: ۱۳۳۔ طبقات
 الشافعية الکبریٰ للتاج الدین السبکی جلد ۶۔ النجوم الزہراء لابن تغری بردی ۱: ۱۳۹۔ طبقات الشافعية
 لابن قاضی ۳: ۵۳ تا ۵۴۔

تو اب ان کے مقابلہ میں ابن القیم کے بارے میں دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ کیا کسی بھی
 مسئلہ میں ابن قیم امام تقی الدین سبکی کے ہم پلہ ہو سکتا ہے۔ اور کیا ابن القیم کے قول سے علامہ سبکی و
 دیگر حضرات محدثین کے اقوال رد کئے جاسکتے ہیں جیسا کہ مولوی اسماعیل سلفی صاحب نے کہا
 ہے:

امام ذہبی فرماتے ہیں:

و کان يشتغل في الفقه و يجيد تقريره و في النحو و يدريه و في
 الاصلين و قد حبس مدة و اودى لانكاره شد الرحل الى قبر الخليل والله
 يصلحه و يوفقه سمع معني من جماعة و تصدر للاشتغال و نشر العلم ولكن
 معجب برايه (سبي العقل) جرى على الامور. غفر الله له.

(المعجم المختص بالمحدثين ص ۲۶۹)

وہ فقہ میں مشغول اور اس کی خوب تقریر کی نحو کو خوب جانچا اور ان دونوں اصولوں پر کام
 کیا۔ اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنے کے انکار پر کچھ مدت قید
 ہوا اور تکلیف دیا گیا اللہ اس کی اصلاح فرمائے اور اس کو نیکی کی توفیق بخشے اس نے میرے ہمراہ
 علما کی جماعت سے سماعت کی پھر نشر علم اور اشتغال میں خوب محنت کی۔ لیکن یہ بڑا متکبر کم عقل
 (ردی العقل) اور خود سر تھا۔

تنبیہ: کتاب کا ناشر اور محقق چونکہ نجدی ذہنیت کا مالک ہے اس لئے اس نے

(بحرفون الکلم عن مواضعه) کے تحت مذکورہ عبارت سے (سی العقل) کے الفاظ حذف کر دیے ہیں اور اس تحریف کا جواز یہ پیش کیا کہ

لايتوقع ان يقول الذهبي عن ابن قيم الجوزيه انه (سي العقل) بعد ان ذكر من صفاته ما ذكر خلال هذه الترجمة مما جعلنا شك في صحة نسبة هذا الحكم للذهبي.

کہ امام ذہبی سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ابن قیم جوزیہ کو یہ کہیں کہ وہ ردی عقل کا آدمی ہے اس ترجمہ میں اس کی صفات بیان کرنے کے بعد اس لئے اس حکم کو ذہبی کی طرف نسبت کرنے میں ہمیں شک ہے۔

(حالانکہ علامہ عبدالحی لکھنوی بھی (سی العقل) کے الفاظ علامہ ذہبی سے نقل فرماتے ہیں۔ (السعی المشکور ص ۸۸)

سبحان اللہ! کیسی نزالی و پختہ دلیل دی ہے کیا ایسی دلیل کسی اور شخص کے بارے میں قبول ہو سکتی ہے۔ ایسے نزالے استدلال صرف نجدی ذہن کو ہی زیب دیتے ہیں۔

بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت علامہ امام تقی الدین سبکی، امام جلال الدین سیوطی امام سمودی وغیرہم کے مقابلے میں علامہ ابن قیم کی علمی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے اور جہاں تک علم حدیث کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں تو بالکل ہی ان حضرات اور ابن قیم کے درمیان کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ اور جہاں تک عقیدہ کا تعلق ہے تو یہ ہر شخص جانتا ہے کہ ابن قیم عقیدہ میں اپنے شیخ ابن تیمیہ کی طرح جسمی اور بدعتی ہے جبکہ مذکورہ بالا ائمہ میں سے کسی ایک پر بھی بدعتی ہونے کی تہمت نہیں ہے۔

حضرت علامہ زاہد بن حسن کوثری مصری فرماتے ہیں:

و ابن القيم على بدعته قليل البضاعة في علم الرجال.

(مقالات الکوثری ص ۳۱۲)

اور ابن قیم بدعتی ہونے کے ساتھ ساتھ علم اساء الرجال میں بھی قلیل البضاعت ہے۔

تو ایسا شخص (ابن قیم) جو بقرح ائمہ دین سی العقل، جری علی الامور، قلیل البصاۃ فی الرجال، بدعتی، جیسے اوصاف سے متصف ہوا اہل سنت کا مقابلہ کرنے کی کہاں سکتا رکھتا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حیاۃ الانبیاء فی القبور حقیقی جسمانی دنیوی کا عقیدہ اہلسنت کی اکثریت کا ہے اور صرف روحانی برزخی زندگی کا عقیدہ نجدیوں وہابیوں جیسے بدعتیوں کا ہے۔

جناب مولوی احمد رضا بجنوی دیوبندی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن قیم تو بقول علامہ ذہبی وغیرہ خود ضعیف فی الرجال ہے۔ (ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۰۵)

اعتراض نمبر ۲:

جناب مولوی اسماعیل صاحب سلفی نے حضرت علامہ سیوطی پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے:

”حافظ سیوطی نے کتاب الروح سے تو استفادہ فرمایا لیکن معلوم نہیں قصیدہ نونیہ کی طرف ان کی توجہ کیوں مبذول نہیں ہوئی۔“

تو اس کا سادہ سا جواب تو یہی ہے کہ چونکہ کتاب الروح میں علامہ ابن قیم نے جمہور علماء کی موافقت کی ہے اور زیادہ تر کلام بھی اسلاف کا ہے جس کو ابن قیم نے نقل کیا ہے جبکہ قصیدہ نونیہ میں ایک تو جمہور اہل سنت کے مذہب کے خلاف لکھا گیا ہے اور پھر یہ کلام بھی ابن قیم کا اپنا ذاتی ہے اور اس میں وہ منفرد ہے۔ اس لئے حافظ سیوطی نے قصیدہ نونیہ کو قابل التفات نہیں سمجھا اور اس میں وہ حق بجانب ہیں۔ اللہ تعالیٰ سیوطی کی اس سعی و انصاف پر ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

اور پھر سلفی صاحب کی اس بات میں بھی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ دنیاوی جسمانی حیات کا قول سب سے پہلے علامہ سبکی نے کیا ہے کیونکہ حضرت علامہ سبکی سے پہلے امام اہل سنت امام محمد بن حسن بن فورک جیسی شخصیت سے بھی اسی طرح کے الفاظ مروی ہیں جیسا کہ مولوی محمد حسین نیلوی نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”لطف یہ ہے کہ سبکی بھی اس مفہوم کے موجد نہیں۔ وہ بھی خیر سے ناقل ہیں۔ چنانچہ

مواہب اللدنیہ میں ہے (۵۴:۲): نقل السبکی فی طبقاتہ عن ابن فورک قال
انہ علیہ الصلوۃ والسلام حی فی قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابداً الابد
علی الحقیقۃ لا المنجاز۔

سبکی نے ابن فورک سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام اپنی قبر عربی میں سچ
مچ کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں۔

اب معلوم کرنا چاہئے کہ یہ ابن فورک کون ہے کہ جس کی تقلید سبکی نے کی ہے پھر سبکی کی
تقلید متاخرین نے کی۔ کسی سے کیا پوچھیں خود سبکی طبقات کبریٰ ۵۴:۱ میں لکھتے ہیں: ان ابن
فورک کان رجلاً صالحاً ثم قال (الذہبی) کان مع دینہ صاحب فلتۃ وبدعة۔
ابن فورک مرد تھا، ذہبی نے کہا کہ ابن فورک دینداری کے باوجود بدعتی تھا اور غلطیاں
مارتا تھا۔ اب فرمائیے کہ اس قول کا مآخذ ہاتھ لگایا نہ؟ دنیوی زندگی کی طرح اولیاء ائمہ اطہار کو
زندہ ماننا بدعتی کا کام ہے۔ (ندائے حق: ۳۱۷، ۳۱۸)

ائمہ اسلام کے گستاخ دیوبندی مولوی کی عبارت سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ حقیقی دنیاوی
زندگی کے قول میں امام سبکی متفرد اور موجد نہیں ہیں بلکہ انہوں نے اپنے متقدمین کی اتباع کرتے
ہوئے یہ قول اپنایا ہے تو مولوی اسماعیل سلفی صاحب کا حضرت علامہ سبکی کو صرف اس لئے مطعون
کرنا کہ یہ قول صرف انہوں نے سب سے پہلے کہا کم علمی اور جہالت پر مبنی ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حضرت علامہ ابن فورک کون ہیں؟ کیا واقعی مصنف ندائے
حق کے کہنے کے مطابق بدعتی ہیں (معاذ اللہ) یا پھر صحیح العقیدہ سنی شخص ہیں۔

در اصل دیوبندیوں و ہابیوں کا معتزلیوں کی طرح یہ خیال ہے کہ جو ان کے غلط مسلک
و مذہب کو نہیں مانتا وہ معاذ اللہ بدعتی ہے۔ جیسے معتزلہ اہل سنت کو بدعتی کہتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں
تفسیر کشاف از زنجیری معتزلی کہ کئی مقامات پر اس نے اہلسنت کو اہل بدعت کے لقب سے پکارا
ہے حتیٰ کہ موجودہ معتزلہ (دیابنہ و ہابیہ) بھی اہل سنت کو بدنام کرنے کے لئے اہل بدعت کا
نار والقب دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کہ اس دیوبندی مولوی نے صرف امام ابن فورک کو ہی

بدعتی نہیں کہا بلکہ یہ لکھتا ہے کہ:

”ہوسکتا ہے کہ بدعتی ابن فورک اور سبکی کی کتابوں اور قسطلانی و شعرانی و ابن حجر کی جیسے عالی قسم کے علماء.....“
(ندائے حق ۱: ۵۱۳)

قارئین کرام! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ بیک جنبش قلم اس گستاخ و ظالم مولوی نے کس طرح ملت اسلامیہ کی عظیم شخصیات کو عالی اور بدعتی لکھ مارا ہے۔ سچ ہے کہ آئینہ میں اپنی ہی صورت نظر آتی ہے۔ یہ خود بدعتی اور گستاخ ہیں اس لئے ان کو ہر سنی صحیح العقیدہ شخص بدعتی نظر آتا ہے۔ اسی لئے تو آج کل یہ اہل سنت و جماعت کو بدعتی کہتے ہیں لیکن بد مذہب کے کہنے سے اگر کوئی بدعتی ہوتا تو سب سے پہلے معاذ اللہ صحابہ کرام ہوتے کیونکہ روافض حضرات صحابہ کرام کو بدعتی کہتے ہیں ان کے بعد حضرات ائمہ اربعہ اور بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کئی جاہل لوگوں نے بدعتی ہونے کا الزام لگایا۔ تو یہ اہل بدعت اور گمراہ فرقوں کی چال ہے اہلسنت و جماعت کو اہل بدعت مشہور کر کے اپنی گمراہی لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ اس بات کی اگر کسی کو دلیل و شہادت چاہئے تو زبختری معزلی کی تفسیر کشاف کا مطالعہ کرے اس نے ہر جگہ اہل سنت و جماعت کو اہل بدعت ہی لکھا ہے۔

ایک طرف یہ نیلوی صاحب ہیں جو کہ امام ابن فورک اور دیگر جلیل القدر ائمہ پر بدعتی ہونے کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور دوسری طرف محدثین کی جماعت ہے جو کہ ان حضرات کی عظمت بیان کر رہی ہے۔

جناب نیلوی صاحب کو چاہئے تھا کہ وہ امام ابن فورک کے بارے میں امام ذہبی کا مقولہ ”صاحب فلتة و بدعة“ کو امام تاج الدین سبکی کی طبقات سے نقل کرتے اور اگر اس قول کو امام تاج الدین سبکی کی طبقات سے نقل کیا ہے تو پھر امام سبکی کی اپنی عبارت اور اس قول کا رد جو امام سبکی نے کیا ہے وہ بھی نقل کرتے لیکن ایسا نہیں کیا۔ کیوں؟

آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

امام ابن فورک کون ہیں اور امام ذہبی نے ان کے بارے میں یہ الفاظ کیوں کہے ہیں؟

اس سلسلہ میں حضرت امام ابن عساکر صاحب تاریخ دمشق محدث شام فرماتے ہیں:

محمد بن الحسن فورک الادیب المتکلم الاصولی الواعظ النحوی ابو بکر الاصبهانی اقام او لا بالعراق الی ان درس بها علی مذهب الاشعری ثم لما ورد الی سعت به المبتدعة فعقد ابو محمد عبد الله بن محمد ثقفی مجلساً فی مسجد رجا و جمع اهل السنة و تقد من الی الامیر ناصر الدولة ابی الحسن محمد بن ابراهیم والتمسنا منه المراسلة فی توجیهه الی نیشابور ففعل و ورد نیشابور فبنی له الدار و المدرسة من خانکاه ابی الحسن البوشنجی و احیا الله تعالی به فی بلدنا انواعاً من العلوم لما استوطننا و ظهرت بركته علی جماعة من المتفقهة . کان الاستاذ او حدوقته ابو علی الحسن بن علی الذقاق یعقد المجلس و يدعو للحاضرين و الغائبين من اعیان البلد و ائمتهم فقیل له قد نسیت ابن فورک و لم تدع له فقال ابو علی کیف ادعو له و كنت اقسم علی الله البارحة بايمانه ان یشفی علّتی و کان به وجع البطن تلك الليلة... قال عبد الغفار بن اسماعیل : محمد بن الحسن بن فورک ابو بکر بلغ تصانیفه فی اصول الدین و اصول الفقه و معانی القرآن قریباً من المائة . و کان شدید الرد علی اصحاب ابی عبد الله (الکرام) و لما عاد من غزوة سم فی الطريق و مضی الی رحمة الله و نقل الی نیشابور و دفن بالحيرة و مشهده الیوم ظاهر لیستشفی به و یجاب الدعاء عنده.

(تبیین کذب المفسّری فیما نسب الی الامام ابی الحسن الاشعری ص ۲۳۲ لا ابن عساکر)

محمد بن حسن بن فورک ادیب متکلم اصولی و اعظ نحوی ابو بکر اصبهانی پہلے یہ عراق میں مقیم تھے، یہاں تک کہ مذہب امام اشعری پر درن دیا پھر جب رے میں وارد ہوئے تو بدعتیہ لوگوں نے آپ کی بدگوئی کی تو ابو محمد عبد اللہ بن محمد ثقفی نے مسجد رجا میں ایک مجلس منعقد کی اور اہلسنت کو جمع کیا اور ہم امیر ناصر الدولہ ابو حسن محمد بن ابراهیم کے پاس گئے اور اس سے التماس کیا

کہ اس کو نیشاپور بھیج دیا جائے تو اس نے ایسا ہی کیا تو ان کے لئے ابوالحسن بونجی کی خانقاہ میں گھر اور مدرسہ بنا دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سبب ہمارے شہر میں کئی قسم کے علوم کو زندہ کیا جب سے آپ وہاں سکونت پذیر ہوئے تو فقہاء کی جماعت پر ان کی برکت ظاہر ہوئی اور اپنے وقت کے یکتا حضرت ابوعلی حسن بن علی الدقاق مجلس منعقد فرماتے تھے اور شہر کے تمام حاضرین و غائبین بزرگوں اور اماموں کے حق میں دعا فرماتے تھے تو ان سے کہا گیا کہ آپ ابن فورک کو بھول گئے ہیں تو حضرت ابوعلی نے فرمایا میں ان کے لئے کیسے دعا مانگوں ان کی شان تو یہ ہے کہ گذشتہ رات میں نے ان کے ایمان کی اللہ کو قسم دے کر دعا کی کہ وہ میری بیماری سے مجھے شفا دے اور اس رات آپ کے پیٹ میں تکلیف تھی۔ امام عبدالغفار بن اسماعیل نے فرمایا محمد بن حسن بن فورک کی اصول فقہ اصول دین اور معانی قرآن میں تقریباً سو۱۰۰ تصانیف ہیں اور آپ ابو عبد اللہ الکرام (بدعتی فرقہ کرامیہ کے بانی) کے ماننے والوں کا خوب رد فرماتے تھے، جب غزنی سے لوٹے تو راستہ میں آپ کو زہر دیدیا گیا تو شہید ہو گئے، پھر ان کو نیشاپور منتقل کیا گیا اور حیرہ میں دفن کیا گیا، آج کل ان کا مزار مشہور ہے وہاں سے شفا حاصل ہوتی ہے اور اس کے قریب دعا قبول ہوتی ہے۔

امام الحافظ عبدالحق بن عبد الرحمن اشعری (م ۵۸۳) فرماتے ہیں:

و کان من الصالحین المجتہدین۔ (کتاب العاقبہ ص ۸۹ طبع بیروت)

اور وہ اولیائے مجتہدین میں سے تھے۔

اسی قسم کی عبارات و تعریف دیگر مختلف علما نے اپنی اپنی تصانیف میں لکھی ہیں:

جیسے امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ۲/۱۷۲، امام قشیری نے رسالہ قشیریہ ص ۳۱۰، وابن

خلکان نے وفیات الاعیان ۴/۲۷۳، طبقات الاسنوی ۲/۲۶۶، انجوم الزاہرہ ۴/۲۲۰، تاج

التراجم (از امام قاسم قطلوبغا حنفی) ۴/۲۶، شذرات الذہب ۳/۱۸۱، طبقات الشافعیہ لابن السبکی

۴/۱۲۷ تا ۱۳۵ طبع مصر وغیرہ۔

اس عبارت کو جناب نیلوی صاحب اور ان کے حواری بار بار پڑھیں اور غور و فکر کریں

کہ ایسا شخص جو ساری عمر اہل بدعت کے ساتھ ملک حقہ کی حقانیت کے ثبوت کے لئے مناظرے کرتا رہا ہو وہ بدعتی ہو سکتا ہے اور کیا کسی بدعتی کے صدقے اللہ علوم کو زندہ کرتا ہے اور کیا اس وقت کے تمام اہل سنت ایک بدعتی کی عزت کے لئے اکٹھے ہو کر التجا و التماس کر رہے تھے جبکہ بدعتی کی عزت کرنا حرام ہے اور کیا اپنے وقت کے غوث و قطب اور ولی کامل حضرت امام ابوعلی الدقاق ایک بدعتی کے صدقے اللہ سے شفاء کی دعا مانگ رہے ہیں۔

امام ابن عساکر، امام ذہبی، ابن خلکان، عبدالغافر، امام تاج الدین سبکی اور امام قشیری یہ تمام جو کہہ رہے ہیں کہ ان کی قبر کے طفیل بارش طلب کی جاتی ہے اور یوں دعا قبول ہوتی ہے تو کیا یہ سب بھی بدعتی بلکہ معاذ اللہ مشرک ٹھہرے اور ایک بدعتی کی قبر پر اتنا فیض اور اللہ کی رحمت کیسے نازل ہو رہی ہے۔

اصل میں بات یہ ہے کہ امام ابن فورک مذہباً اشعری تھے جیسا کہ ابن عساکر کے حوالے سے گذرا اور امام ذہبی نے خود لکھا ہے کہ: قلت کان اشعریاً راساً فی فن الکلام، اخذ عن ابی الحسن الباہلی صاحب الاشعری۔

میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ ابن فورک اشعری تھا اور فن کلام میں عظیم تھا اس نے یہ مذہب امام ابوالحسن اشعری کے شاگرد ابوالحسن باہلی سے اخذ کیا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ۱۷: ۱۶۲ اللہ ہی)

اب جب کہ ثابت ہو چکا کہ امام ابن فورک عقیدۂ اشعری تھے اور مذہباً حنفی تھے (جیسا کہ ابن قاسم قطلوبغا نے لکھا) تو اس لئے امام ذہبی کا ان کے بارے میں صاحب فلتۃ و بدعتہ کہنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ امام ذہبی اشاعرہ کے بارے میں بڑے سخت تھے وہ خود حنبلی تھے اس لئے امام تاج الدین سبکی نے امام ذہبی کے بارے میں ارشاد فرمایا، اور کیا خوب فرمایا کہ:

فالذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ متعصب جلد و هو شیخنا و لہ علینا حقوق الا ان حق اللہ مقدم علی حقہ و الذی نقول انہ لا ینبغی ان یسمع کلامہ

فی حنفی و لا شافعی و لا توخذ تراجمهم من کتبہ فانہ یتعصب علیہم کثیرا۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۴: ۱۹۱)

پس امام ذہبی متعصب اور جلد باز ہیں حالانکہ وہ ہمارے استاد ہیں اور ان کے ہم پر کئی حقوق ہیں لیکن اللہ کا حق ان پر مقدم ہے اور ہم کہتے ہیں کہ ان کا کلام نہ تو حنفی کے بارے میں اور نہ ہی شافعی کے بارے میں لینا چاہئے اور نہ ہی ان کی کتب سے ان کے بارے میں ترجمہ اخذ کرنا چاہئے کیونکہ ان کے ساتھ امام ذہبی کا تعصب بہت زیادہ ہے۔

اور اس بات میں امام تاج الدین السبکی اکیلے نہیں ہیں بلکہ آپ کی اس بات کی صداقت میں کئی اور محدثین علماء بھی امام ذہبی کے بارے میں اسی طرح کے خیالات کا اظہار فرماتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

حضرت امام الحافظ صلاح الدین خلیل بن کیکلادی علانی (م ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لایشک فی دینہ و ورعہ و تحریرہ فیما یقولہ فی الناس قال انہ غلب علیہ مذهب الاثبات و منافرة التاویل والغفلة عن التنزیہ حتی اثر ذلک فی طبعہ انحرافا شدیداً عن اهل التنزیہ و میلا قویا الی اهل الاثبات فاذا ترجم واحدا منهم یطنب فی وصفہ بنجم ماقیل فیہ من المحاسن و یربالغ فی وصفہ و یتغافل عن غلطاته و یتاویل لہ ما امکن و اذا ذکر احدا من الطرف الآخر کامام الحرمین و الغزالی و نحوہما لایبالغ فی وصفہ و یکثر من قول من طعن فیہ و یعید ذکرہ و یریدہ و یعتقدہ دینا و هو لا یشعر و یرض من محاسنہم الطافحة فلا یرتفعہا و اذا ظفر لاحد منهم بغلطة ذکرہا۔

(الاعلان بالتوہیح ص ۵۷ للسخاوی)

امام ذہبی کی دیانت تقویٰ اور دوسروں کی بابت رائے زنی میں ان کی احتیاط مسلم ہے اور کہا (العلانی نے) کہ ان پر مذهب اثبات کا غلبہ ہے۔ تاویل سے ان کو نفرت ہے اور تنزیہ کا

بہت کم لحاظ کرتے ہیں۔ اس کا اثر یہ ہے کہ وہ اہل تزیہہ سے سخت برگشتہ ہیں اور اہل اثبات کی طرف بہت زیادہ جھکے رہتے ہیں۔ جب اہل اثبات میں سے کسی کی سوانح لکھتے ہیں تو حکایت دراز کرتے ہیں اور اس کی خوبیوں کی بابت جو کچھ کسی نے کہا ہو سب بیان کر کے اس کی تعریف میں مبالغے سے کام لیتے ہیں۔ ساتھ ہی اس کی غلطیوں کی تاویل پیش کرتے ہیں۔ اس کے برعکس جب دوسرے فریق (اہل تزیہہ) میں سے کسی کا ذکر کرتے ہیں جیسے امام الحرمین اور امام غزالی وغیرہما تو زیادہ تعریف نہیں کرتے اور بیش تر اقوال نقل کرتے ہیں جس سے ان پر طعن ہو پھر ان باتوں کو بار بار دہراتے ہیں اس کو وہ دین سمجھتے ہیں اور بالکل شعور کھو بیٹھے ہیں۔ ان لوگوں کی نمایاں خوبیوں سے صرف نظر کر لیتے ہیں اور تمام کو نہیں بیان کرتے۔ البتہ جہاں کسی کی غلطی ہاتھ آئی فوراً ناک دیتے ہیں۔

تو اس کا مطلب ہے کہ امام ذہبی کی عزت و کرامت و دیانت اپنی جگہ مسلم ہے لیکن جب وہ کسی اشعری کے بارے میں رد و قدح کریں تو پھر دیگر ائمہ کے اقوال کے طرف رجوع کرنا چاہئے اور اگر دوسرے ائمہ ان کے مخالف ہوں تو پھر امام ذہبی کی اس بات اور جرح کو رد کر دینا چاہئے جیسا کہ امام ابن فورک کے بارے میں ہے۔

اور پھر امام ذہبی نے یہ صرف ابن حزم کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے کہہ دیا ہے حالانکہ وہ الزامات جو کہ ابن حزم امام ابن فورک پر لگاتے ہیں وہ ان سے صاف بری ہیں جیسا کہ تاج الدین سبکی نے طبقات میں بیان فرمایا ہے اور جہاں تک ابن حزم کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں امام تاج الدین سبکی لکھتے ہیں:

ابن حزم لا یندری مذهب الاشعرية ولا یفرق بینہم و بین الجہمیة لاجہل۔ (طبقات السبکی ۵۶:۳ بیروت)

ابن حزم مذہب اشعری کو بالکل نہیں جانتا اور جہالت کی وجہ سے وہ اشاعرہ اور جہمیہ میں فرق نہیں کرتا۔

امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

و من ثم قال المحققون انه لا يقام له وزن و لا ينظر لكلامه و لا يعول على خلافه اى فانه ليس مراعىا للدلة بل لما رآه هواه و غلب عليه من عدم تحريده و تقواه و مبالغة في سب العلماء.

(کف الرعاع عن محرمات اللہ و السماع ص ۳۱۰)

اور اسی لئے محققین نے فرمایا کہ ابن حزم کے کلام کا کوئی وزن نہیں اور نہ ہی اس کے کلام کو دیکھنا چاہئے اور نہ ہی اس کی مخالفت کا اعتبار کرنا چاہئے اس لئے کہ وہ دلائل کی رعایت نہیں کرتا۔ بلکہ اس پر اس کی خواہش نفس غالب آگئی اس کے غلط اور صحیح میں فرق نہ کرنے اور صاحب تقویٰ نہ ہونے اور علماء کی شان میں گستاخی اور عیب جوئی کرنے کی وجہ سے اس پر دنیا و آخرت میں رسوائی غالب آگئی اللہ تعالیٰ ہمیں اس قسم کے احوال سے بچائے۔

مزید لکھتے ہیں: ان العلماء لا یقیمون لابن حزم و اصحابہ وزناً. (ص ۲۱۵)

کہ علماء کرام ابن حزم اور اس کے ساتھیوں کی کسی رائے کو کوئی وزن نہیں دیتے۔

یہ تو ابن حزم کے بارے میں مختصر سا کلام تھا اور یہ اس لئے نقل کیا کیونکہ امام ذہبی کو غلط فہمی اسی کے کلام سے ہوئی تھی جیسا کہ امام ذہبی نے خود تحریر کیا ہے کہ:

و قال ابن حزم: کان يقول: ان روح رسول الله صلى الله تعالى عليه

وسلم قد بطلت وقد تلات و ما هي في الجنة. (سير الاعلام النبلاء ۱: ۲۱۶)

ابن حزم نے کہا کہ ابن فورک کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح پاک

فنا ہو چکی ہے اور وہ جنت میں بھی نہیں ہے۔

اب آئیں امام ذہبی کی اصل عبارت کی طرف تو اس میں امام ذہبی کی عبارت متناقض

ہے جیسا کہ

امام تاج الدین سبکی فرماتے ہیں:

و قال الذهبي: ابن فورک خير من ابن حزم و اجل و احسن نحلة.

(طبقات ۳: ۵۴ بیروت)

امام ذہبی نے فرمایا کہ امام ابن فورک ابن حزم سے بہتر ہے اور اس سے بڑا اور اچھا عالم ہے۔
(طبع جدید ۱۳۲۲)

مزید لکھتے ہیں:

واما قول شيخنا الذهبي انه مع دينه صاحب فلة وبدعة فكلام
متهافت فانه يشهد بالصلاح والدين لمن يقضى عليه بالبدعة ثم ليت شعري ما
الذي يعنى بالفلة فان كانت قيامه في الحق كما نعتقد نحن فيه فتلک من
الدين فان كانت في الباطل فهي تنافي الدين و اما حكمه بان ابن فورک خير
من ابن حزم فهذا التفضيل امره الى الله تعالى و نقول شيخنا ان كنت تعتقد
فيه ما حكيت من انقطاع الرسالة فلا خير فيه البتة و الا فلم لا نبهت على ان
ذلک مكدوب عليه لئلا يغتر به.

(طبقات الشافعية الكبرى ۳: ۵۵ للشيخ السبكي، طبع جدید ۱۳۳۰)

ذہبی کا کہنا ہے کہ وہ باوجود دیندار ہونے کے تنگ نظر اور بدعتی تھے تو ذہبی کا یہ کلام متضاد
ہے اس لئے کہ وہ اسی شخص کے بارے میں صلاح و دین کی شہادت دے رہے ہیں کہ جس پر خود
ہی بدعت کی تہمت لگا رہے ہیں۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ اس تنگ نظری (فلة) سے کیا
مراد ہے اگر توضیح حق کے لئے ہے جیسا کہ ہم اس کا اعتقاد رکھتے ہیں تو یہ فلة دین میں سے (جو
کہ صحیح ہے) اور اگر فلة فی الباطل مراد ہے تو یہ دین کے منافی ہے اور ذہبی کا یہ کہنا کہ ابن فورک
ابن حزم سے بہتر ہے تو اس تفضیل کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اور ہم اپنے شیخ (ذہبی سے) پوچھتے
ہیں کہ اگر آپ کا اعتقاد ابن فورک کے بارے میں وہی ہے جس کی آپ نے حکایت کی ہے (کہ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت منقطع ہو چکی تو اس (ابن فورک) میں قطعاً کوئی
بھلائی و بہتری نہیں ہے اور اگر ان کا یہ عقیدہ نہیں تو آپ نے اس بات پر تنبیہ کیوں نہیں کی کہ یہ
ابن فورک پر جھوٹ باندھا گیا ہے تاکہ لوگ اس سے دھوکہ میں نہ پڑیں۔

مسئلہ حیات الانبیاء اور علمائے دیوبند

ہر مسئلہ کی طرح اس مسئلہ میں بھی علمائے دیوبند دو گروہوں میں تقسیم ہیں۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ دونوں گروہ اپنے متفقہ اسلاف کو اپنے حامی اور اپنا ہم مسلک ثابت کرتے ہیں اور مزید عجیب بات یہ ہے کہ دیوبندیوں کے بڑوں کی عبارات و اقوال اتنی متضاد ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ کیا گورکھ دھندہ ہے۔ ایک گروہ عقیدہ حیات النبی کو شرک اکبر بتاتا ہے تو دوسرا اسی کو عین جزو ایمان بتا رہا ہے۔ اصل میں یہ اللہ جل مجدہ الکریم کا ان لوگوں سے انتقام ہے کہ ان لوگوں نے عشاق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی اہل سنت کو ناروا طور پر مشرک کہا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگ پیدا کر دیئے جو ان کو مشرک کہیں۔ سچ کہتے ہیں خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ آپس میں بدعتی، مشرک، گستاخ سبھی فتوؤں کا تبادلہ ہو رہا ہے۔ لیکن اکابرین دیوبند چاہے وہ حیات جسمانی دنیوی کے قائل ہوں یا منکر وہ اپنی جگہ پر ولی اللہ بنے ہوئے ہیں نہ بدعتی نہ مشرک اور نہ ہی گستاخ رسول۔ تو ان تمام رویوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ اختلاف محض دکھاوا ہے کہ اگر کوئی خوش عقیدہ شخص ملے تو اس کو گمراہ کرنے کے لئے ایک گروہ کھڑا ہو جائے دیکھیں جی ہم تو حیات الانبیاء کے قائل ہیں اور اگر کوئی زاہد خشک دستیاب ہو تو اس کو دوسرا گروپ کہے کہ دیکھیں جی ہم تو توحید میں اتنے پختہ ہیں کہ انبیائے کرام کو بھی عام مردوں کی صف میں شامل کرتے ہیں (معاذ اللہ) جیسے یہ لوگ سیاسی طور پر ہمیشہ دو گروپوں میں تقسیم رہتے ہیں۔ ایک حکومت وقت کے حق میں دوسرا حکومت کے خلاف تاکہ ہر طرف سے دنیاوی فائدہ حاصل کیا جاسکے۔ چونکہ یہ لوگ انگریز کے پروردہ ہیں اس لئے اس کی چال چل رہے ہیں۔ سبھی پاکستان بننے کے خلاف تھے صرف چند پاکستان کے حق میں تھے تاکہ اگر بن جائے تو وہاں سے فائدہ، نہ بنے تو ہندو خوش۔ اور ان سے فائدہ حاصل کریں گے۔ اور تاریخ بتا رہی ہے کہ ان لوگوں نے اسی طرح دنیاوی فوائد حاصل کئے ہیں۔

بہر حال یہاں کچھ علمائے دیوبند کے حوالے صرف اس لئے پیش کر رہے ہیں کہ الحمد للہ مسلک حق اہل سنت کی سچائی ظاہر ہو جائے کیونکہ مثل مشہور کہ الفصل ما شہدت بہ

الاعداء

علمائے دیوبند کے بیس بزرگوں کا فتویٰ:

عندنا و عند مشائخنا حضرة الرسالة صلى الله تعالى عليه وسلم حيا في قبره الشريف وحيوته صلى الله تعالى عليه وسلم دنيوية من غير تكليف وهي مختصة به صلى الله تعالى عليه وسلم وجميع الانبياء صلوات الله عليهم والشهداء برزخية كما هي حاصلة لسائر المؤمنين بل لجميع الناس ثبت بهذا ان حياته دنيوية برزخية لكونها في عالم البرزخ۔

(المہدی علی الفند ص ۲۸)

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیوی ہے دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو..... پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کو برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔

اور جناب مولوی حسین احمد ٹانڈوی (مدنی) نے لکھا ہے:

”آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مومنین و شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔“

(مکتوبات شیخ الاسلام: ۱۵۳)

جناب مولوی محمد ادریس کاندھلوی صاحب نے لکھا ہے:

”تمام اہل سنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز و عبادات میں مشغول ہیں اور حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے۔“ (حیات نبوی ص ۲)

مولوی شبیر احمد عثمانی نے لکھا ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی کما تقرر وانہ یصلی فی قبرہ باذان واقامة۔
(فتح الملہم شرح مسلم ۳: ۴۱۹)

بے شک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں اور اپنی قبر منور میں اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔

دوسری جگہ انہی نے لکھا ہے: ودلت النصوص الصحیحة علی حیاة الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کما سیأتی۔
(فتح الملہم ۱: ۳۲۵)

نصوص صحیحہ اس چیز پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرات انبیائے کرام زندہ ہیں جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

مولوی خلیل احمد سہارنپوری نے لکھا ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی فی قبرہ کما ان الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام احياء فی قبورہم۔
(بذل المجود ۱: ۱۱۷)

بے شک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر منور میں زندہ ہیں جس طرح کہ دیگر تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

مفتی عزیز الرحمن صاحب نے لکھا:

”اور انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات خصوصاً آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات شہدا کی حیات سے افضل و اعلیٰ ہے۔“ (فتاویٰ دارالعلوم مدلل و مکمل ۵: ۴۷۱)

مولوی احمد رضا بجنوری صاحب انوار الباری نے لکھا:

”یہاں ایک مختصر ضروری اشارہ یہ بھی کر دینا مناسب ہے کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے جب صاحب تلخیص اور امام الحرمین کی یہ تحقیق نقل کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بوجہ حیات بدستور آپ کی ملک میں رہا اور دوسری طرف موت کو بھی ماننا ضروری ہے بوجہ

نصوص قرآنی و احادیث تو اشکال پیش آیا کہ موت تسلیم کر لینے پر تو انتقال ملک وغیرہ احکام ثابت ہوں گے۔“ تو علامہ موصوف نے اس اشکال کو اس طرح رفع کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موت غیر مستمر ہے اور انتقال ملک وغیرہ کے احکام مشروط ہیں موت مستمر کے ساتھ (نہ کہ موت آتی کے ساتھ) (ملفوظات محدث کشمیری ص ۱۳۲)

جناب مولوی انور شاہ کشمیری سے مولوی احمد رضا بخجوری نقل کرتے ہیں:

درس بخاری شریف میں باب ”نفقہ نساء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وفاتہ“ پر فرمایا کہ:

”انبیائے کرام اپنی قبور میں احياء ہیں اس لئے لاحالہ ازواج مطہرات کو نفقہ خدا کے مال یعنی بیت المال سے جاری رہا۔“ (ملفوظات محدث کشمیری ص ۱۳۱)

بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی اور مسئلہ حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

مولوی محمد قاسم نانوتوی کے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ابنائے دیوبند خود مختص کی حالت میں ہیں اور حقیقتاً دیوبندیوں کے دونوں گروہ نانوتوی صاحب کے عقیدہ حیات النبی کے مخالف ہیں: اصل میں دیوبندیوں کے عقائد عام طور پر وقتی ہوتے ہیں جیسا دور دیکھا ویسا عقیدہ بنالیا۔

جب امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی اسماعیل دہلوی کی عبارات پر مواخذہ فرمایا اور دیگر کفریہ عبارات کے تحت علماء حریم شریفین سے (حسام الحرمین) نامی فتویٰ حاصل کیا تو ابنائے دیوبند میں کھلبلی مچ گئی اور رافضیوں کی طرح چند مجتہدین نے بیٹھ کر نئے عقائد ترتیب دیئے اور حقیقت میں امام اہل سنت کی تائید کردی کہ جو عقائد انہوں نے ہماری (دیوبندیوں) کی طرف منسوب کئے کہیں وہ ہمارے نہیں ہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک بھی وہ کفر ہیں۔ ہمارے (نئے) عقائد یہ ہیں اور ہم اسے حریم کے سامنے المہند نامی کتابچہ کے ذریعہ عقائد لکھ کر تائید حاصل کی۔

انہیں عقائد میں سے ایک مسئلہ حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تھا جبکہ ایک مسئلہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے متعلق تھا۔ پرانا عقیدہ تو یہی تھا کہ معاذ اللہ ”میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں“ (تقویۃ الایمان)

لیکن علمائے حرین کے سامنے بالکل اس کے الٹ لکھ کر تائیدی فتویٰ حاصل کر لیا۔ اسی طرح چونکہ اس وقت حرین شریفین کی خادمی اہل سنت کے پاس تھی اور وہ علمائے اہل سنت نجدیوں کے سخت مخالف تھے اس لئے انہوں نے علمائے دیوبند سے محمد بن عبد الوہاب نجدی کے بارے میں سوال کیا۔ وہ سوال اور اس کا جواب قارئین کی ذوق طبع کیلئے درج کر رہا ہوں تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ یہ حضرات کس طرح اپنے عقائد و اقوال وقت کے مطابق ڈھالتے اور بدلتے ہیں۔

السوال الثانی عشر:

قد کان محمد بن عبد الوہاب النجدی يستحل دماء المسلمين واموالهم و اعراضهم کان ينسب الناس كلهم الى الشرك و يسب السلف فكيف ترون ذلك وهل تجوزون تكفير السلف والمسلمين و اهل القبلة ام كيف مشربكم.

بارہواں سوال:

محمد بن عبد الوہاب نجدی حلال سمجھتا تھا مسلمانوں کے خون اور ان کے مال اور آبرو اور تمام لوگوں کو منسوب کرتا تھا شرک کی جانب اور سلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اور کیا سلف اور اہل قبلہ کی تکفیر کو تم جائز سمجھتے ہو یا کیا مشرب ہے تمہارا؟

الجواب:

الحکم عندنا فیہم ما قال صاحب الدر المختار و خوارج ہم قوم لهم منعة خرجوا علیه بتاویل یرون انه علی باطل کفروا معصیۃ توجب قتاله بتاویلهم يستحلون دمانا و اموالنا و یسبون نسانا الی ان قال و حکمهم البغاة

ثم قال فكفر هم لكونه عن تاويل و ان كان باطلا وقال الشامي في حاشيته كما وقع في زماننا في اتباع عبدالوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين و كانوا ينتحلون؟ مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون و ان من خالف اعتقادهم بذلك قتل اهل السنة و قل علمائهم حتى كسر الله شوكتهم. (المہند علی المفند ۳۳ تا ۳۶)

ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے اور خوارج کی ایک جماعت ہے شوکت والی جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی اس تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے۔ اس تاویل سے لوگ ہمارے جان و مال کو حلال سمجھتے اور ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں آگے فرماتے ہیں ان کا حکم باغیوں کا ہے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ ہم ان کی تکفیر صرف اس لئے نہیں کرتے کہ یہ فعل تاویل سے ہے اگرچہ باطل ہی سہی اور علامہ شامی نے اس کے حاشیے میں فرمایا ہے: جیسا کہ ہمارے زمانے میں (محمد بن عبدالوہاب) کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اپنے آپ کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت و علمائے اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ نے ان کی شوکت توڑ دی۔

یہ علمائے دیوبند کا متفق علیہ فیصلہ اس وقت تھا جبکہ نجدیوں کی شوکت اللہ تعالیٰ نے توڑ دی تھی مگر شومئی قسمت کہ ملت اسلامیہ کے ازلی دشمن یہود و نصاریٰ کی مدد اور ملی بھگت کے ساتھ جب نجدی ظلماء حرمین طہیین پر قابض ہو گئے تو ادھر ابنائے دیانہ نے بھی اپنا مسلک و فیصلہ تبدیل کر لیا۔ اب شاید ہی کوئی دیوبندی ہوگا جو کہ نجدیوں کے خلاف ہوگا بلکہ اب عقیدہ و فیصلہ کیا ہے تو اس سلسلہ میں دیکھئے کہ دیانہ کے امام وقت کیا تحریر فرماتے ہیں:

”محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کے پیروکار مسلک حنبلی ہیں جو مقلدین ہی کا ایک فرقہ ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کو اپنا پیشوا تسلیم

کرتے ہوئے ان کی کتابوں کی خوب نشر و اشاعت کرتے ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب باوجود حنبلی ہونے کے سطحی ذہن کے آدمی تھے اور تو حید و سنت کے خوب داعی تھے۔ ان سے وقتی مصلحت کے پیش نظر کچھ عوامی غلطیاں سرزد ہو چکی تھیں جن کی وجہ سے وہ عوام میں خاصے بدنام ہو چکے تھے۔ اور علامہ شامی اور حضرت مدنی جیسے بزرگ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے لیکن ان کے بارے میں صحیح نظریہ وہی ہے جو علامہ آلوسی اور حضرت گنگوہی کا ہے و للتفصیل مقام آخر انگریز نے ان کو اپنی سیاسی بقا کے لئے انہیں بہت بدنام کیا۔“ (تسکین الصدور ص ۲۶۶)

اور جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کا اس بارے میں کیا نظریہ تھا جس کی طرف صاحب تسکین الصدور نے اشارہ کیا تو وہ بھی دیکھ لیں۔ وہ کہتے ہیں:

”محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں جن کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔“

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۵)

بہر حال جملہ معترضہ کے طور پر یہ ایک نمونہ ہے کہ علمائے دیوبند نظریہ ضرورت کے تحت اپنے نظریات و عقائد تبدیل کرتے رہتے ہیں اور عام طور پر افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں جس کے ثبوت کے لئے حضرت علامہ ارشد القادری صاحب کی بے نظیر تصنیف ”زلزلہ“ کا مطالعہ مفید ہے۔

اسی افراط و تفریط کے مسائل میں ایک مسئلہ ”حیۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام“ بھی ہے۔ کچھ دیوبندی حضرات تو برزخی زندگی کے بھی قائل نہیں ہیں یعنی جسم اقدس کے ساتھ روح کا بالکل تعلق مانتے ہی نہیں اور کچھ قبر میں حقیقی دنیاوی زندگی کے قائل ہیں اور ان دونوں گروہوں کے برعکس بانی دارالعلوم دیوبند جناب مولوی قاسم نانوتوی صاحب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے ہی منکر ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایک آن کے لئے بھی ”موت“ واقع نہیں ہوئی اور آپ کی روح مقدرہ کا آپ کا جسد اقدس سے اخراج ہوا ہی نہیں۔

فیما للعجب!

جناب قاسم نانوتوی نے تحریر کیا:

”ارواح انبیائے کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا۔ فقط مثل نور اور چراغ اطراف وجوانب سے قبض کر لیتے ہیں اور سوا ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں اور اسلئے سماع انبیاء علیہم السلام بعد وفات زیادہ قرین قیاس ہے۔ اور اسی لئے ان کی زیارت بعد وفات بھی ایسی ہی ہے جیسے ایام حیات میں احیاء کی زیارت ہوا کرتی ہے۔ (جمال قاسمی ص ۱۶) دوسری جگہ لکھا ہے:

”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے۔ اس میں انقطاع یا تبدل و تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا۔“ (آب حیات ص ۳۷)

اور ایک جگہ اس طرح لکھا ہے:

”بالجملہ موت انبیاء اور موت عوام میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہاں استتار حیات زیر پردہ موت ہے اور یہاں انقطاع حیات بوجہ عروض موت ہے۔ بالجملہ جیسے حیات نبوی صلعم اور حیات مومنین امت میں فرق ہے۔ ایسے ہی موت نبوی صلعم اور موت مومنین میں بھی فرق ہے۔“ (آب حیات ص ۱۶۸، ۱۶۹)

یہ شخص یعنی بانی دارالعلوم دیوبند صاحب پوری امت محمدیہ کے علمائے حق کے خلاف بلکہ قرآن و حدیث اور اجماع امت کے خلاف ایک ایسا عقیدہ اپنانے کے باوجود آج کل کے نام نہاد توحید پرستوں کے نزدیک نہ تو مشرک ٹھہرا اور نہ ہی بدعتی بلکہ ان کے نزدیک حجۃ اللہ علی العالمین، شیخ الاسلام، حجۃ الاسلام، آیۃ من آیات اللہ اور فتانی اللہ اور فتانی الرسول ہے۔ فیاللعجب!

”اور اس کے برعکس امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب وفات (آئی) ماننے کے باوجود قابل گردن زدنی ہیں۔“ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

جناب مولوی سرفراز صاحب گلکھڑوی لکھتے ہیں:

”اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تمام مسلمان اس نظریہ کے حامل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے اور وفات کے لفظ آپ کے حق میں بولنا بالکل درست اور صحیح ہے لیکن وفات کے بعد آپ کو پھر حیات مرحمت ہوئی۔۔۔ جمہور علماء اسلام موت کا معنی انفاک البروح عن الجسد ہی کرتے ہیں۔“ (تسکین الصدور ۲۱۶)

جب تمام مسلمان اس نظریہ کے حامل ہیں تو مولوی قاسم نانوتوی قاسم صاحب جو اس نظریہ کے حامل نہیں ہیں وہ مسلمان ٹھہرے یا کہ نہیں؟ اور کیا ان پر اس آیت کریمہ کا حکم لاگو ہوتا ہے یا کہ نہیں؟ کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ
الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا. (سورة النساء: ۱۱۵)
اور جو رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی
راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کر دیں گے
اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

تو کیا یہ شخص مسلمانوں کے راستہ سے جدا چلایا کہ نہیں؟

اور شاید اس بات کو جانتے ہوئے ہی صاحب تسکین الصدور نے یہ واضح جھوٹ لکھ مارا
کہ: ”اور بعض علمائے ملت جن میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند
بھی ہیں حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا یہ معنی کرتے ہیں:

کہ ارواح انبیائے کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثل نور چراغ اطراف
وجوانب سے قبض کر لیتے ہیں اور سوائے ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں۔“

(جمال قاسمی ص ۱۵، تسکین الصدور ص ۲۱۶)

اب جناب مولوی صاحب سے یہ سوال یہ ہے کہ وہ بعض علمائے ملت جن کی طرف
آپ نے اشارہ فرمایا ہے وہ کون ہیں کتنے ہیں؟ ان کے اسمائے گرامی کیا ہیں؟ اہل سنت سے ہیں یا

کہ نہیں؟ اور وہ کس دور کے ہیں؟ ترتیب وار جواب دیں۔ لیکن ہمیں امید ہے کہ مولوی مذکور صاحب ہرگز ہرگز ان سوالوں کے جواب نہیں دیں گے۔

اب یہاں پر جناب مولوی سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

”الغرض حضرت نانوتوی نے کیسی صاف گوئی سے یہ واضح کر دیا ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کا عقیدہ ضروری ہے اور علمی یا ذوقی طرز پر بعض دیگر علماء کرام کی طرف موت کا جو معنی انہوں نے بیان فرمایا ہے اس کو نہ تو وہ عقائد ضروریہ سمجھتے ہیں اور نہ عام لوگوں کو اس کی تعلیم و تبلیغ کرتے ہیں۔“ (تسکین الصدور ص ۲۱۷)

اب مولوی صاحب سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر علمی اور ذوقی عقیدہ و معنی ہے تو کیا نانوتوی صاحب کے علاوہ آپ سمیت پوری ذریت دیوبندیہ بد ذوق اور بے علم ہے کہ انہوں نے یہ عقیدہ و معنی نہ اپنایا؟

اور اگر یہ عقیدہ و معنی صحیح تھا تو اس کی تعلیم و تبلیغ ہونی چاہئے تھی۔

اور اگر یہ عقیدہ و معنی غلط ہے اور یقیناً غلط ہے تو اس سے جناب نانوتوی صاحب کو تائب ہونا چاہئے تھا۔ لیکن غلط عقائد سے تائب ہونا اس کا تو دیوبندیوں کے یہاں دستور ہی نہیں ہے اور پھر یہ کہنا

”اونہ عام لوگوں کو اس کی تعلیم و تبلیغ کرتے ہیں۔“ بلفظہ

تو جناب عالی کیا آپ کے نزدیک تبلیغ صرف بستر باندھ کر اور کاندھے پر اٹھا کر ہی کی جاتی ہے؟ اور نانوتوی صاحب نے بستر نہیں اٹھایا۔

کیا کتب لکھنا اور بار بار اس عقیدہ کا اظہار و تحریر کرنا تعلیم و تبلیغ نہیں تو اور کیا ہے؟

اس معنی و عقیدہ کے ثبوت کے لئے تو جناب نانوتوی صاحب نے مستقل ضخیم کتاب

”آب حیات“ کے نام سے لکھی اور پھر وہ کتاب شائع بھی ہوئی۔ کیا یہ تعلیم و تبلیغ نہیں ہے؟

اور یہ مسئلہ اپنی دیگر کتب مثل ”جمال قاسمی“ اور ”لطائف قاسمیہ“ میں بھی بیان کیا تو اگر

اب بھی کوئی کہے کہ یہ تعلیم و تبلیغ نہیں ہے تو یہ اس کے دماغ کا پھیر ہے یا پھر واقعی وہ شخص سمجھتا

ہے کہ تبلیغ صرف لوٹے اور بستر اٹھا کر کی جاسکتی ہے اس کے علاوہ کا تصور بھی نہیں ہے۔

اب دوسرے گروہ کی سنئے کہ جو ہر اس شخص کو بدعتی مشرک قرار دیتا ہے جو کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قبر منورہ میں زندہ تسلیم کرتا ہے یا آپ کے جسد اقدس جسد عنبری سے آپ کی روح مقدسہ کا تعلق مانتا ہے۔ وہ تو تسلیم کرتا ہے کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے جیسا کہ مولوی محمد حسین نیلوی کہتا ہے:

”گروہ نمبر ۱۔ جسد اطہر سے روح مبارک حضرت کی خارج ہی نہیں ہوئی بلکہ اندر ہی اندر سمٹ کر رہ گئی اور پہلے سے زیادہ حیات قویہ ہو گئی ہے۔ یہ ہے مسلک حضرت قاسم العلوم والخیرات نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا۔۔۔

جمال قاسمی ص ۱۵ میں واشگاف الفاظ میں فرماتے ہیں: انبیائے کرام علیہم السلام کے ارواح کا اخراج نہیں ہوتا“

حضرت نانوتوی جس معنی سے موت مانتے ہیں یہ معنی متعارف نہیں بلکہ حضرت موت بمعنی ”سترہ الحیاء“ لیتے ہیں۔ (ندائے حق ۱: ۵۳۶)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

”لیکن حضرت نانوتوی کا یہ نظریہ صریح کے خلاف ہے اس حدیث کے جو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل فرمائی ہے۔“ (ندائے حق ۱: ۶۳۶)

ایک اور جگہ لکھا ہے:

”مگر انبیائے کرام علیہم السلام کے حق میں مولانا نانوتوی قرآن و حدیث کی نصوص و اشارات کے خلاف جمال قاسمی ص ۱۵ میں فرماتے ہیں: ”ارواح انبیائے کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا۔“ (ندائے حق ۱: ۷۲۱)

بہر حال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وہ نہیں جو دوسرے علماء کا ہے۔

(ندائے حق ۱: ۷۲۰)

اب جب اتنے حوالہ جات سے یہ ثابت ہو گیا کہ جناب نیلوی صاحب کے نزدیک

جناب نانوتوی صاحب قرآن و حدیث کی نصوص اور علمائے امت کے خلاف مسلک رکھتے ہیں تو اب ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب نیلوی صاحب کا نانوتوی صاحب کے بارے میں کیا فتویٰ ہوگا جو کہ صرف علامہ ابن فورک کو محض اس لئے بدعتی ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قبر انور میں حقیقی جسمانی اور دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ مانتے ہیں۔ اور علامہ سبکی امام ابو بکر قسطلانی شارح بخاری قطب وقت امام شعرانی اور امام علامہ ابن حجر مکی صرف قبر میں حیات النبی ماننے کی وجہ سے غالی کا لقب پا چکے ہیں۔ (ندائے حق ۱: ۵۰۳)

تو آئیے دیکھئے کہ جناب نیلوی صاحب منکروقات النبی نانوتوی صاحب کے بارے میں کیا فرماتے ہیں:

”اب میرے اس قول سے یہ نہ سمجھ لینا کہ حضرت نانوتوی کے حق میں گستاخی کر گیا ہے اور مرزا گاماں کے مساوی قرار دے گیا ہے۔ والعیاذ باللہ! میرے ہاتھ اور زبان جل جائیں اگر ان کے حق میں گستاخی کروں، ہمیں قرآن تو یہ سے یہ یقین ہے کہ آپ فتانی الرسول تھے، حد عشق رسول میں انتہا کو پہنچ چکے تھے۔“ (ندائے حق ۱: ۵۷۵)

حضرات قارئین کرام! دیکھئے یہ لوگ ہیں قرآن و حدیث کے نام نہاد مبلغ اور توحید کے پرچاری۔ یہ ہے میزان عدل۔ اور یہ ہے قرآن کریم کے حکم: اعدلوا وھو اقرب للتقویٰ پر عمل۔

جناب نیلوی صاحب کیا اگر نانوتوی صاحب فتانی الرسول تھے تو امام محمد بن الحسن ابن فورک امام تقی الدین سبکی، امام عبدالوہاب شعرانی اور امام ابن حجر مکی کیسے بدعتی اور غالی ہو گئے۔ گستاخ رسول تو فتانی الرسول کے رتبہ پر فائز ہو گئے اور عشاق رسول بدعتی اور غالی بن گئے۔ (فیاللعجب)

اٹھ عقل ایسی کسی کو خدا نہ دے ☆☆☆ دے آدمی کو موت مگر یہ بدادانہ دے

شبہ: اور اگر یہ ذہن میں آئے کہ ایسے معنی کرنا جیسے کہ نانوتوی صاحب نے کئے ہیں یہ

تو واقعی محبت رسول کے متقاضی ہیں اور جناب نانوتوی تو واقعی عاشق رسول تھے۔

تو بات یہ نہیں ہے۔ دراصل جناب نانوتوی صاحب ہر مسئلہ میں جمہور امت کے خلاف چلے ہیں۔ انہوں نے یہاں موت کے معنی بھی جمہور امت کے خلاف کر کے ایک نیا فتنہ برپا کر دیا تھا۔ اسی طرح خاتم النبیین کا معنی عجیب و غریب کرتے ہیں ”تحذیر الناس“ نامی کتاب میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی، عوام کا خیال بتاتے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اور نبی آنے کا عقیدہ رکھتے ہوئے خاتم النبیین کا معنی قادیانیوں کو خوش کرنے کے لئے ان کی مرضی کے مطابق کر دیا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ مرزا قادیانی نے ان سے ہی معنی کشید کیا ہے۔

اور اگر نانوتوی صاحب انفاک الروح عن الجسد کے معروف معنی کو چھوڑ کر استتار الروح فی الجسد کا نظریہ پیش کر کے اور یہ کہہ کر کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متصف بحیات بالذات ہیں فتانی الرسول ہیں تو وہ یہی الفاظ و نظریہ دجال لعین کے لئے اپنانے پر فتانی الدجال کیوں نہیں ٹھہرے؟

اب آپ جناب نانوتوی صاحب کی دجال کے بارے میں عبارت و عقیدہ پڑھیں اور پھر سوچیں کہ یہ کتنے بڑے عاشق رسول ہیں۔

”جیسے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بوجہ منشائیت ارواح مومنین جس کی تحقیق سے ہم فارغ ہو چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوئے ایسے ہی دجال بھی بوجہ منشائیت ارواح کفار جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں متصف بحیات ہوگا اور اس وجہ سے اس کی حیات قابل انفاک نہ ہوگی اور موت و نوم میں استتار ہوگا، انقطاع نہ ہوگا اور شاید یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ابن صیاد جس کے دجال ہونے کا صحابہ کو ایسا یقین تھا کہ قسم کھا بیٹھے تھے۔ اپنے نوم کا وہی حال بیان کرتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی نسبت ارشاد فرمایا یعنی بشہادت احادیث وہ بھی یہی کہتا تھا کہ تنام عینای و لا ینام قلبی اور اس وجہ سے خیال مذکور یعنی دجال کا منشا مولد ارواح کفار کو ہونا اور پھر اس کے ساتھ ابن صیاد ہی کا دجال ہونا زیادہ تر صحیح ہوا جاتا ہے اور اس کی صحت کا گمان قوی ہوا جاتا ہے۔“

معاذ اللہ، استغفر اللہ! گستاخی اور بے باکی کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان (دیوبند) میں اس کی کوئی حد و انتہا ہے ہی نہیں۔

یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ آقائے کل جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک روح الارواح ہے۔ اور آپ کی ذات مقدسہ تمام ممکنات کے لئے منشاء وجود ہے۔ لیکن دجال لعین کے لئے منشاءیت ارواح کفار کا قول کرنا کہاں کی دانشمندی و علمی و ذوقی بات ہے۔ بھلا بتلاویہ بھی کوئی عقلمندی ہے۔ تو بندہ تھا خدا کا اور اب تو دیوبندی ہے۔

ان لوگوں کا بھی عجیب معاملہ ہے کبھی تو شیطان کو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اعلم بتائیں (براہین قاطعہ) اور کبھی دجال لعین کو پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر ٹھہرائیں اور پھر صرف یہی نہیں کہ دجال کو متصف بحیات بالذات جان کر اس کے حق میں امتناع انفاک حیات کا قول کرنا بلکہ دجال کی موت اور نیند کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موت اور نیند سے پورا پورا تطابق کرنے کے لئے ”تنام عیشای و لاینام قلبی“ کا وصف نبوت بعینہ دجال لعین کے لئے ثابت کرنا اور اس کے ثبوت میں خود دجال کے قول کو دلیل بنانا یہ سب کچھ کیا ثابت کرتا ہے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا دجال لعین ؟

بقول شاعر

کند ہم جنس باہم جنس پرواز

کبوتر با کبوتر باز باباز!

علمائے دیوبند کے بارے میں ہم اختصار سے کام لیتے ہوئے اس بحث کو اس جگہ پر ختم کرتے ہیں۔

غیر مقلدین اور حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیر مقلدین وہابیہ نجدیہ (حیلۃ النبی فی القبر) کے متقدمین کی اکثریت تو حیات النبی فی القبر کی قائل تھی لیکن بعد میں اس کے منکرین پیدا ہوتے گئے اور اب تو اکثریت اس کی منکر ہو چکی ہے۔ اور جو مانتے ہیں وہ بھی صرف برزخی زندگی جیسی کہ عام لوگوں کو قبور میں حاصل

ہے۔ اس سے زیادہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات فی القبر کو حیثیت دینے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔

یہاں ہم چند غیر مقلدین کے بھی حوالے پیش کرتے ہیں تاکہ ہمارا موقف زیادہ واضح ہو جائے۔

جناب قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی صاحب فرماتے ہیں:

(والاحادیث) فیہا مشروعیۃ الاکثار من الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الجمعة وانہا تعرض علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و انہ حی فی قبرہ . و قد ذهب جماعة من المحققین الی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی بعد وفاتہ و انہ یسر بطاعات امتہ و ان الانبیاء لا یسلون مع ان مطلق الادراک کالعلم والسماع ثابت لسانہ الموتی . و ورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشهداء انہم احياء یرزقون و ان الحیۃ فیہم متعلقۃ بالجسد فكیف الانبیاء والمرسلین . (مثل الاوطار ۳: ۲۳۸)

اور ان احادیث میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جمعہ کے دن کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھنے کی مشروعیت ہے اور بے شک درود شریف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پیش کیا جاتا ہے اور بلا شک و شبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور بے شک محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور اپنی امت کے نیک کاموں سے خوش ہوتے ہیں اور بے شک انبیائے کرام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے جبکہ مطلق ادراک جیسے علم اور سماع تو سب قبر والوں کے لئے ثابت ہے۔ اور شہداء کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید میں نص وارد ہوئی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق ملتا ہے اور ان کی یہ حیات جسم کے ساتھ ہے حضرات انبیاء و مرسلین کی حیات جسم سے متعلق کیوں نہ ہوگی۔

شوکانی کی اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ چونکہ شہداء عظام کی حیاتیۃ فی القبر جسمانی

ہے تو انبیائے کرام کی حیات بطریق اولیٰ حقیقی و جسمانی ہوگی۔ کیونکہ انبیاء کے اجسام تو بالاتفاق صحیح و سالم ہوتے ہیں اور یہ ہر قسم کے تغیر و تبدل سے پاک ہوتے ہیں۔ علامہ شوکانی ہی ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

وانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی فی قبرہ بعد موتہ کما فی حدیث الانبیاء احياء فی قبورهم و قد صححه البيهقي و الف في ذلك جزءاً قال الاستاذ ابو منصور البغدادی . قال المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبينا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی بعد وفاته (انتہی) (نیل الاوطار ۵)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات کے بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ انبیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اس مسئلہ میں انہوں نے ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔ استاذ ابو منصور البغدادی نے فرمایا ہے کہ ہمارے اصحاب میں متکلمین اور محققین کا ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں۔

نواب صدیق الحسن بھوپالوی صاحب لکھتے ہیں:

انه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی فی قبرہ بعد موتہ کما فی حدیث الانبیاء احياء فی قبورهم و قد صححه البيهقي.

(السرارج الوہاج شرح مسلم ۵۰۴)

بے شک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال مقدس کے بعد اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اس حدیث کی امام بیہقی نے تصحیح فرمائی۔

یہی نواب صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

”آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں اندر اس کے اذان اور اقامت کے

ساتھ و كذلك الانبياء“ (الشہادۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ ص ۵۲)

جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب سلفی لکھتے ہیں:

”اہل سنت کے دونوں مکاتب فکر کے اصحاب الرائے اور اہل حدیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شہداء اور انبیاء زندہ ہیں۔ برزخ میں وہ عبادات، تسبیح و تہلیل فرماتے ہیں۔ ان کو رزق بھی ان کے حسب حال اور حسب ضرورت دیا جاتا ہے۔“

انبیاء کی زندگی کے متعلق سنت میں شواہد ملتے ہیں۔ صحیح احادیث میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق عبادات وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔ (تحریک آزادی فکر ۳۸۵)

مولوی عطاء اللہ خفیف نے لکھا ہے:

انہم احياء في قبورهم يصلون و قد قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من صلى على عند قبري سمعته و من صلى على فائيا بلغته.

(التعليقات السلفية على سنن النسائي ۱: ۲۳۷)

حضرات انبیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے تو میں خود اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے تو مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

مولوی شمس الحق عظیم آبادی نے لکھا ہے:

فان الانبياء في قبورهم احياء قال ابن حجر المكي و ما افاده من ثبوت حيلة الانبياء حياة بها يتعبدون و يصلون في قبورهم مع استغنائهم عن الطعام و الشراب كالملائكة .. و قد ذهب جماعة من المحققين الى ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حي بعد وفاته و انه يسر بطاعات امته

(عون المعبود شرح ابوداؤد ۱: ۴۰۵)

حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ امام ابن حجر مکی جانتے ہیں کہ انبیاء کی حیات ایسی ہے کہ وہ عبادات کرتے ہیں اور اپنی قبور میں نمازیں ادا

کرتے ہیں اور ملائکہ کی طرح کھانے پینے سے مستغنی ہیں..... اور محققین کی ایک جماعت کا یہی دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور اپنی امت کے نیک اعمال پر خوش ہوتے ہیں۔

اس عبارت میں: انه يسر بطاعات امته. (کہ وہ اپنی امت کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں) قابل غور ہے۔ یہ عبارت شوکانی نے بھی نقل کی ہے جیسا کہ گذرا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی امت نیک اعمال کر رہی ہے یا کہ نہیں لازماً یا تو آپ پر اعمال پیش ہوتے ہیں جیسا کہ احادیث مبارکہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ یا پھر آپ خود اعمال امت پر حاضر و ناظر ہیں جیسا کہ قرآن میں حکم خداوندی ہے۔

اعْمَلُوا فَيَسِيرَ إِلَيْكُمْ اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ. (توبہ: ۱۰۵)

عمل کرو اللہ اور اس کا رسول تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں اس طرف اشارہ بھی فرمایا ہے جس کا حوالہ پچھلے صفحات میں گذر چکا ہے۔

ویل وہابیہ جناب مولوی وحید الزماں صاحب نے لکھا ہے:

”توکل پیغمبر کے جسم زمین کے اندر صحیح و سالم مع جسم صحیح و سالم ہیں اور قبر شریف میں زندہ ہیں جو کوئی قبر کے پاس درود بھیجے یا سلام کرے تو آپ خود سن لیتے ہیں۔ اگر دور سے درود بھیجے تو فرشتے آپ تک پہنچا دیتے ہیں۔“ (سنن ابن ماجہ مترجم: ۱/۲۵۶)

غیر مقلدین کے شیخ اکل جناب مولوی میاں نذیر حسین دہلوی فرماتے ہیں:

”اور حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ خصوصاً آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں۔ چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہے لیکن کیفیت حیات کی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ اس کی کیفیت بخوبی معلوم نہیں۔“

(فتاویٰ نذیریہ: ۵۱، ۵۲ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ۹: ۲۸۲، ۲۸۳)

جناب حافظ گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

”انبیاء علیہم السلام عالم برزخ میں زندہ ہیں یہ زندگی برزخی ہے نہ کہ دنیوی انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ بلکہ سب لوگ زندہ ہیں اسی لئے وہاں تعظیم و تعذیب کی صورت ہے۔

حدیث: الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون۔

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری)

(الاعتصام ۲ شمارہ ۸ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ۹: ۱۲۵)

حمد بن ناصر نجدی نے کہا ہے:

فان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء فهم فی قبورهم

(مجموعہ رسائل النجدیہ ۴: ۶۵۲)

طریوں۔

بے شک اللہ نے زمین پر حرام فرمادیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے پس وہ اپنی

قبور میں تروتازہ ہیں۔

حضرت امام محی الدین بن شرف فرماتے ہیں:

و لیکن من اول قدومه الى ان يرجع مستشعر تعظیمه صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم ممتلی القلب ہیئہ کانه یراہ .. فیقول السلام علیک یا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(کتاب الایجاز فی المناسک للنووی ص ۴۶، ۴۷)

اور اول حاضری کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے

لوٹے اور آپ کے رعب و ہیبت سے اس کا دل بھر پور ہو گیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو

دیکھ رہے ہیں پھر اس طرح عرض کرتے السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت امام ابوالحسن قادیانی حنفی (م ۱۳۰۵) فرماتے ہیں:

ثم انهض الى القبر المكرم فاستقبله واستدبر القبلة مستحضر جلاله

هذا الموقف ملاحظا نظره السعيد اليك و سماعه كلامك ورده سلامك
و تامينه على دعائك و قل السلام عليك يا رسول الله السلام عليك يا
حبیب الله. (غنية الطالبين فی ما یجب من احکام الدین للقاوینی ۱۱۵، مصر)

اور پھر قبر منورہ کی طرف باادب اس طرح کھڑا ہو کہ قبر شریف کی طرف منہ اور پیٹھ قبلہ
کی طرف ہو۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلالت کو مد نظر رکھتے ہوئے کیونکہ یہ وہ مبارک جگہ
ہے کہ آپ کی نظر مبارک تجھ پر ہے اور وہ تیرا کلام سماعت فرما رہے ہیں اور تیرے سلام کا جواب
مرحمت فرماتے ہیں اور تیری دعا پر آمین فرماتے ہیں پھر یوں عرض گزار ہو۔ یا رسول اللہ آپ
پر سلام اے حبیب اللہ آپ پر سلام ہو۔

حضرت امام عبداللہ محمود بن مودود موصی حنفی فرماتے ہیں:

و یقف کما یقف فی الصلوة و یمثل صورته الکریمۃ البھیة صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کانه نائم فی لحدہ عالم بہ یسمع کلامہ. و یقول السلام
علیک یا نبی اللہ. (الاختیار لتعلیل المختار للإمام عبداللہ: ۱۷۶)

زائر روضہ اقدس کے سامنے یوں کھڑا ہو جیسے قیام نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور آپ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ کا تصور کرے گویا کہ آپ محو استراحت ہیں اور اس کا کلام سنتے
ہیں تو چاہئے کہ زائر عرض کرے السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا نبی اللہ۔
حضرت امام ابن الحاج مکی فرماتے ہیں:

وقد قال علمائنا رحمۃ اللہ علیہم ان الزائر یشعر بنفسه بانہ واقف
بین یدیه علیہ الصلوة والسلام کما هو فی حیاته اذلا فرق بین موتہ و حیاته
اعنی فی مشاہدته لأمتہ و معرفته باحوالہم و نیاتہم و عزائمہم و خواطرہم و
ذلک عنده جلی لا خفا فیہ. (المدخل لابن الحاج: ۲۵۹)

ہمارے علماء نے بیان فرمایا کہ زائر اپنے آپ کو خیال کرے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے سامنے کھڑا ہوا ہے جیسا کہ آپ کی ظاہری حیات میں کھڑا ہوا جاتا تھا یعنی آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنی امت کو مشاہدہ فرمانے اور ان کے احوال اور ان کی نیتیں وعزائم جاننے میں آپ کی حیات و وفات میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ تمام اشیاء آپ کے سامنے واضح ہیں مخفی نہیں ہیں۔

حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحقیق کی کسوٹی پر

یہ روایت الحمد للہ بالکل صحیح ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں علماء و محدثین کے کئی حوالوں سے ثابت ہوا لیکن اس کے باوجود بعض عظمت انبیاء کے منکر لوگوں نے اس کی صحیح سند میں کلام کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی ناکام جسارت کی ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ چونکہ یہ حدیث حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی حقیقی جسمانی اور دنیاوی زندگی ثابت کرتی ہے اس لئے منکرین کی یہ کوشش ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس حدیث کو ضعیف ثابت کر کے اپنا غلط عقیدہ وہ مسلک عوام میں رائج کر سکیں۔ لیکن ہم اللہ کے فضل و کرم سے ثابت کریں گے کہ یہ حدیث شریف ہر لحاظ سے قابل حجت و صحیح ہے۔

اس پر ابھی تک جو اعتراضات ہماری نظر سے گزرے ہیں ہم ان کو ترتیب وار نقل کر کے ان کے مسکت جوابات دیتے ہیں۔

پہلا اعتراض:

اس حدیث کی سند پر اعتراض کرتے ہوئے مشہور غیر مقلد مولوی اسماعیل سلفی صاحب نے لکھا ہے:

اس حدیث کی سند میں حسن بن قتیہ خزاعی ہے جس کے متعلق ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابن عدی کا قول ”لا یساس بہ“ ذکر کر کے اپنی اور دوسرے ائمہ کی رائے ذکر فرمائی:

قلت بل هو هالك قال الدار قطني في رواية البرقاني مروي
الحديث قال ابو حاتم ضعيف قال الازدي واهي الحديث قال العقيلي كثير
الوهم ۲۴۱/۱ (یعنی ائمہ جرح و تعدیل کی نظر میں یہ ہالک متروک الحدیث ضعیف و اہی الحدیث

اور کثیر الوہم ہے۔)

حافظ ابن حجر نے لسان المیزان ص ۲۲۶ ج ۱ میں ذہبی کی پوری عبارت نقل فرما کر اس جرح کی تصدیق فرمادی ہے۔ حافظ خطیب بغدادی نے بھی اسے وہی الحدیث اور متروک الحدیث فرمایا ہے۔ (تاریخ بغداد ۷: ۲۰۵)

(تحریک آزادی فکر اور حضرت شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص ۲۰۵) •

جواب:

یہ اعتراض بالکل سطحی اور مردود ہے کیونکہ ہمارے علم کے مطابق اس حدیث کا اپنی سند کے ساتھ اخراج کرنے والے محدثین کی تعداد کم از کم نو ہے۔

ان میں سے (۱) امام بیہقی نے حیاة الانبیاء ص ۱۵ میں، (۲) امام بزار نے مسند البزار، (کشف الاستار عن زوائد البزار ۳: ۱۰۱) (۳) امام ابن عساکر نے (تہذیب تاریخ دمشق ص ۴۲۲) (۴) امام تمام بن محمد الرازی نے فوائد التمام ۴: ۲۲۶، (۵) امام ابن عدی نے الکامل ۲: ۳۹۷ میں جس سند کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے اس میں یہ راوی (الحسن بن قتیبہ موجود ہے)

لیکن اس کے برعکس (تاریخ دمشق ۱۳: ۳۲۶ مطبوعہ قلمی نسخہ ۵۶۶/۴) (۶) امام ابویعلی الموصلی نے (مسند ابویعلی ۶: ۱۴۷ تحقیق ڈاکٹر سلیم اسد)، امام بیہقی نے (حیاة الانبیاء ص ۱۷ اور ۷) امام ابونعیم اصبہانی نے (تاریخ اصبہان ۳/ ۸۳) میں اس کو جس سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں یہ راوی ہے ہی نہیں اور ہمارا استدلال اسی سند کے ساتھ ہے جو کہ امام ابویعلی نے نقل کی ہے۔

(۸) اور اس روایت کو امام ابن مندہ نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں (شرح الصدور ص ۵۵ للسیوطی) لیکن فی الحال ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ابن مندہ کی سند میں یہ مجروح راوی ہے یا کہ نہیں کیونکہ علامہ سیوطی نے اس کی سند پیش نہیں کی۔ (۹) اسی طرح اس کو حافظ شیروہ بن شہردار بن الدیلی نے (فردوس الاخبار ۱: ۱۵۴) میں بغیر سند کے نقل کیا ہے۔ (کتاب الافراد للدارقطنی کذا فی اطراف الافراد ۳۱۲ برقم ۶۹۰)

تو ثابت ہوا کہ جناب سلفی صاحب کا یہ اعتراض بالکل بے محل اور مردود ہے اور جناب سلفی صاحب کی کم علمی اور علم حدیث سے ناواقف ہونے کا بین ثبوت ہے کیونکہ ایک راوی پر جرح کر کے کسی حدیث کو ضعیف ٹھہرانا صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ وہ مجروح راوی متفرد ہو۔ اور حدیث کا دار و مدار اسی مجروح راوی پر ہو لیکن یہاں ایسا معاملہ ہرگز نہیں ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ معترض صاحب اس اصول سے واقف نہیں ہیں۔

دوسرا اعتراض:

اس حدیث کی سند پر دوسرا اعتراض مولوی سجاد بخاری دیوبندی نے یوں کیا ہے:

”مگر یہ حدیث صحیح کی شرطوں پر پورا نہیں اترتی۔ اول اسلئے کہ اس کا ایک راوی ہے ابو الجہم الازرق بن علی، یہ ثقاہت کے اس درجہ سے محروم ہے جو صحیح حدیث کی شرط ہے۔ وہ صدوق ہے اور یہ توثیق کا بہت ادنیٰ درجہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عمداً جھوٹ نہیں بولتا لیکن غلطی سے روایت میں غلط سلط باتیں کہہ جاتا ہے۔ الازرق بن علی کے بارے میں ابن حجر فرماتے ہیں الازرق بن علی حنفی ابوالجہم صدوق یغرب من الحادیۃ عشرۃ۔ (تقرب ص ۲۵)

ازرق بن علی حنفی ابوالجہم صدوق ہے، غریب حدیثیں بیان کرتا ہے۔ گیارہویں طبقہ سے ہے۔

نیز فرماتے ہیں: ذکر ابن حبان فی الثقات وقال یغرب۔

(تہذیب التہذیب ۱: ۲۰۰)

ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ غریب حدیثیں لاتے ہیں۔

(اقامۃ البرہان علی ابطال وساوس ہدیۃ الخیر ان ص ۲۴۹)

جواب:

پہلے نمبر پر تو یہ بات ہے کہ یہ راوی ثقہ ہے اور جہاں تک علامہ ابن حجر نے اس کو صدوق یغرب کہا ہے تو یہ جرح نہیں تعدیل ہے اور یہ کہنا کہ یہ ثقاہت کے اس مرتبے سے محروم ہے جو کہ صحیح حدیث کی شرط ہے مردود ہے چونکہ ہم پچھلے صفحات میں بالتفصیل اور باحوالہ محدثین

کرام کے حوالہ جات نقل کر آئے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اگر علامہ ابن حجر کا صدوق یغرب کہنا اس کو صحیح کے مرتبہ سے گراتا ہے تو یہ تو آپ نے صحیحین کے روایات کے بارے میں بھی لکھا ہے تو کیا صحیحین بھی صحت کے درجے سے گرجائیں گی؟

ملاحظہ فرمائیں حضرت علامہ ابن حجر صحیح بخاری کے راوی ازہر بن جمیل کے بارے میں لکھتے ہیں:

ازہر بن جمیل بن جناح الهاشمی مولا ہم البصری الشطی صدوق یغرب من العاشرة . (تقریب التہذیب ۱: ۲۶)

ازہر بن جمیل بن جناح الهاشمی مولا ہم البصری الشطی صدوق ہے غریب حدیثیں لاتا ہے اور دسویں طبقہ میں سے ہے۔

اور ایک راوی سلمہ بن رجا کے بارے میں لکھتے ہیں:

سلمة بن رجا التميمي ابو عبد الرحمن الكوفي صدوق یغرب من الثامنة . (تقریب ۱: ۱۳۰)

سلمہ بن رجا تمیمی ابو عبد الرحمن کوفی صدوق ہے غریب احادیث لاتا ہے اور آٹھویں طبقہ سے ہے۔

اسی طرح مسلم کے راوی خالد بن قیس کے بارے میں لکھا ہے:

خالد بن قيس بن رباح الازدي الحداني البصري صدوق یغرب من السابعة . (تقریب ۱: ۹۰)

خالد بن قیس بن رباح ازدی حدانی بصری صدوق ہے غریب حدیثیں لاتا ہے۔
تو ثابت ہوا کہ اگر ان روایات کی احادیث صحیحین میں ہوں اور وہ صحت کے درجے سے نہ گریں تو لازرق بن علی پر بھی اسی طرح کے الفاظ ہوں تو حدیث کیوں درجہ صحت سے گرجاتی ہے؟

اور پھر اس کو امام ابن حبان نے ”ثقة یغرب“ کہا ہے جیسا کہ خلاصہ تہذیب الکمال

میں علامہ صفی الدین احمد بن عبدالحزرجی فرماتے ہیں:

و قال ابن حبان ثقة يغرب. (خلاصہ تہذیب الکمال ۱: ۶۴)

ابن حبان نے فرمایا کہ ثقہ ہے اور غریب احادیث لاتا ہے۔

تو اس صفت کے راوی تو صحیحین میں بہت ہمارے ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ (ثقہ غریب) والا راوی صحت کے درجے سے گر جاتا ہے تو پھر تو صحیحین کے بہترے روایات درجہ صحت سے گر جائیں گے اور صحیحین کی صحت بھی مشکوک ٹھہرے گی۔ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ ثقہ غریب کے الفاظ کس کس راوی کے بارے میں بیان کئے گئے ہیں۔

ابراہیم بن طہمان: اس راوی سے بخاری و مسلم سمیت تمام اصحاب ستہ نے روایت لی

ہے۔

اس کے بارے میں علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

ثقة يغرب و تعلم فيه الارجا. (تقریب ۱: ۳۰)

ثقہ ہے غریب حدیثیں لاتا ہے، مرجئی ہے۔

بشر بن خالد: بخاری و مسلم کا راوی ہے۔ یہ بھی ثقہ غریب ہے۔ (تقریب ۱: ۴۴)

ابراہیم بن سوید: ثقہ غریب. (تقریب ۱: ۲۰)

بشر بن سلیمان: صحیح مسلم کا راوی۔ ثقہ غریب. (تقریب ۱: ۴۶)

الحسن بن احمد بن ابی شعیبہ: ثقہ غریب. (تقریب ۱: ۶۸)

تو اب کیا کہتے ہیں دیوبندی علماء کرام کہ یہ تمام روایات صحیح کے مرتبے میں ہیں یا نہیں؟

ان کی روایات صحت کے درجے تک ہیں یا کہ نہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ غریب اور غریب الحدیث کی اصطلاحات میں فرق

نہیں جانتے ورنہ ایسا کبھی نہ لکھتے۔

ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہے اور اگر کوئی ہٹ دھرمی سے کام لے اور کہے کہ ہم نہیں

مانتے کہ یہ راوی ثقہ ہے اور اس کی روایت صحیح کے مقام پر ہے تو ہم کہیں گے کہ اس روایت میں

اگر یہ راوی ضعیف بھی ثابت ہو جائے تو ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ اس راوی کی متابعت موجود ہے۔ جو کہ امام ابو نعیم الاصبہانی کی سند میں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ابو نعیم کی سند:

حدثنا علي بن محمود ثنا عبد الله بن ابراهيم بن الصباح ثنا عبد الله محمد بن يحيى بن ابي بكير ثنا المستلم بن سعيد عن حجاج عن ثابت البناني عن انس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: الانبياء احياء في قبورهم يصلون. (کتاب ذکر اخبار اصہبان ۲: ۸۳)

بِسْمِ مَذْكُورِ نَبِيِّ اَكْرَمِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعْنِي ارشاد فرمایا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

اس سند میں ازرق بن علی راوی نہیں بلکہ اس کے بجائے عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکر ہے جو کہ ازرق بن علی کا متابع ہے اور ہے بھی ثقہ۔

ملاحظہ فرمائیں (اس راوی کے بارے میں) خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

عبد الله بن محمد بن يحيى بن ابي بكير، ابو عبد الرحمن سمع جده يحيى بن ابي بكير قاضي كرمان روى عن احمد بن جعفر التغلبي ويحيى بن صاعد و محمد بن مخلد و كان ثقة. (تاریخ بغداد ۱۰: ۸۰)

عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکر، ابو عبد الرحمن اس نے اپنے دادا یحییٰ بن بکر جو کہ کرمان کے قاضی تھے سے سماعت کی اور اس سے احمد بن جعفر تغلبی یحییٰ بن صاعد اور محمد بن مخلد نے روایت لی اور یہ ثقہ ہے۔

امام ابوالشیخ اصہبانی فرماتے ہیں:

عبد الله بن محمد بن يحيى بن ابي بكير الكرمانى قدم اصبهان و حدث بها و كان صدوقاً. (طبقات المحققین باصہبان والوارثین علیہا ۲: ۲۸۳ بیروت) وہ صدوق (سچا) ہے۔

امام ابو نعیم فرماتے ہیں:

عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر الکرمانی ابو محمد و قیل
ابو عبد الرحمن قدم اصبہان و حدث بها و کان صدوقاً۔

(کتاب ذکر اخبار اصبہان ۲: ۵۱)

وہ صدوق (سچا) ہے۔

امام ابن حبان فرماتے ہیں:

عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر الکرمانی یروی عن جدہ
یحییٰ بن ابی بکیر و یزید بن ہارون ثنا عنہ احمد بن یحییٰ بن زہیر التستری
و غیرہم، مستقیم الحدیث۔ (کتاب الثقات لابن حبان ۸: ۳۶۵)

عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر کرمانی اپنے دادا یحییٰ بن ابی بکیر اور یزید بن ہارون
سے روایت کرتا ہے اور اس سے احمد بن یحییٰ بن زہیر تستری نے روایت لی ہے اور یہ مستقیم
الحدیث ہے۔

ثابت ہوا کہ یہ متابع جو کہ ازرق بن علی کا ہے یہ قوی اور ثقہ ہے اور دیوبندیوں کا اس
راوی کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف قرار دینا ان کی کم علمی اور تعصب کے سوا کچھ نہیں ہے۔
اور علمی دنیا میں اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض: مولوی سجاد بخاری غلام خانی نے لکھا ہے:

”اس حدیث کا ایک راوی مستلم بن سعید ہے۔ وہ ثقہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہم کا

شکار بھی ہو جاتا ہے۔“

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

مستلم بن سعید الثقفی الواسطی صدوق عابد ربما وہم۔

(تقریب ص ۳۵۱)

مستلم بن سعید ثقفی واسطی صدوق ہے اور بعض دفعہ وہم کا بھی شکار ہوتا رہتا ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ربما خالف.

ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ کبھی کبھی روایت حدیث میں ثقات کی مخالفت کرتا ہے۔

جواب:

قارئین کرام یہ ہے ان لوگوں کی علمی دیانت اور مبلغ علم کہ ایک تو تہذیب سے صرف ربما خالف کے الفاظ نقل کئے ہیں اور دیگر محدثین کے اقوال تعدیل مولوی صاحب نہ جانے کیوں چھپا گئے ہیں جبکہ یہ راوی ثقہ ہے اور ایسے راوی پر مبہم جرح قطعاً مردود اور ناقابل الثقات ہے۔ ملاحظہ فرمائیں!

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی نقل فرماتے ہیں:

مستلم بن سعید الثقفی الواسطی العابد . قال حرب عن احمد شیخ ثقة من اهل واسط قليل الحديث وقال اسحاق بن منصور عن ابن معين صويلح.. وقال النسائی ليس به بأس و ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ربما خالف. (تہذیب التہذیب ۱۰: ۱۰۴)

امام احمد نے فرمایا: کہ یہ شیخ ثقہ ہے۔ امام ابن معین نے فرمایا ہے صویلح ہے۔ بلکہ امام نسائی نے فرمایا کہ اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں بیان فرمایا اور کہا کہ کبھی کبھار مخالفت کرتا ہے۔

ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہے جیسا کہ

امام داؤد نے امام احمد سے نقل فرمایا ہے:

سمعت احمد قيل له المستلم؟ قال ثقة.

(سوالات ابی داؤد فی الجرح والتعدیل ص ۳۲۱)

ثقہ ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں:

صدوق۔ (الکاشف ۳: ۱۱۹) سچا ہے۔

اب جبکہ یہ راوی ثقہ و صدوق ثابت ہو گیا تو ربما وہم وربما خالف کے الفاظ اس راوی کو ثقاہت کے درجے سے گرا نہیں سکتے۔ ملاحظہ فرمائیں مشہور دیوبندی عالم ظفر احمد عثمانی تھانوی لکھتے ہیں:

اذا قالوا في رجل : له اوهام او بهم في حديثه او يخطي فيه . فهذا لا ينزله عن درجة الثقة ، فان الوهم اليسير لا يضر ولا يخلوا احد.

(قواعد في علوم الحديث ۱۶۸)

اور جب کسی راوی کے بارے میں محدثین کہیں کہ له اوهام (اس کے لئے وہم ہیں) یا وہ حدیث میں وہمی ہے یا غلطی کرتا ہے تو یہ الفاظ اس کو ثقہ کے درجہ سے نہیں گراتے کیونکہ قلیل وہم مضر نہیں ہے اور اس سے خالی و پاک کوئی ایک بھی نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ جرح ہی نہیں۔ اگر یہ جرح ہے تو پھر صحیحین سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں۔ دیکھیں کتنے رواۃ کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے یہ الفاظ فرمائے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

(خ) ابراہیم بن یوسف بن اسحاق (م۔ خت) اسامہ بن زید اللیشی (م) اسمعیل بن عبد الرحمن اسدی (خ) ایمن بن نابل (خ) جابر بن عمرو (م) جبر بن نوف (ح) حاتم بن اسمعیل (م) حرب بن ابی العالیہ (خ) حرمی بن عمارہ (خ) حزم بن ابی حزم (خ) حسن بن الصباح (م) حسن بن فرات (م) حمید بن زیاد (م) ربیعہ بن کلثوم۔ عبد اللہ بن عبد اللہ بن قیس وغیرہم کے بارے میں یہی الفاظ مروی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں تقریب التہذیب۔

تو ثابت ہوا کہ یہ خود ساختہ اعتراض بھی پہلے اعتراضات کی طرح مردود ہے۔ چوتھا اعتراض:

اس حدیث کی سند پر منکرین شان رسالت کا بزعم خویش بہت وزنی اور بہت اہم یہ

اعتراض ہے کیونکہ یہ ان کا خود ساختہ نہیں بلکہ یہ اعتراض دنیائے علم و فن کے ایک بہت بڑے ماہر یعنی حضرت امام ذہبی نے کیا ہے۔

مولوی سجاد بخاری صاحب اس سلسلہ میں یوں رقمطراز ہیں:

ایک راوی حجاج بن الاسود ہے۔ یہ راوی ذات اور حال دونوں اعتبار سے مجہول ہے مستلم بن سعید کے سوا کوئی اس سے روایت نہیں کرتا۔ یہ حدیث جو اس نے ثابت بنانی کے واسطے سے حضرت انس سے بیان کی ہے

امام ذہبی اس کو حدیث منکر فرماتے ہیں:

حجاج بن الاسود عن ثابت البنانی نكرة ما روى عنه فيما اعلم سوى
مستلم بن سعيد فأتى بخبر منكر عنه عن الانس في ان الانبياء احياء في
قبورهم يصلون رواه البيهقي. (ميزان الاعتدال ۱: ۴۶۰)

حجاج بن الاسود ثابت بنانی سے روایت کرتا ہے وہ مجہول العین والحال ہے۔ میرے علم کے مطابق مستلم بن سعید کے سوا کوئی اور اس سے روایت نہیں کرتا۔ چنانچہ اس نے ثابت کے ذریعے انس سے ایک منکر حدیث روایت کی ہے کہ انبیاء قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔

جواب: جناب سجاد بخاری صاحب کا یہ کہنا کہ یہ راوی ذات اور حال (مجہول العین والحال) ہے یہ بالکل غلط ہے اور امام ذہبی نے بھی اس راوی کا مجہول ہونا کسی محدث سے نقل نہیں فرمایا یعنی امام ذہبی سے پہلے اس راوی کو کسی بھی محدث نے نکرہ یا مجہول نہیں لکھا۔ یہ امام ذہبی کا اپنا قول و اجتہاد ہے جو کہ عقل و نقل کے لحاظ سے خلاف واقعہ و غلط ہے ملاحظہ فرمائیں امام ذہبی خود فرماتے ہیں:

وان قلت: فيه جهالة او نكرة او يجهل او لا يعرف و امثال ذلك
ولم اعزوه الى قاتل فهو من قبلى. (ميزان الاعتدال ۱: ۶)

اگر میں کسی راوی کے بارے میں کہوں کہ اس میں جہالت ہے یا وہ نکرہ ہے یا جہالت

کی نسبت اس کی طرف معروف یا اس جیسا کوئی لفظ کہوں اور اس کی کسی کی طرف نسبت نہ کروں تو یہ جرح میری طرف سے ہوگی۔

ثابت ہوا کہ امام ذہبی کا اپنا اجتہاد ہے۔

پہلے نمبر پر تو بات یہ ہے کہ یہاں امام ذہبی کو سہو ہو گیا ہے۔ یہ راوی مجہول نہیں ہے جیسا کہ امام عسقلانی فرماتے ہیں: حجاج بن الاسود . انما هو حجاج بن ابی زیادة الاسود يعرف بزق العسل وهو بصری .. قال احمد ثقة ورجل صالح وقال ابن معین ثقة و قال ابو حاتم صالح الحديث و ذكره ابن حبان في الثقات . (لسان المیزان ۲: ۱۷۵)

حجاج الاسود... وہ حجاج بن ابی زیاد ہے جو کہ زق العسل کے نام سے مشہور ہے اور بصری ہے امام احمد نے فرمایا ثقہ ہے اور صالح آدمی ہے۔ امام ابن معین نے فرمایا ثقہ ہے اور ابو حاتم نے کہا کہ صالح الحدیث ہے۔ امام ابن حبان نے اس کو باب الثقات میں (۲۰۲: ۶) ذکر کیا ہے۔

اور اسی طرح امام ابن ابی حاتم نے بھی اس راوی کی تعدیل ہی نقل کی ہے۔ جرح کا کوئی لفظ نقل نہیں کیا۔ ملاحظہ فرمائیں کتاب الجرح والتعدیل ۱۶۱: ۳ اور امام سبکی بن معین نے کہا حجاج الاسود بصری ثقہ ہے۔ (تاریخ سبکی بن معین ۲: ۱۰۱)

اب جبکہ یہ بات دلائل سے واضح ہو گئی کہ یہ راوی مجہول نہیں بلکہ معروف اور زبردست ثقہ ہے تو یہ روایت بھی صحیح ثابت ہو گئی۔

لیکن بعض حضرات امام ذہبی کی اس عبارت کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں۔ اور طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں۔

مولوی سجاد بخاری لکھتے ہیں:

”اسماء الرجال میں امام ذہبی استقراء تام کے مالک ہیں اور اس فن میں ان کی رائے معاصرین اور بعد کے علماء کی رائے پر فائق اور رائج ہے۔ یہ بات بظاہر صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ

امام ذہبی ایسا ماہر فن اور رجال کا وسیع علم رکھنے والا امام احمد، ابن معین اور ابو حاتم ایسے ائمہ جرح و تعدیل کی توثیق سے بے خبر ہو اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ جریر، عیسیٰ، حماد اور روح ایسے ائمہ ثقات اس سے روایت کرتے ہیں اور اس بے خبری میں مجہول کہہ دیا..... الخ۔

(اقامۃ البرہان، ۲۵۲)

ایک اور شخص یعنی شرمحمد مماتی نقل کرتے ہیں:

”علامہ ذہبی وہ ہیں جن کو نقد رجال میں کامل ملکہ حاصل ہے۔ جب علامہ ذہبی کو روایت اور رجال کے پرکھنے کی مکمل مہارت حاصل ہے اور ان کے بعد آنے والے جملہ محدثین کرام ان پر اس فن میں کلی اعتماد کرتے ہیں تو ان پر بلا وجہ الزام کیوں عائد کیا جاتا ہے کہ یہ ان کا وہم ہے۔“
(آئینہ تسکین الصدور ص ۳۲)

جواب:

امام ذہبی کی اسماء الرجال میں تحقیق و علم استقراء تام کے درجہ میں ہے۔ یہ بجا۔ اور ”روایت“ اور رجال کو پرکھنے کی مکمل مہارت ہے۔ یہ بھی صحیح۔ لیکن امام ذہبی معصوم نہیں ہیں کہ ان سے غلطی کا امکان ہی نہ ہو اور اس راوی کو نکرہ کہنا ان کی غلطی ہے جس کا انہوں نے خود بھی اقرار کیا ہے اس راوی کے بارے میں امام ذہبی خود فرماتے ہیں:

قلت حجاج ثقة. (تلخیص المستدرک ۴: ۳۲۲ کتاب الرقاق)

حجاج ثقہ ہے۔

امام ذہبی خود اس راوی کو ثقہ گردانتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ میزان میں یا تو علامہ ذہبی کو سہو ہو گیا ہے یا پھر انہوں نے بعد میں ویسے ہی اس جرح سے رجوع کر لیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، آپ فرماتے ہیں:

حجاج الاسود القسملى و يقال له حجاج زق العسل و هو حجاج بن ابى زياد حدث عن شهر و ابى نصر و جماعة بصرى صدوق و روى عنه جعفر بن سليمان و عيسى بن يونس و روح و كان من الصالحاء و ثقہ ابن معین.

(سیر اعلام النبلاء: ۷: ۷۶۷ موسسة الرسالة بیروت)

حجاج الاسودا لقسملی، اور اس کو حجاج زق العسل بھی کہتے ہیں اور وہ حجاج بن ابی زیاد ہے جو کہ شہر، البونضرہ اور محدثین کی ایک جماعت سے روایت لیتا ہے اور بصری ہے اور صدوق ہے اور اس سے جعفر بن سلیمان اور عیسیٰ بن یونس اور روح نے روایت کی ہے وہ علماء میں ہے۔ امام ابن معین نے اس کو ثقہ کہا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ امام ذہبی نے اپنی جرح سے خود ہی رجوع فرمالیا تھا۔ اور اگر کوئی یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ یہ راوی بہر حال مجہول ہے چونکہ اس کو امام ذہبی نے مجہول کہہ دیا ہے تو میں عرض کروں گا کہ امام ذہبی نے تو بہت سارے ثقات کو میزان الاعتدال میں مجہول لکھ دیا ہے تو کیا آپ ان سب ثقہ راویوں کو فقط امام ذہبی کے کہنے پر مجہول مان لیں گے؟ آئیں چند مثالیں میزان سے پیش کرتا ہوں کہ امام ذہبی نے کن کن ثقہ روایات کے بارے میں مجہول وغیرہ جیسے الفاظ لکھے ہیں۔

امام ذہبی فرماتے ہیں:

الحسن بن الحسن یسار ذکرہ ابن ابی حاتم مجہول۔
کہ اس کو ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے یہ مجہول ہے۔

اب دیکھیں کہ راوی ایسا ہے کہ جس سے امام بخاری و مسلم وغیرہا نے روایت لی ہے اور میزان الاعتدال میں اس کے بارے میں مجہول لکھا گیا ہے۔
حضرت علامہ الحزلی لکھتے ہیں:

الحسین بن الحسن یسار۔ قال احمد بن حنبل من الثقات المأمونین
وقال النسائی ثقة و ذکرہ ابن حبان فی الثقات روی له بخاری و مسلم و نسائی
(تہذیب الکمال ۴: ۲۵۹)

الحسین بن حسن بن یسار کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا یہ ثقات مامونین میں سے ہے اور نسائی نے کہا ثقہ ہے اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور اس سے

امام بخاری و امام مسلم اور امام نسائی نے روایت کی ہے۔

حتیٰ کہ امام ذہبی نے تو ایک صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ الفاظ لکھ دیئے ہیں:

مدلاج بن عمر واسلمی لا یندری من هو . (میزان الاعتدال ۲: ۸۶)

مدلاج ابن عمر واسلمی کون ہے نہیں جانا گیا۔ یعنی یہ مجہول ہے۔ (استغفر اللہ)

امام حجر عسقلانی ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

و هذا صحابی ذکرہ ابن حبان و غیرہ فی الصحابة . و هذا رجل من

اهل بدر و لم یختلف عن ذکرہ احد ممن صنف فی الصحابة .

(لسان المیزان ۶: ۱۲، ۱۳)

یہ صحابی رسول ہیں اور ان کا ذکر ابن حبان وغیرہ نے صحابہ میں کیا ہے اور یہ شخص اہل بدر میں سے ہیں یعنی بدری صحابی ہیں اور جس نے بھی صحابہ پر لکھا ان میں سے کسی کا بھی اختلاف ان کے صحابی ہونے میں نہیں ہے۔

اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن کتاب کو طوالت سے بچانے کے لئے ہم انہیں دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ ویسے بھی عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے۔

پانچواں اعتراض:

اس حدیث پر شیر محمد مماتی اعتراض کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”در اصل حجاج بن اسود کی ثقاہت کی بحث کے علاوہ ان سے ماسوا مستلم بن سعید کے

کسی نے یہ حدیث روایت نہیں کی۔“ (آئینہ تسکین الصدور ص ۳۲)

جواب:

جہاں تک حجاج بن اسود کا تعلق ہے تو ہم الحمد للہ اس کی ثقاہت ناقابل تردید حوالوں سے ثابت کر آئے ہیں اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس سے سوائے مستلم بن سعید کے اور کسی نے یہ روایت نہیں کی، یہ جرح ہے ہی نہیں۔ جب مستلم بن سعید سے تو پھر کتنے ہی

راوی ہیں جو کہ بہت ساری احادیث میں متفرد ہیں لیکن ان احادیث پر اعتراض نہیں تو پھر اس پر کیوں ہے؟ آپ دور نہ جائیں، صحیحین میں کتنے راوی ہیں جن سے صرف ایک ہی راوی روایت کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

حضرت امام علامہ ابن حجر عسقلانی اسماء بن الحکم الفزاری کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:
وقال البخاری لم یرو عنه الا هذا الحدیث و حدیث آخر لم یتابع
علیه قال المزی هذا لا یقدح فی صحة الحدیث لان وجود المتابعة ليس
بشرط فی صحة کل حدیث صحیح. (تہذیب التہذیب ۱: ۲۶۷)

امام بخاری نے فرمایا کہ اس سے اس حدیث کے سوا اور کوئی روایت نہیں ہے اور اس کی کوئی دوسری حدیث متابع بھی نہیں ہے اور مزنی نے کہا کہ یہ بات صحت حدیث کے لئے مضر نہیں ہے کیونکہ متابع کا پایا جانا ہر صحیح حدیث کیلئے ضروری نہیں ہے۔

اور پھر مشہور دیوبندی جناب ظفر احمد عثمانی تھانوی نے لکھا ہے:

من لم یرو عنه الا واحد فقط لا یمتنع ان یکون ثقة محتجا به.

(قواعد فی علوم الحدیث ۲۳۷)

کہ جس راوی سے صرف ایک ہی راوی روایت کرے اس کے ثقہ اور قابل احتجاج ہونے کے منافی نہیں ہے۔

اور علامہ حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ الحازمی فرماتے ہیں: لا نهما قد خرجا فی کتابہما احادیث جماعۃ من الصحابة ليس لہم الا راو واحد و احادیث لا تصرف الا من جهة واحدة. (شروط الائمة النخسة ص ۷۶)

کیونکہ بخاری و مسلم نے اپنی اپنی کتاب میں صحابہ کی ایک جماعت سے روایات لی ہیں کہ جن سے صرف ایک ہی راوی روایت کرنے والا ہے اور وہ حدیث سوائے اس ایک جہت کے کسی وجہ سے پہچانی بھی نہیں جاتی یعنی اس کا متابع بھی کوئی نہیں ہے۔

اور پھر علامہ الحازمی نے تفصیلاً ایسی احادیث کو نقل بھی کیا ہے کہ جن میں بعض مقامات

پر صرف ایک ہی راوی ہے۔

تو جب مطلقاً ایک راوی سے روایت کرنے والا صرف ایک ہی راوی ہو وہ صحت حدیث کے منافی نہیں ہے۔ تو پھر حجاج بن اسود سے تو کئی دیگر راوی بھی روایت کرتے ہیں۔ اس لئے یہ اعتراض بالکل بچکانہ اور پاکلانہ اعتراض ہے۔
اعتراض:

شیر محمد مماتی جھنگوی نے لکھا ہے:

یہ حدیث الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون جو کہ بذعم موصوف حیاۃ النبی بحیاۃ دنیویہ حقیقیہ جسمانیہ عصریہ کے عقیدہ کی مرکزی دلیل ہے۔ صرف مسند ابی یعلیٰ و مسند بزار میں صرف ایک صحابی سے مروی ہے جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت انس بن مالک ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ ان کے بعد آپ کے سینکڑوں شاگرد تھے مگر یہ حدیث صرف ان کے ایک ہی شاگرد بتاتے ہیں جن کا اسم گرامی ثابت بنانی ہے۔ پھر آگے ان کے بیسیوں شاگرد تھے مگر یہ حدیث صرف ایک ہی شاگرد بتاتے ہیں جن کا نام حجاج بن اسود ہے۔ پھر ان سے صرف مستلم بن سعید روایت کرتے ہیں۔ اب مستلم بن سعید کے شاگردوں میں سے صرف دو روایت کرتے ہیں جن میں سے ایک کا نام تو حسن بن قتیبہ خزاعی ہے اور یہ حسن بن قتیبہ خزاعی ابن عدی اور مسند بزار کا راوی ہے۔ یہ صاحب ہالک الحدیث، متروک الحدیث، ضعیف، کثیر الوہم ہے۔

اب مستلم بن سعید کا ایک ہی شاگرد رہ گیا اور وہ ہے یحییٰ بن ابی بکیر۔ پھر اس کا ایک ہی شاگرد ابوالجہم الازرق بن علی پھر اس کا شاگرد صاحب مسند ابویعلیٰ موصلی متوفی ۳۰۷ھ ہیں۔
الغرض حضرت انس سے لے کر ابویعلیٰ تک چار صدیوں میں کتنی کے کل ۷، ۶ آدمی ہیں اور اپنے اپنے استاد سے روایت کرنے میں سب متفرد ہیں۔

(آئینہ تسکین الصدور ۲۶، ۲۷)

اسی سے ملتا جلتا اعتراض سجاد بخاری غلام خانی نے بھی اقامۃ البرہان ۳۵۲ ص ۳۵۳ پر

نقل کیا ہے۔

جواب:

اس اعتراض کا سلسلہ وار جواب ملاحظہ فرمائیں:

(۱) یہ حدیث صرف مسند ابی یعلیٰ اور مسند بزار میں صرف ایک صحابی سے مروی ہے جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ اس دیوبندی مماتی مولوی صاحب کا علم تو اسی سے ظاہر ہے کہ یہ حدیث اس کے مطابق صرف مسند ابی یعلیٰ اور مسند بزار میں ہے حالانکہ ہم پچھلے صفحات میں واضح کر آئے ہیں کہ اس حدیث کو کم و بیش نو محدثین نے اپنی اپنی کتاب میں بسند نقل کیا ہے۔

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہ صرف ایک صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے تو یہ تو کوئی جرح نہیں۔ کتنی احادیث صحیحین میں موجود ہیں جو کہ صرف ایک صحابی سے مروی ہیں اور آگے ان سے روایت کرنے والا بھی صرف ایک ہی ہے۔ کسی صحیح حدیث کا متابع نہ پایا جانا کوئی عیب و جرح نہیں ہے جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔

اعتراض کا دوسرا حصہ:

ان (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بعد آپ کے سینکڑوں شاگرد تھے۔ مگر یہ حدیث صرف ان کے ایک ہی شاگرد بتاتے ہیں۔ جن کا اسم گرامی ثابت بنانی ہے۔

جواب:

اگر واقعاً ایسا ہی ہوتا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت صرف حضرت ثابت بنانی ہی روایت کرتے تو پھر بھی کچھ مضائقہ نہیں تھا کیونکہ حضرت ثابت بنانی زبردست ثقہ تابعی ہیں اور ثقہ کا تفرّد مضرب نہیں۔

لیکن یہاں تو معاملہ اس کے برعکس ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث روایت کرنے میں ثابت بنانی کے ساتھ عبدالعزیز (عند البزار) اور ابوالخ (عند البیہقی) بھی موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

امام بزار فرماتے ہیں:

حدثنا محمد بن عبد الرحمن بن المغفل الحراني ثنا الحسن بن قتيبة
المدائني ثنا حماد بن سلمه عن عبد العزيز عن انس قال ، قال رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم الانبياء احياء يصلون في قبورهم. (كشف الاستار عن زوائد
الميزار ۳: ۱۰۰ کتاب اعلام النبوة)

بسنہ مذکور، حضرت عبدالعزیز، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیائے کرام زندہ ہیں اور اپنی قبروں میں نمازیں
پڑھتے ہیں۔

تو اس سند میں حضرت ثابت بنانی کے حضرت عبدالعزیز متابع ہیں۔
اور امام بیہقی نقل کرتے ہیں:

اخبرنا ابو عثمان الامام انبا زاهر بن احمد انبا ابو جعفر محمد بن
معاذ الماليني ثنا الحسين بن الحسن ثنا مؤمل ثنا عبيد الله بن ابي حميد
الهدلي عن ابي المريح عن انس بن مالك الانبياء في قبورهم احياء يصلون.
(حياة الانبياء للبيهقي ۱۷۱)

بسنہ مذکور جناب ابوالاسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ
انبیائے کرام قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔
تو ثابت ہوا کہ یہ اعتراض بھی کم علمی اور تعصب کا نتیجہ ہے اور حقیقت کے ساتھ اس کو
دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

تو جب یہ اعتراض ہی باطل و مردود ہے تو آگے یہ اعتراض کرنا کہ حضرت ثابت سے
حجاج بن الاسود اور حجاج بن الاسود سے سوائے مستلم کے یہ روایت کسی نے بھی روایت نہیں کی
اپنے آپ ہی ختم ہو جاتا ہے۔

اور پھر اس کے بعد یہ اعتراض کہ

مستلم کے شاگردوں میں سے صرف دو روایت کرتے ہیں جن میں سے ایک کا نام تو حسن بن قتیہ خزاعی ہے جو کہ مجروح راوی ہے۔

اب مستلم بن سعید کا صرف ایک ہی شاگرد رہ گیا وہ ہے کہ یحییٰ بن ابی بکیر پھر اس کا ایک ہی شاگرد ابوالجہم الازرق بن علی پھر اس کا شاگرد صاحب مسند ابویعلیٰ موصولی ہے۔

یہ اعتراض بھی کوئی وقت نہیں رکھتا بلکہ یہ اعتراض تو معترض کی علمی پستی پر ماتم کر رہا ہے کہ اس کو اتنا بھی علم نہیں کہ یحییٰ بن ابی بکیر سے صرف ابوالجہم الازرق بن علی ہی روایت نہیں کرتا بلکہ عبد اللہ بن یحییٰ بن ابی بکیر بھی یہ روایت کرتا ہے۔ اور وہ ثقہ ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں ابونعیم کے حوالے سے گذر چکا ہے۔

اعتراض:

اس صحیح حدیث پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ

الغرض حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر ابویعلیٰ موصلی تک چار صدیوں میں گنتی کے کل ۶، ۷ آدمی ہیں۔ اور اپنے اپنے استاد سے روایت کرنے میں سب متفرد ہیں۔

جواب:

اگر مسئلہ ایسے ہی ہوتا تو پھر بھی مضائقہ نہیں تھا کیونکہ یہ سب راوی ثقہ ہیں لیکن جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی متفرد نہیں ہے۔ (الحمد للہ رب العالمین)

تنبیہ: اس حدیث پر 'منکر' کا اطلاق ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ منکر وہ روایت ہوتی ہے کہ جس میں کوئی ضعیف راوی ثقہ راویوں کے خلاف روایت کرے۔ یا پھر بقول بعض کوئی ثقہ راوی اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت کرے۔ جبکہ اس حدیث میں نہ تو کوئی ضعیف راوی ہے کہ وہ ثقہ کی مخالفت کر رہا ہو اور نہ ہی ثقہ کسی اوثق کی مخالفت کر رہا ہے۔

اور جس حدیث کو اس کے مقابلے میں مقبول روایت قرار دیا جا رہا ہے وہ دراصل ایک اور روایت ہے بلکہ وہ روایت: مروت علی قبر موسیٰ و ہوقائم یصلیٰ فیہ، اس کی شاہد اور موید روایت ہے نہ کہ اس کے مخالف جیسا کہ

امام بیہقی فرماتے ہیں:

و لحيلة الانبياء بعلموتهم صلوات الله عليهم شواهد من الاحاديث الصحيحة. منها ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ليلة الاسرى به مر على موسى عليه السلام وهو يصلي في قبره. (حياة الانبياء)

اور انبیائے کرام علیہم السلام کی حیاۃ بعد از وفات پر صحیح احادیث میں سے شواہد موجود ہیں۔ ان میں سے وہ حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزرے تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

اور حضرت علامہ سخاوی اپنے شیخ علامہ حجر عسقلانی سے نقل کرتے ہیں:

و شاهد الحديث الاول ماثبت في صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة عن انس رفعه مررت بموسى ليلة اسرى بي عند الكتيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره. (القول البدیع: ۱۶۸)

پہلی حدیث (الانبياء احياء فی قبورہم یصلون) کا شاہد و مؤید وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حماد بن سلمہ کی سند سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً بیان ہوئی کہ میں موسیٰ پر گزرا معراج کی رات تو وہ ریت کے سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

تو ثابت ہوا کہ یہ حدیث اس کی مؤید و شاہد ہے نہ کہ اس کی مخالف کہ ایک کو رد کیا جائے تب دوسری کا اثبات ہوگا۔ جب دونوں روایتیں صحیح ہیں اور ایک دوسری کی مخالف نہیں ہیں تو دونوں کو صحیح مانا جائے گا۔

حدیث نمبر ۳:

و قد روی من وجه آخر عن انس بن مالک موقوفاً أخبرنا ابو عثمان
الامام رحمه الله أنبا زاهر بن احمد أنبا ابو جعفر محمد بن معاذ المالینی ثنا
الحسین بن الحسن ثنا مومل ثنا عیید الله بن ابی حمید الهذلی عن ابی الملیح
عن انس بن مالک : الانبیاء فی قبورهم احياء یصلون.

اور ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت
موقوف بیان کی گئی ہے۔ بسند مذکور حضرت ابوالملیح حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کرتے ہیں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہ نماز پڑھتے
ہیں۔

اس موقوف روایت میں حضرت ابوالملیح بن اسامہ الہذلی حضرت امام ثابت بنانی کے
متابع اور شاہد ہیں اور یہ موقوف روایت اس سے پہلی روایت مرفوع کی تائید کر رہی ہے۔ لہذا یہ
کہنا الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون کے الفاظ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے سوائے ثابت بنانی کے اور کوئی راوی روایت نہیں کرتا، بالکل غلط ہے۔ جناب ابوالملیح تابعی
اور ثقہ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں تہذیب الکمال للزمز ۲۲: ۵۵، ۵۶۔

یہ روایت امام بیہقی نے چونکہ عن ثابت عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کی
تائید میں بیان کی ہے لہذا اگرچہ اس کا ایک راوی عبید اللہ بن ابی حمید ضعیف ہے پھر بھی اس کے
پیش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ متابع اور شواہد میں ضعیف راوی کی روایت بھی پیش کی
جاسکتی ہے جیسا کہ محدثین حضرات نے بیان فرمایا ہے۔

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

لا نحصار للمتابعات فی الثقة کذا لک الشواہد و لذا قال ابن

الصلا ح : و اعلم انه قد يدخل في باب المتابعات و الاستشهاد رواية من لا
يحتج بحديثه وحده. بل يكون معلوداً في الضعفاء و في كتابي البخاري و
مسلم جماعة من الضعفاء ذكرهم في المتابعات و الشواهد.

(فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث ۱: ۲۰۹)

متابعات کے لئے صرف ثقہ پر ہی انحصار نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح شواہد میں چونکہ
امام ابن الصلاح نے فرمایا کہ جان لینا چاہئے کہ متابعات اور استشہاد کے باب میں ایسے راوی
کی حدیث بھی پیش کی جاسکتی ہے کہ جس کی حدیث سے متفرد ہونے کی حالت میں احتجاج نہ کیا
جائے بلکہ اس میں ضعفاء بھی شمار ہوں گے اور صحیح بخاری و مسلم میں ایک جماعت ضعیف راویوں
کی ہے کہ ان کو متابعات و شواہد میں ذکر کیا گیا ہے۔

یہی اصول ابن الصلاح نے ”مقدمہ ابن الصلاح“ ص ۱۱۰، امام نووی نے کتاب
الارشاد ”طلاب الحقائق الی معرفة سنن خير الملائق ۱: ۲۲۳، ۲۲۴“ امام ابن ملقن نے المقتع فی علوم
الحدیث ۱: ۱۸۸، ۱۸۹ ”امام ابویحییٰ زکریا الانصاری نے ”فتح الباقی بشرح الفیہ العراقی ص ۱۸۱“
امام جلال الدین سیوطی نے ”تدریب الراوی ۱: ۲۳۵“ میں بیان فرمایا ہے۔
جناب مولوی ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

و فی تعلیق الحسن : الضعیف یکفی بلا اعتضاد و فی موضع منه :
الضعیف یصلح للتقویۃ . (قواعد علوم الحدیث ۶۸)

التعلیق الحسن میں ہے کہ ضعیف روایت تائید کے لئے کافی ہے اور اسی کتاب میں ایک
جگہ لکھا ہے کہ ضعیف تقویت کی صلاحیت رکھتی ہے۔

تو یہ روایت اگرچہ موقوف ہونے کے ساتھ ساتھ ضعیف بھی ہو تو تائید اور متابع کے
طور پر اس کو پیش کرنا جائز ہے۔ اسی لئے امام بیہقی نے اس روایت کو یہاں پیش کیا ہے۔

حدیث نمبر ۴:

وروی کما اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ ثنا ابو حامد بن علی
الحسنوی املاء ثنا ابو عبد اللہ محمد بن العباس الحمصی ثنا ابو الربیع
الزهرانی ثنا اسماعیل بن طلحة بن یزید عن محمد بن عبد الرحمن بن ابی
لیلی عن ثابت عن انس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، قال : ان الانبیاء
لا یتروکون فی قبورهم بعد اربعین لیلۃ و لکنهم یصلون بین یدی اللہ عز وجل
حتی ینفخ فی الصور.

بسنہ مذکور:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں
آپ نے ارشاد فرمایا کہ انبیائے کرام اپنی قبروں میں چالیس روز کے بعد نہیں چھوڑے جاتے مگر
یہ کہ وہ اللہ عز وجل کے حضور حضور پھونکنے تک (یعنی قیامت تک) نماز پڑھتے ہیں۔

وهذا ان صح بهذا اللفظ، فالمراد به واللہ اعلم لا یتروکون الا هذا
المقدار ثم یكونون مصلین فیما یدی اللہ عز وجل کما روینا فی الحدیث
الاول.

یہ حدیث اگر ان الفاظ کے ساتھ صحیح ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اس مقدار (یعنی
چالیس راتیں) چھوڑے جاتے ہیں۔ پھر اپنے رب کے حضور نمازیں پڑھتے ہیں جبکہ ہم نے
حدیث اول میں روایت کیا۔

اس حدیث کی امام دیلمی نے بھی تخریج کی ہے ملاحظہ ہو فردوس الاخبار: ۲۷۳ حاکم فی
التاریخ کذافی کنز العمال ۱۱: ۴۷۳، ۴۷۴۔

اس روایت میں ایک راوی محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ہے جو کہ مختلف فیہ ہے۔
محدثین کی اکثریت نے اس پر کلام کیا ہے۔ لیکن بعض محدثین نے اس کی تعدیل بھی فرمائی ہے۔
امام عجل فرماتے ہیں:

محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کوفی، صدوق ثقة و کان فقیہاً،
صاحب سنة و کان صدوق جائز الحدیث۔ (تاریخ الثقات ص ۴۰۷)
محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کوفی صدوق (سچا) اور ثقہ ہے۔ وہ فقیہ اور صاحب سنت تھا
اور سچا اور جائز الحدیث ہے۔

امام ابو حاتم الرازی فرماتے ہیں: محله الصدق کان سیی الحفظ شغل
بالقضاء فسا حفظه لا یتهم بشیئی من الکذب و سئل ابو زرعه فقال هو صالح
لیس بالقوی مایکون۔ (تاریخ الثقات، ۴۰۷)

اس کا محل (مقام) صدوق (سچا) اور کمزور حافظے کا مالک قضا کے معاملات میں
مشغول رہا اس لئے اس کا حافظہ کمزور ہو گیا۔ امام ابو زرعه سے اس کے بارے میں سوال ہوا تو
انہوں نے کہا وہ صالح ہے اور اتنا قوی نہیں جتنا کہ ہونا چاہئے۔

امام برذعی امام ابو زرعه رازی سے نقل کرتے ہیں: سألت ابو زرعه عن محمد بن
عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ فقال: رجل شریف۔

(مسئله البرذعی عن ابی زرعه و کتاب الضعفاء ۲: ۷۳۷)

میں نے ابو زرعه سے محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے
کہا کہ وہ شریف آدمی ہے۔

شاید اسی وجہ سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: ویہتی از روایت انس
می آرد صحیح می کند۔ (جذب القلوب ص ۱۹۹)

اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، صحیح ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: مراد آں بود کہ حیات ایشان در قبر دائم و

مستمر است ولیکن در مدت اربعین بحال نماز و عبادت ظاہر نبود۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب ۱۹۹)

اس حدیث شریف سے مراد یہ ہے کہ قبر میں ان (انبیائے کرام) کی حیات دائمی اور ہمیشگی والی ہے لیکن چالیس دن تک ان سے نماز و عبادت کا ظہور نہیں ہوتا۔

حضرت امام زرقانی فرماتے ہیں: فالمراد انهم لا یتروکون یصلون الا هذا المقدار ویكون مصلین بین یدی اللہ۔

(زرقانی شرح المواہب ۵: ۳۳۵)

اس حدیث شریف سے مراد یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اس عرصہ معینہ کے بعد نماز پڑھنے سے چھوڑے نہیں جاتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور خاص میں نماز پڑھتے ہیں۔

حضرت امام تقی الدین سبکی فرماتے ہیں: فالمراد به واللہ اعلم لا یتروکون لا یصلون الا هنا المقدار ثم یكونون مصلین فیما بین یدی اللہ تعالیٰ: قال البیهقی و لحیة الانبیاء بعد موتهم شواہد من الاحادیث الصحیحة۔

(شفاء السقام)

پس اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ نہیں چھوڑے جاتے یعنی نہیں نماز پڑھتے وہ مگر اس مقدار کے بعد پھر کہ اللہ تعالیٰ کے حضور نمازیں پڑھتے ہیں اور امام بیہقی نے کہا کہ انبیائے کرام کی حیات بعد از وفات پر احادیث صحیحہ سے شواہد موجود ہیں۔

اور کم و بیش اسی طرح کی عبارت علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی نے القول البدیع ص ۱۶۸ میں نقل فرمائی ہے۔

اس حدیث کے کئی شواہد ہیں جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔
شاہد اول:

حدثنا محمد بن ابی زرعہ الدمشقی ثنا هشام بن خالد، ثنا الحسن

بن یحیی الخشنی، عن سعید بن عبد العزیز، عن یزید بن ابی مالک عن انس

بن مالک قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ما من نبى يموت فيقيم في قبره الا اربعين صباحا. (حتى ترد عليه الروح) (۱)

بسنہ مذکور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو نبی بھی وفات پاتا ہے تو چالیس دن تک اپنی قبر میں ٹھہرتا ہے۔
(حتی کہ اس کی طرف روح لوٹا دی جاتی ہے)

اس روایت کو امام ابن جوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے کیونکہ اس کی سند میں الحسن بن محیی خشنی منکر الحدیث ہے۔

لیکن امام سیوطی نے اس پر تعقب کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(التعقبات علی الموضوعات، ۵۳ باب المناقب)

امام ابوالحسن علی بن عراقی کنانی فرماتے ہیں:

(تعقب) بان الخشنی من رجال ابن ماجہ جعفر الاکثر و لم ینسب الی وضع و لا کذب و قال دحیم و ابو داؤد لا بأس بہ و قال ابو حاتم صدوق سیی الحفظ و قال ابن عدی تحتل روایاتہ و من ہذہ حالۃ لا یحکم علی حدیثہ بالوضع و لحدیثہ شواہد یرتقی بہا الی درجۃ الحسن و قال الحافظ ابن حجر فی تخریج احادیث الرافعی قد الف البیہقی جزء فی حیاۃ الانبیاء فی

(۱) ہذہ الزیادۃ عند ابن العراق فی تنزیہ الشریعہ: ۱، ۲۳۵

مسند الشامیین لا امام طبرانی، ۱، ۱۹۴، ۲، ۴۲۰

الرسائل القشیریہ، ۱۳،

حلیۃ الاولیاء لابن نعیم، ۸، ۳۳۳

کنز العمال ۱۱، ۴۷۵، ابن حبان فی البحر و چین ۱، ۲۳۵، ۲۳۶

قبورہم وارد فیہ عدة احادیث توئیدہ ہذا۔ (تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ: ۱: ۳۳۵)

(تعقب) کیونکہ انخشی (الحسن بن یحییٰ) ابن ماجہ کے رجال میں سے ہے۔ اکثر نے اس کی تعقیب کی ہے لیکن کسی ایک نے بھی وضع اور جھوٹ کو اس کی طرف منسوب نہیں کیا۔ دحیم اور ابو داؤد نے کہا کہ صدوق (سچا) مگر سی الحفظ ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ یہ اپنی روایات اٹھانے والا (یاد رکھنے والا) ہے۔ تو اس حالت میں اس کی حدیث پر وضع کا حکم نہیں لگایا جاسکتا اور پھر اس حدیث کے شواہد موجود ہیں جو کہ اس کو حسن کے درجہ میں لے جاتے ہیں اور حافظ ابن حجر نے تلخیص الحمیر میں کہا۔ امام بیہقی نے حیات الانبیاء میں ایک مستقل جزء تصنیف کیا اور کافی احادیث اس مسئلہ کی تائید میں پیش کی ہیں۔

علامہ جمال الدین المزی نقل فرماتے ہیں: وقال احمد بن سعد بن ابی مریم

: سألت یحییٰ بن معین عن الحسن بن یحییٰ الخشنی فقال ثقة.

(تہذیب الکمال ۴: ۴۴۵)

یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ یہ ثقہ ہے۔

ان دلائل وحوالہ جات سے ثابت ہوا کہ یہ روایت بطور تائید پیش کی جاسکتی ہے۔

دوسرا شاہد:

وقد یحتمل ان یکون المراد به رفع اجساد مع ارواحهم۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ ان کے اجساد روحوں سمیت اٹھ جاتے

ہوں۔

اس حدیث کا ایک اور شاہد ہے جس کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

عشرة لا یترو کون فی قبورہم ولكنہم یصلون بین یدی اللہ عز وجل

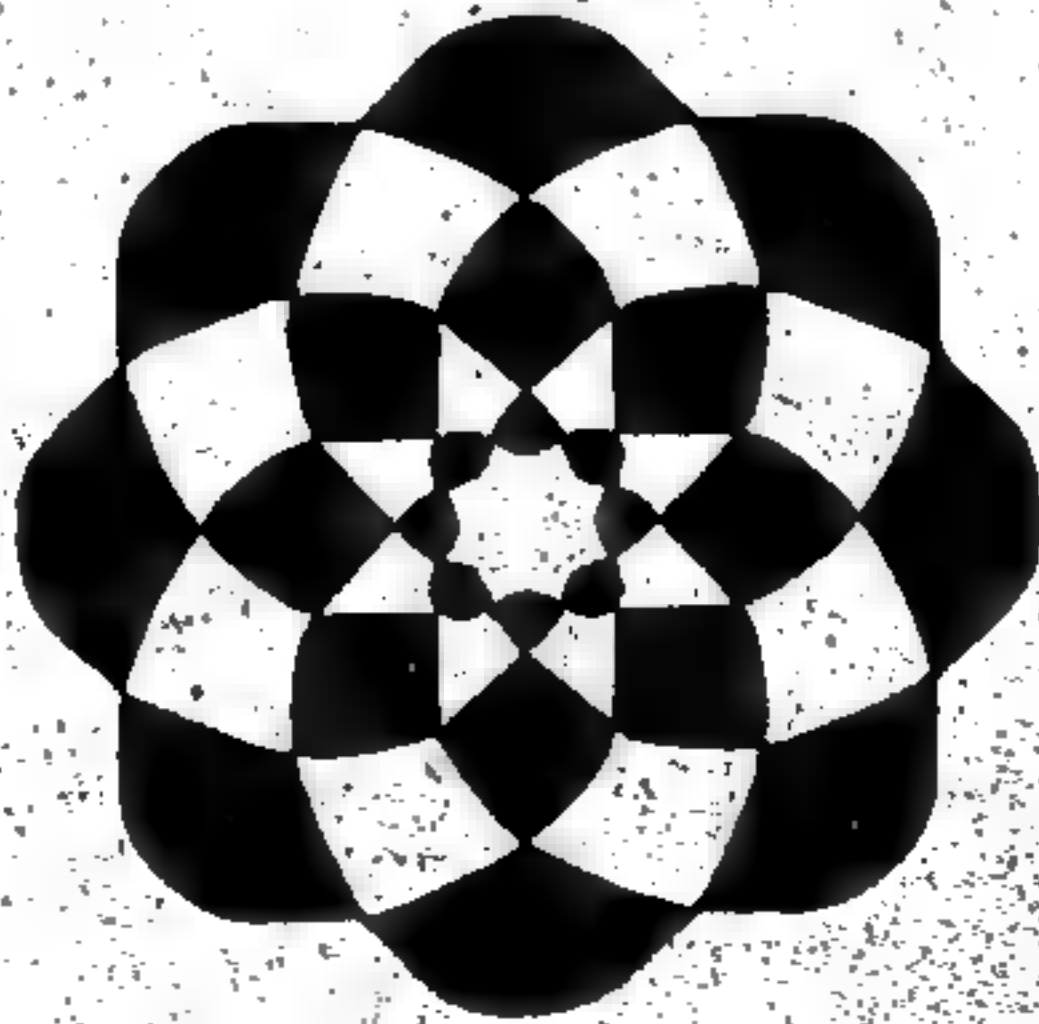
حتی ینفخ فی الصور۔ الانبیاء۔ الخ۔ (فردوس الاخبار، ۲: ۶۴)

دس شخصیات ہیں کہ ان کو قبور میں نہیں چھوڑا جاتا مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ کے حضور

صور پھونکنے تک نمازیں پڑھتے ہیں۔ ان میں سے انبیاء ہیں۔

ان شواہد کے ساتھ حدیث شریف: ان الانبیاء لا یتروکون فی قبورہم کم از کم حسن لغیرہ ہے۔ اور یہ تمام احادیث مل کر حدیث الانبیاء فی قبورہم یصلون کے شواہد ومتابعات بنتی ہیں جس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ یہ حدیث بالکل صحیح اور قابل اعتماد ہے۔ (وللہ الحمد علی ذلک)

اگر اس سے مراد یہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قبور مقدسہ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ تشریف لے جاتے ہیں تو یہ تمام احادیث صحیحہ اور اجماع امت کے خلاف ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ کبھی کبھی تصرف فرمانے کے لئے کہیں تشریف لیجائیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ آگے چل کر تفصیلاً بیان ہوگا۔ (انشاء اللہ المولیٰ) کیونکہ حضرات انبیائے کرام اگر اجسام مع الارواح اٹھ جاتے اور قبور خالی رہ جاتیں تو پھر قبور کی زیارت کا کیا فائدہ تھا؟ اور آئندہ آنے والی تمام احادیث مہمل قرار پاتیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں سے اٹھ جانے سے مراد صرف یہ ہے جیسے بیدار ہو جائے۔ اس طرح وہ حضرات عبادت کے لئے بیدار ہو جاتے ہیں اور اللہ کے حضور عبادت کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔



حدیث نمبر ۵:

فقد روى سفيان الثوري في "الجامع" قال شيخ لنا عن سعيد بن المسيب قال : ما مكث نبي في قبره اكثر من اربعين ليلة حتى يرفع.

امام سفيان ثوری نے اپنی "جامع" میں روایت کی ہے کہ ہمارے شیخ نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت بیان کی ہے انہوں نے کہا کہ کوئی نبی اپنی قبر میں چالیس راتوں سے زیادہ نہیں ٹھہرتا۔ حتیٰ کہ اس کو اٹھالیا جاتا ہے۔
یہ الفاظ معنوں میں صحیح نہیں ہیں:

اولاً: تو یہ حضرت سعید بن المسیب کے الفاظ ہیں۔ یہ کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے جبکہ انبیائے کرام علیہ السلام کا اپنی اپنی قبور مقدسہ میں تشریف فرمانا اور نمازیں پڑھنا صحیح مرفوع احادیث میں موجود ہے۔

ثانیاً: حضرت سعید بن مسیب سے اس کے برعکس روایت موجود ہے جو کہ داری و ابو نعیم وغیرہما نے ان سے نقل فرمائی ہے کہ ایام حرہ میں وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر منورہ سے اذان و اقامت کی آواز سنا کرتے تھے۔ جیسا کہ آگے تفصیلاً آئے گا۔

ثالثاً: ان الفاظ کا وہ مہذب ہرگز نہیں ہے جو کہ بعض حضرات نے کشید کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرات انبیائے کرام اب قبور مقدسہ میں نہیں ہیں۔ کیونکہ امام بیہقی کے اس کے ساتھ ملحق آنے والے الفاظ اس کی تائید نہیں کرتے۔ بلکہ امام بیہقی کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں لیکن بعض اوقات جہاں چاہیں اللہ کے حکم سے تشریف لے جائیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہ قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور بیت المقدس میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال بھی کرتے ہیں اور آسمانوں میں بھی تشریف فرما ہیں۔

ایک پیش کردہ روایت کا تجزیہ:

ان الفاظ کی تائید میں ایک روایت امام رافعی اور امام غزالی سے یوں پیش کی جاتی

ہے۔

انا اکرم علی ربی من ان یتروکنی قبری بعد ثلاث.

کہ میں اپنے رب کے نزدیک اس سے بہتر ہوں کہ وہ مجھے تین دن کے بعد قبر میں

چھوڑے۔

اس سے بھی بعض حضرات یہ اخذ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب اگر زندہ بھی

ہیں تو قبر میں نہیں ہیں بلکہ جنت یا کسی اور جگہ ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے:

یہ روایت ثابت نہیں ہے بلکہ موضوع ہے۔ اس لئے نہ تو اس کو دلیل بنایا جاسکتا ہے اور

نہ ہی اس کو تائید پیش کیا جاسکتا ہے۔

اس کے بارے میں محدثین کی رائے ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

وذكر الغزالي ثم الرافعي حديثاً مرفوعاً انا اکرم علی ربی من ان

یتروکنی فی قبری بعد ثلاث لا اصل له. (القول البدیع ۱۶۸)

اور ذکر کیا امام غزالی اور پھر رافعی نے مرفوعاً کہ میں اپنے رب کے نزدیک اس سے

زیادہ بہتر ہوں کہ وہ مجھے تین دن کے بعد میری قبر میں چھوڑے۔ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں

ہے۔

۲۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

والمحققین اهل حدیث وشرح آں برآئند کہ حدیث..... انا اکرم علی ربی الی

آخرها بصحت نرسیده اندوبہ ثبوت نہ پیوستہ و در راویاں کسی ہست کہ بسوی حفظ بلکہ زیادہ ازاں

منسوب است و اگر صحیح باشند تا دیش آئست کہ مراد ترک ست بی اشتغال بعمل و عبادت مولی و

بعد از مضی مدت ہم در قبر اند مشغول بصلوۃ و طاعت حق.....

(جذب القلوب الی دیار المحبوب، ۱۸۸)

اور محققین محدثین و شارحین حدیث نے فرمایا ہے کہ حدیث انما اکرم علی ربی (آخر تک) درجہ صحت کو نہیں پہنچتی۔ اس کے راویوں میں بعض سوئے حفظ بلکہ اس سے بھی زیادہ جرح کی طرف منصف ہیں اور اگر بالفرض صحیح بھی ثابت ہو جائے تو اس کی تاویل یہ ہوگی کہ بغیر عبادت کے نہیں چھوڑے جاتے بلکہ تین روز کے بعد قبر میں اللہ کی اطاعت اور نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

۳۔ حضرت شہاب الدین محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

و هو علی هذا لا يدل علی انه بعد الاربعین لا یقیم فی قبره بل یمخرج منه و انما يدل علی انه لا یبقی فی القبر میتا کسائر الاموات اکثر من اربعین صباحا بل ترد الیه روحه و یکون حیا و این هذا من دعوی الخروج من القبر بعد الاربعین. (تفسیر روح المعانی ۲۲: ۳۸)

اور یہ اس پر دلالت نہیں کرتی کہ وہ اپنی قبر میں چالیس دن کے بعد مقیم نہیں رہتے بلکہ وہاں سے چلے جاتے ہیں بلکہ یہ تو اس پر دلالت کرتی ہے کہ انبیاء اپنی قبور میں عام مردوں کی طرح نہیں رہتے بلکہ ان کی روح ان کی طرف لوٹادی جاتی ہے اور وہ زندہ ہوتے ہیں۔ چالیس دن کے بعد قبر سے نکل کر چلے جانے کے دعوے سے اس کا کیا تعلق؟

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گنبد خضرا میں یا جنت میں؟

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں بحیات حقیقی زندہ ہیں جیسا کہ پچھلے صفحات میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔

قبور ان حضرات کے لئے کوئی قید خانہ نہیں ہیں بلکہ دنیا میں جہاں چاہیں تصرف فرمائیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کو قبر میں زندہ ماننے کی بجائے جنت میں مانا جائے تو یہ زیادہ آپ کی عزت کے لائق ہے اور قبر میں زندہ ماننا ایک قسم کی گستاخی ہے۔ (معاذ اللہ) ہم

کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر منورہ کئی جنتوں کی جنت ہے اس لئے آپ کا اس میں تشریف رکھنا آپ کی گستاخی نہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قبر منورہ میں زندہ ہونے پر ہم مختصر عرض کرتے ہیں۔
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

اما آنکہ قونوی تفصیل و ترجیح دادہ بودن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در بہشت اعلیٰ استمرار در قبر شریف۔ جواب دے آنست کہ قبر احاد مومنین روضہ است از ریاض جنت پس قبر شریف سید المرسلین افضل ریاض جنت باشد و تواند بود کہ وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم در قبر از تصرف و نفوذ حالتی بود کہ از سموت و ارض و جنان حجاب مرتفع باشد بے تجاوز و انتقال زیرا کہ امور آخرت و احوال برزخ را بر احوال دنیا کہ مقید و مضیق حدود جہات است قیاس نتواں کرد۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۱۸۸)

اور علامہ قونوی نے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبر انور میں ہونے پر جنت میں ہونے کو ترجیح و فضیلت دی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب عام مومنین کی قبر میں جنت کے باغیچے ہیں تو حضور صلی اللہ کی قبر انور ان سب میں افضل ترین جنت کا باغ ہوگی اور ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قبر منورہ میں ایسا تصرف دیا گیا ہو اور ایسی حالت عطا فرمائی گئی ہو کہ آسمانوں و زمین اور جنت سب کے حجابات اٹھا دیئے گئے ہوں۔ بغیر اس کے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے مقام سے آگے جائیں یا کہیں منتقل ہوں۔ اس لئے کہ امور آخرت اور احوال برزخ کا قیاس اس دنیا کے احوال پر نہیں کیا جاسکتا جو مقید ہے اور جس کی حدود اور جہات نہایت تنگ ہیں:

حضرت امام غزالی زماں رازی دوران علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ محقق کی مندرجہ بالا عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اس عبارت سے بہت سے اشکال رفع ہو گئے اور احادیث کے درمیان تطبیق ہو گئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے مقام میں جلوہ گر ہیں اور بغیر اس کے کہ

اپنے مقام شریف سے تجاوز (جسمی) فرمائیں یا کہیں منتقل ہوں، زمینوں اور آسمانوں اور قبرانور جمیع امکانہ کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مساوی نسبت ہے اور ایک جگہ ہونے کے باوجود ہر جگہ موجود ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس حجاب کو اٹھا دیا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر جگہ ہونے میں رکاوٹ کا موجب ہو۔

رہا یہ امر کہ دنیا میں یہ بات ناممکن ہے کہ ایک ہی وجود کئی جگہ یکساں موجود ہیں۔ تو اس کا جواب حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح دیا کہ دنیا کی حدود و جہات بہت ہی تنگ واقع ہوئی ہیں اور عالم دنیا قیود کے ساتھ مقید ہے اس لئے عالم آخرت اور برزخ کا قیاس اس دنیا پر نہیں کیا جاسکتا اور اس میں شک نہیں کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بجا اور درست فرمایا۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ مقید پر غیر مقید کا قیاس کر لیا جائے۔ کسی کوتاہ اور تنگ نظر کو فراخ اور وسیع شیء کی طرح تسلیم کر لیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ قبرانور میں بھی ہیں اور جنت اعلیٰ میں بھی۔ لہذا کوئی تعارض اور اشکال باقی نہ رہا۔ (حیات النبی، ۱۰۶، ۱۰۷)

جناب ابن قیم حنبلی شاگرد ابن تیمیہ نے لکھا:

و معلوم بالضرورة ان جسده صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الارض طری مطرا. و قد سألہ الصحابة : کیف تعرض صلاتنا علیک و قد ارمیت؟ فقال : ان اللہ حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبیاء. و لو لم یکن جسده فی ضریحة لما اجاب بهذا الجواب. و قد صح عنه ان خرج بین ابی بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما. و قال ہکذا نبعث. (کتاب الروح ص ۷۳)

بلاشبہ آپ کا جسم مبارک قبر میں تروتازہ اور نرم ہے۔ ایک دفعہ صحابہ نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے بوسیدہ ہونے کے بعد آپ پر ہمارا درود و سلام کیسے پہونچے گا؟ آپ نے فرمایا: اللہ نے مٹی پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔ اگر آپ قبرانور میں موجود نہ ہوتے یہ جواب غلط ہو جاتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حق تعالیٰ نے آپ کی قبر پر فرشتے مقرر

فرمادیے ہیں جو آپ کو آپ کی امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکر و عمر کے درمیان باہر نکلے اور فرمایا اس طرح ہم قبر سے اٹھائے جائیں گے۔

تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر شریف میں موجود ہیں اور آپ کا جسم اقدس اسی طرح تروتازہ ہے جس طرح اس دنیا میں تھا اور اس میں روح مبارکہ موجود ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ کے جسد انور کو تو ہم بھی قبر میں مانتے ہیں اور تروتازہ بھی مانتے ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ آپ کی روح مبارکہ جنت میں ہے کیونکہ آپ کی روح مبارکہ کو جنت میں ماننا ہی ادب اور آپ کی شان کے لائق ہے۔

جواب:

ہم پہلے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھ آئے ہیں کہ آپ کی قبر منورہ جنت ہی میں ہے کیونکہ ایک مومن کی قبر کے بارے میں یہ ارشاد ہے!

القبر روضہ من ریاض الجنة۔

قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ۔

نقلہ ملا علی القاری و قال حسنه الترمذی . فرائد الاقلام ص ۳۵ بیروت

الترغیب والترہیب للاصیہانی عن علی ابن ابی طالب ۴۴۱

کنز العمال ۶۹۹/۱۵ حدیث نمبر ۴۲۷۹۷

اور پھر آپ کی روح مبارکہ کا آپ کے جسم اقدس میں موجود ہونا اس پر بے شمار احادیث دلالت کرتی ہیں جیسا کہ اس کتاب کے متن و شرح میں آگے آرہا ہے۔

اور اللہ جل مجدہ الکریم کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وعدہ ہے:

و للآخرة خیر لک من الاولی . (الضحیٰ)

اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے لئے ہر آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر

ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کوئی ایسا وقت نہیں آئے گا کہ

جس میں آپ کی کوئی فضیلت پہلے سے کم ہو جائے۔ بلکہ ہر آنے والی گھڑی ایسا وقت ہے کہ حضور کی فضیلتوں میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہو رہا ہے۔ روح اقدس کا استقرار اگر جسم اقدس کے علاوہ کسی اور مقام میں ہو تو و لئلا خیر لک من الاولیٰ کے خلاف لازم آئے گا۔ اس لئے کہ جسم اقدس سے روح مبارک کے قبض ہونے کے بعد اسے کوئی ایسی جگہ نہیں مل سکتی جو کہ جسم سے زیادہ فضیلت والی ہو۔ زیادہ تو درکنار تمام کائنات میں کوئی جگہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے برابر بھی فضیلت نہیں رکھتی۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ تو دعا کرتے تھے اللھم الرفیق الاعلیٰ تو ہم عرض کریں گے کہ یہ تو طے شدہ بات ہے کہ مقام اعلیٰ مخلوق ہے اور جنت بھی مخلوق ہے جبکہ آپ کا جسم اقدس بھی مخلوق ہے تو پھر روح کو ان میں سے سب سے اعلیٰ و افضل جگہ میں ہونا چاہئے اور آپ کے جسم اقدس سے اعلیٰ مخلوق اللہ نے پیدا ہی نہیں فرمائی اس لئے روح اقدس کا جسم اقدس میں رہنا ہی سب سے افضل مقام ہے۔

اور پھر علماء نے تو اجماع نقل فرمایا ہے کہ آپ کی قبر منورہ کا وہ حصہ جہاں آپ کا جسد اقدس مس کر رہا ہے وہ جنت تو کیا عرش الہی سے بھی افضل و اعلیٰ ہے۔

معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے ہوزائر و

کرسی سے اونچی کرسی اسی پاک در کی ہے

قبر منورہ کا عرش عظیم سے افضل ہونا

امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ترتیب اطہر یعنی وہ زمین کہ جسم انور سے متصل ہے کہ کعبہ معظمہ بلکہ عرش سے بھی افضل

ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۴: ۶۸۷)

اس حوالے کے بعد کسی اور حوالے کی ضرورت تو نہیں مگر منکرین شان رسالت کا ناطقہ

بند کرنے کے لئے اختصار کے طور پر چند حوالے مزید دیے جاتے ہیں۔

حضرت امام مالک بن انس فرماتے ہیں:

قال مالک ابن انس: ان الارض الملاصق لجسد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المبارک اعلیٰ و افضل من کل شیء حتی من العرش والکرسی.

(عرف الشذی لانور شاہ کشمیری ص ۱۴۱)

حضرت مالک بن انس فرماتے ہیں کہ بے شک وہ زمین جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم پاک کو چھو رہی ہے وہ ہر چیز سے افضل ہے حتیٰ کہ عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔

امام ابوالیسین ابن عساکر فرماتے ہیں:

وقع الاجماع علی تفضیل ما ضم الاعضاء الشریفة حتی علی الکعبة.

(جواہر البحار ۲: ۲۴۹ للنیہانی و سبل الہدی والرشاد ۳: ۳۱۵ للشامی)

اس بات پر اجماع ہے کہ جو حصہ جسم کے ساتھ ملا ہوا ہے وہ ہر چیز سے افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ معظمہ سے بھی افضل ہے۔

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں:

ان تربة لصقت بجسده من الفراش اعلیٰ تربة من العرش.

(الزبدۃ العمدۃ شرح قصیدۃ البردۃ للملا علی القاری ۶۸)

بے شک جو مٹی آپ کے جسم کے ساتھ ملی ہوئی ہے بستر کے طور پر وہ عرش سے بھی اعلیٰ ہے

حضرت شیخ امام ابن عقیل حنبلی استاد محترم حضرت شیخ غوث اعظم عبدالقادر جیلانی و حضرت علامہ سیوطی و ملا علی قاری کا عقیدہ:

حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی، حضرت ملا علی القاری اور علامہ نبھانی نے امام ابن عقیل سے نقل فرمایا ہے کہ: قال العلما محل الخلاف فی التفضیل بین مکة والمدینۃ فی غیر قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اما ہو فضل البقاع بالا جماع بل ہو افضل من الکعبة بل ذکر ابن عقیل الحنبلی انه افضل من العرش.

(انھما نص الکبریٰ ۲: ۲۰۳ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۲: ۱۹۰)

علماء میں جو اختلاف ہے وہ شہر مکہ و مدینہ میں افضلیت کے بارے میں ہے لیکن جہاں تک قبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تعلق ہے پس وہ بالاجماع افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ سے بھی افضل ہے بلکہ ابن عقیل حنبلی نے تو ذکر کیا ہے کہ بے شک وہ عرش سے بھی افضل ہے۔
حضرت امام قاضی عیاض صاحب شفا شریف کا عقیدہ:

لا خلاف ان موضع قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل بقاع الارض۔
(الشفا ج ۱ ص ۷۵: ۷۶)

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کی جگہ زمین کا سب سے افضل حصہ ہے۔

حضرت امام احمد شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:

بل ہی افضل من السموات والعرش والكعبة كما نقله السبکی.
(نیم الریاض شرح للشفا القاضی عیاض ۵۳۱: ۳)

بلکہ یہ آسمانوں، عرش اور کعبہ سے بھی افضل ہے۔ جیسا کہ علامہ سبکی نے اس کو نقل کیا

ہے۔

حضرت ابو عبد اللہ محمد بن رزین حیری شافعی فرماتے ہیں:

ولا شک ان القبر اشرف موضوع من الارض والسبع السموات
طرقه و اشرف من عرش الملک و لیس فی مقالی خلاف عند اهل الحقیقة
(بلا شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر منورہ سب جگہوں سے افضل ہے زمین اور
ساتوں آسمان کی اور عرش رب کریم سے بھی افضل ہے اور اس میں اہل حقیقت میں کوئی اختلاف
نہیں ہے)

امام ابن الحاج مکی فرماتے ہیں:

الا ترى الى ما وقع من الاجماع على ان افضل البقاع الموضع الذي
ضم اعضاءه الكريمة صلوات الله عليه وسلامه.
(المدخل، ۱: ۲۵۷)

کیا تو نہیں جانتا کہ اجماع واقع ہوا ہے کہ جس جگہ پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسد اقدس مس ہے وہ تمام کائنات کی جگہوں سے افضل ہے۔

حضرت امام علامہ زین الدین ابوبکر بن حسین مراغی (م ۸۱۶ھ) فرماتے ہیں:

قام الاجماع ان هذا الموضع الذي ضم اعضاءه الشريفة صلي الله تعالى عليه وسلم افضل بقاع الارض حتى موضع الكعبة الشريفة قال بعضهم و افضل من بقاع السموات حتى من العرش. (سیرت حلبیہ ۳: ۳۶۶)

اس پر اجماع قائم ہو چکا ہے کہ وہ جگہ جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسد اقدس سے مس ہے وہ تمام زمین سے افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ معظمہ سے بھی افضل بلکہ بعض نے کہا کہ یہ مبارک جگہ ساتوں آسمانوں بلکہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔

عارف باللہ شیخ الامام محمد مہدی فاسی فرماتے ہیں:

السماء افضل من الارض الا بقعة في الارض ضمت اعضاء النبي صلي الله تعالى عليه وسلم فهي افضل منها حتى من العرش و الكرسي. (مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۱۹۱)

آسمان زمین سے افضل ہے سوائے اس ٹکڑا مبارک کہ جس کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعضاء مبارک مس ہیں پس وہ آسمان سے افضل ہے حتیٰ کہ عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔

حضرت علامہ علاؤ الدین بغدادی اور حضرت امام سید احمد بن عابدین شامی فرماتے

ہیں:

مكة افضل منها على الراجح الا ما ضم اعضاءه عليه السلام فانه

افضل مطلقا حتى من الكعبة والعرش والكرسي. (در مختار مع شامی ۱: ۶۲۶)

مکہ مدینہ سے افضل ہے اور یہی رائج ہے مگر وہ جگہ کہ جس کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعضاء مس ہیں وہ مطلقاً افضل ہے بلکہ کعبہ اور عرش و کرسی سب سے افضل

ہے۔

حضرت علامہ بدرالدین آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

البقعة التي ضمتها صلى الله تعالى عليه وسلم فانه افضل البقاع الارضية والسموية حتى قيل وبه اقول انها افضل من العرش.

(تفسیر روح المعانی پارہ ۲۵: ۱۱۳)

وہ ٹکڑا زمین جو کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مس ہے وہ زمین آسمان کی تمام جگہوں سے افضل ہے حتیٰ کہ یہ بھی کہا گیا ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ یہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔

حضرت علامہ عمر بن احمد خرپوتی فرماتے ہیں:

ان تربة قبره افضل من البيت والمسجد الاقصى والعرش والكرسى.

(شرح الخرپوتی ص ۱۱۰)

بلا شک و شبہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر منورہ کعبہ، بیت المقدس، عرش اور کرسی سے افضل ہے۔

حضرت علاؤ الدین (م ۸۸۰ھ) فرماتے ہیں: وما ضم اعضاء الشريفة

افضل البقاع على الاطلاق حتى من الكعبة ومن الكرسي و عرش الرحمن.

(الدر المنثور شرح المنثور بر حاشیہ مجمع الانہر، ۱: ۳۱۲)

اور جو جگہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعضاء شریفہ سے متصل ہے وہ علی الاطلاق

افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ، کرسی اور اللہ کے عرش سے بھی افضل ہے۔

حضرت مولانا عبد العلی محمد بحر العلوم فرماتے ہیں:

ان موضع قبر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم افضل من كل

ارض و سماء كما ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم افضل الكائنات

كذلك قبره صلى الله تعالى عليه وسلم افضل البقاع والاماكن قال الشيخ

عبد الحق بعد الاجماع ثم بعده الكعبة افضل البقاع سوى قبر موضع رسول
الله صلى الله تعالى عليه وسلم هذا. (بيان الاركان، ۲۸۲)

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کی جگہ تمام زمین و آسمان سے افضل ہے
جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام کائنات سے افضل ہیں ایسے ہی آپ کی قبر زمین
کے تمام ٹکڑوں اور اماکن سے افضل ہے۔ شیخ عبدالحق محدث نے کہا کہ اس پر اجماع ہے اس کے
بعد کعبہ شریف افضل ہے تمام زمین سے سوائے قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے۔
حضرت مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی فرماتے ہیں:

ولا خلاف ان موضع قبره افضل من بقاع الارض حتى موضع الكعبة
وقال غير واحد بل من بقاع السموات ايضا حتى الارض.

(سیف الجبار المسلمون علی اعداء اللہ برار ص ۱۱۲ مکتبہ رضویہ انجمن شیڈ لاہور)

اور اس میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر منورہ کی جگہ
تمام زمین سے افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ شریف سے اور بے شمار علماء نے فرمایا کہ تمام آسمانوں سے بھی
افضل ہے حتیٰ کہ عرش معلیٰ سے بھی۔

علمائے دیوبند کا متفق علیہ فتویٰ:

ان البقعة الشريفة و الرحبة المنيفة التي ضم اعضاءه صلى الله تعالى
عليه وسلم افضل مطلقا حتى من الكعبة و العرش و الكرسي.
(المہند:)

وہ بقعہ شریفہ جو کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ سے مس کئے ہوئے
ہے علی الاطلاق افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ شریف اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔

اسی طرح علمائے دیوبند میں سے مولوی شبیر احمد عثمانی نے ”فتح المسلم، جلد سوم میں،
مولوی منظور احمد نعمانی نے ”سیف یمانی“ ص ۱۲۰ میں، مولوی اشرف علی تھانوی نے ”امداد
الفتاویٰ“ ۶: ۱۱۳، جناب مولوی زکریا سہارنپوری صاحب نے فضائل حج ص ۱۲۸ میں اور جناب

زاہد الحسینی نے رحمت کائنات ص ۳۳۲ میں بیان کیا۔

تو ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر منورہ، دنیا و کائنات کی تمام اشیاء سے افضل ہے لہذا آپ کی روح مقدسہ کو اسی افضل ترین مقام پر ہی ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وعدہ مبارک ہے کہ:

و للاحرة خير لك من الاولى. فعلى هذا يصيرون كسائر الاحياء
يكونون ، حيث ينزلهم الله (تعالیٰ) عز وجل.

پس اس طرح تمام انبیائے کرام علیہم السلام عام زندہ لوگوں کی طرح زندہ ہو جاتے ہیں اور جہاں اللہ تعالیٰ ان کو رکھے وہاں تشریف رکھتے ہیں۔

امام بیہقی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اور یہی امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا مبارک مسلک ہے اور کیوں نہ ہو کہ احادیث معتبرہ و صحیحہ اس عقیدہ پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہیں اور اسی طرح امت کی اکثریت کا یہی مسلک ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزر چکا اور کچھ آئندہ صفحات میں بدلائل آرہا ہے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ المولیٰ)

کما روينا في حديث المعراج ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
راى موسى عليه السلام قائماً يصلى في قبره ثم راه مع سائر الانبياء عليهم
السلام في بيت المقدس ثم رآهم في السموات والله تبارك و تعالى فعال
لما يريد.

جیسا کہ ہم نے حدیث معراج وغیرہ میں روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ کو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا پھر دیگر تمام انبیائے کرام کے ساتھ بیت المقدس میں دیکھا۔ پھر آسمانوں میں ملاحظہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

امام بیہقی کی اس عبارت اور دیگر آنے والی احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیائے کرام علیہ السلام زندہ ہیں اور جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے قبر میں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جسد کو دیکھا اور بیت المقدس میں اور آسمانوں میں روح کو دیکھا بلکہ آپ نے یہی فرمایا کہ قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جبکہ بیت المقدس اور آسمانوں میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہی دیکھا ہے۔ اور یہ احادیث و واقعات معراج بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔

حضرت امام عبدالوہاب الشحرانی فرماتے ہیں:

و منها شهود الجسم الواحد في مكانين في ان واحد كما راي محمد صلى الله تعالى عليه وسلم نفسه في اشخاص بنى آدم السعداء حين اجتمع به في السماء الاولى كما مر و كذلك آدم و موسى و غيرهما فانهم في قبورهم في الارض حال كونهم ساكنين في السماء فانه قال رأيت آدم رأيت موسى رأيت ابراهيم و اطلق و ما قال رأيت روح آدم و لا روح موسى فراجع صلى الله تعالى عليه وسلم موسى في السماء و هو بعينه في قبره في الارض قائما يصلني كما ورد فيها من يقول ان الجسم الواحد لا يكون في مكانين كيف يكون ايمانك بهذا الحديث فان كنت مومنا فقلد وان كنت عالما فلا تعترض فان العلم يمنعك و ليس لك الاختيار فانه لا يختبر الا الله و ليس لك ان تتاول ان الذي في الارض غير الذي في السماء لقوله عليه السلام رأيت موسى و اطلق و كذلك سائر من راه من الانبياء هناك فالمسمى موسى ان لم يكن عينه فالاختبار عنه كذب انه موسى هذا.

(اليواقيت والجواهر في بيان عقائد الاكابر ۲/۳۶)

اور معراج کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ایک جسم ایک وقت میں دو مکانوں میں حاضر ہو سکتا ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اولاد آدم کے نیک بختوں میں اپنے آپ کو ملاحظہ فرمایا جب کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت آدم کے ساتھ پہلے آسمان پر ملے تھے۔ جیسا کہ گذرا اور اسی طرح حضرت آدم و موسیٰ علیہما السلام اور ان کے علاوہ دوسرے

انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ حالانکہ بلا شک و شبہ وہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زمین میں اپنی قبروں کے اندر ہیں وراں حالیکہ وہ آسمانوں میں بھی سکونت رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلقاً اس طرح فرمایا کہ میں نے آدم کو دیکھا موسیٰ علیہم السلام کو دیکھا ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ روح کی قید کے ساتھ مقید فرما کر یہ نہیں فرمایا کہ میں نے آدم علیہ السلام کی روح کو دیکھا (جس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعینہ ان انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہی دیکھا نہ کہ صرف ان کی ارواح یا مثال کو) پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گفتگو فرمائی حالانکہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث میں وارد ہوا ہے۔ انتہائی افسوس اور تعجب اس کہنے والے پر جو یہ کہتا ہے کہ ایک جسم بیک وقت دو مکانوں میں نہیں ہو سکتا (اے کہنے والے) ذرا یہ تو بتا کہ اس قول کے ہوتے ہوئے تیرا ایمان اس حدیث پر کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر تو مومن ہے تو تجھے مان لینا چاہئے اور اگر عالم ہے تو پھر اعتراض نہ کر اس لئے کہ علم تجھے اس اعتراض سے روکتا ہے اور تجھے حقیقت حال کا علم ہی نہیں اس لئے کہ یہ علم ہیقتہ اللہ تعالیٰ کو ہی ہے اور تیرے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ تو اس حدیث میں یہ تاویل کرے کہ جو انبیائے کرام زمین میں ہیں وہ ان کے غیر ہیں جنہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آسمانوں میں دیکھا۔ اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رأیت موسیٰ کہ میں نے موسیٰ کو دیکھا مطلقاً فرمایا ہے اسی طرح باقی انبیائے کرام کے متعلق جنہیں آپ نے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آسمانوں میں دیکھا (یہ نہیں فرمایا کہ آسمانوں میں ان کے غیر کو دیکھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن کو موسیٰ فرمایا اگر وہ بعینہ موسیٰ نہ ہو تو ان کے متعلق یہ خبر دینا کہ وہ موسیٰ ہیں جھوٹ ہوگا۔) (العیاذ باللہ تعالیٰ)

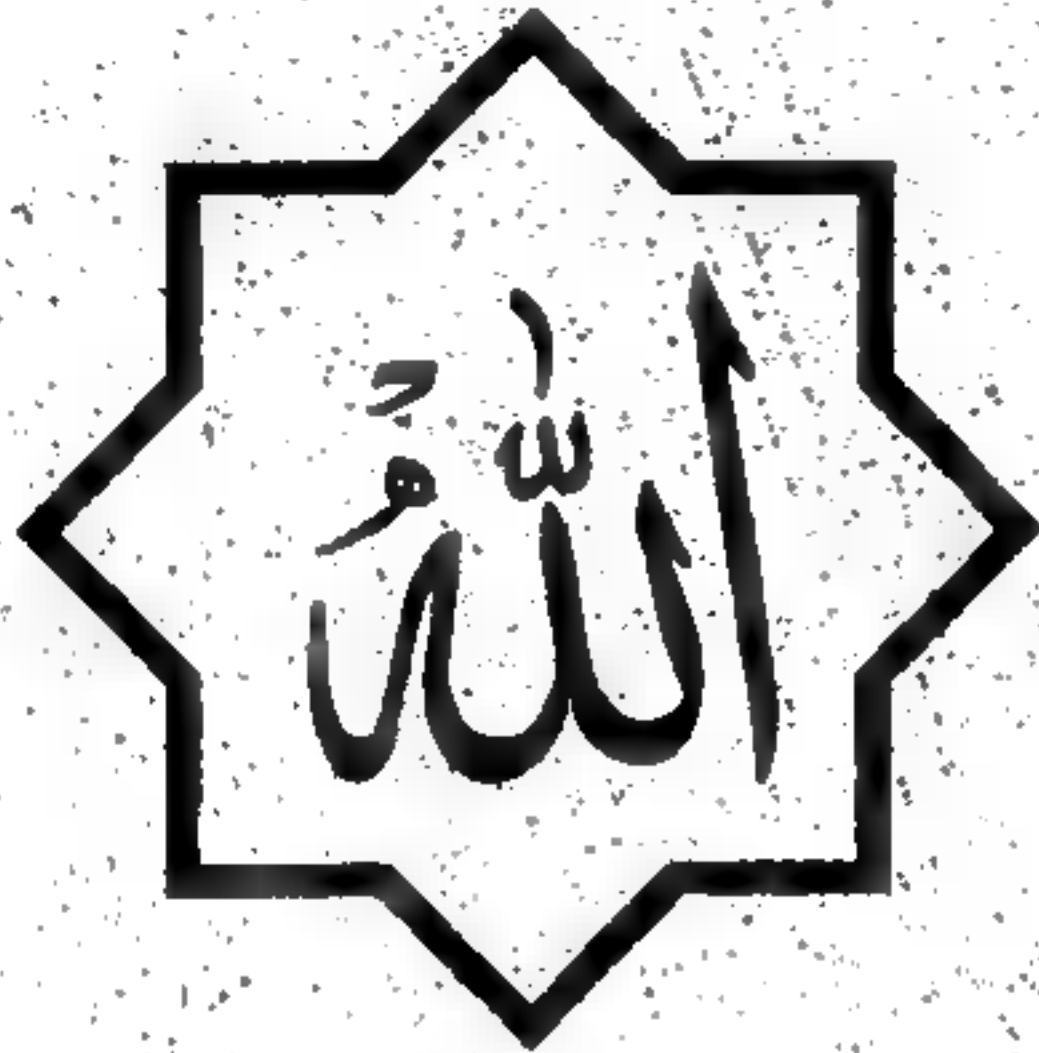
کول حیۃ الانبیاء بعد موتہم۔ صلوات اللہ علیہم۔ شواہد من

الاحادیث الصحیحۃ منها۔

اور انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم کی وفات کے بعد حیات کے صحیح احادیث میں شواہد

ہیں ان میں سے یہ حدیث ہے۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیائے کرام حقیقی طور پر ایک ہی وقت میں اپنی اپنی
قبور مقدسہ میں اور مسجد اقصیٰ میں اور آسمانوں میں بھی موجود ہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی
طاقت و قدرت ہے۔



حدیث نمبر ۶:

ما اخبرنا ابو الحسن علی بن محمد بن عبد اللہ بن بشر ان ببغداد
انبا اسماعیل بن محمد الصفا ر ثنا محمد بن عبد الملک الدقیقی ثنا یزید
بن ہارون ، ثنا سلمان التیمی عن انس بن مالک ان بعض اصحاب النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخبرہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ
اسری بہ مر علی موسیٰ علیہ السلام وهو یصلی فی قبرہ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت
کرتے ہیں انہوں نے خبر دی کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج کی رات حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث شریف کی سند سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس بن مالک نے یہ حدیث
براہ راست نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں سنی بلکہ کسی اور صحابی سے سنی ہے اس طرح یہ
حدیث مرسل ہوئی لیکن مرسل صحابہ میں سے ہے جو کہ بالاتفاق قابل قبول ہے اور اس میں کسی کا
اختلاف نہیں ہے۔

حضرت امام حافظ ابو الفضل زین الدین عبد الرحیم بن الحسین عراقی فرماتے

ہیں:

و اما الذی ازسلہ الصحابی فحکمہ الوصل علی الصواب
اور وہ حدیث جس کو صحابی مرسل بیان کرے وہ موصول کے حکم میں ہے یہی صحیح و صواب

ہے۔

حضرت امام شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی فرماتے ہیں:

بل اهل الحديث وان سموه مرسل لا خلاف بينهم في احتجاج به.

(فتح المغیث ۱: ۱۵۳)

بلکہ محدثین کے نزدیک اگرچہ اس کا نام مرسل ہے لیکن اس کے ساتھ احتجاج میں کسی کو

کوئی اختلاف نہیں ہے۔

حضرت امام محی الدین ابی زکریا یحییٰ بن شرف نووی فرماتے ہیں:

وهذا كله في غير مرسل الصحابة و امامهم وهو ما رواه ابن

عباس و ابن زبير و شبههما من احداث الصحابة عن رسول الله صلى الله

تعالى عليه وسلم مما لم يسمعه منه فحكمه حكم المتصل. لان الظاهر

روايتهم ذلك عن الصحابة والصحابة كلهم عدول و الصواب : المشهور :

انه يحتج به مطلقا. (كتاب الارشاد طلاب الحقائق للنووی ۱: ۱۷۳ تا ۱۷۵)

اور یہ تمام اختلاف غیر صحابہ کی مراسیل میں ہے اور جہاں تک مراسیل صحابہ کا تعلق ہے

جیسا کہ حضرت ابن عباس و عبداللہ بن زبیر اور ان جیسے دیگر کم عمر صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم سے روایت کریں اگرچہ صحابی کا نام نہ لیں تو یہ متصل کے حکم میں ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ

ان کی روایات صحابہ سے ہی ہیں اور صحابہ تمام کے تمام عدول ہیں اور صحیح اور مشہور ہے کہ یہ مطلقاً

قابل قبول ہے۔

اور اسی طرح دیگر بے شمار محدثین و علمائے اصول نے بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو:

الكفاية في علم الرواية للخطيب بغنادي ص ۲۴

كتاب المجموع ۱: ۱۰۰۶ جامع التحصيل ص ۳۱

التقييد والايضاح شرح مقدمه ابن الصلاح للعراقي ص ۷۵

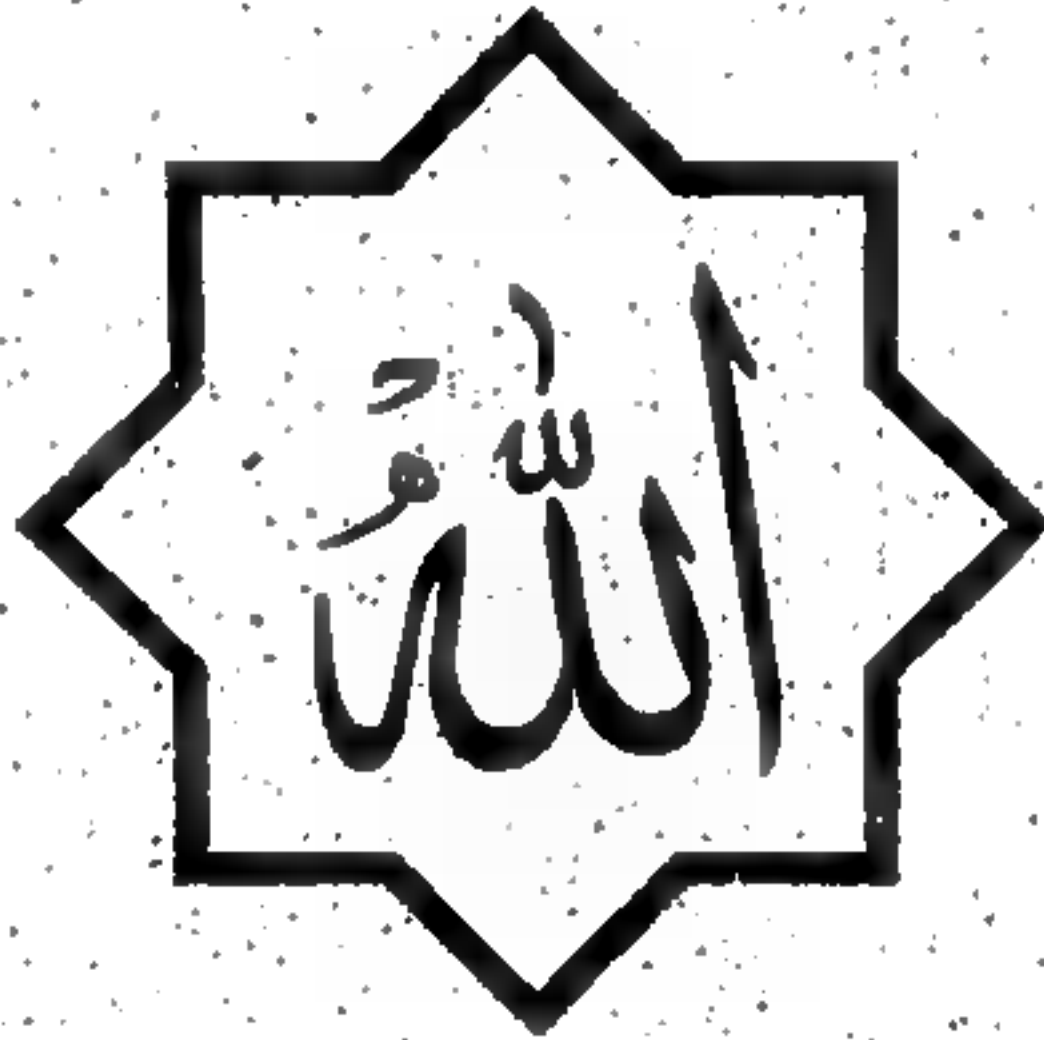
التدريب الراوي ۱: ۲۰۷ المستصفی ۱: ۷۱

القنع في علوم الحديث للابن الملقن ۱: ۱۳۸

فتح الباقي بشرح الفيه العراقي ۱۴۸، ۱۴۹ وغیرہم

تو ثابت ہوا کہ یہ حدیث اگر صرف مرسل ہی ہوتی تب بھی بالاتفاق قابل قبول تھی لیکن

یہ روایت تو موصول بھی ثابت ہے جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں موجود ہے اور اس متن میں ابھی
اگلی روایت بھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موصول ہی آرہی ہے۔



حدیث نمبر ۷

و اخبرنا ابو الحسن بن بشر ان انبا اسماعیل انبا احمد بن منصور بن
سیار الرمادی ثنا یزید بن ابی حکیم ثنا سفیان یعنی الثوری ثنا سلیمان التیمی
عن انس ابن مالک قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم:
مررت علی موسی و هو قائم یصلی فی قبره.

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر سے گزرا تو وہ
اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

یہ روایت سند کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے۔ دراصل حضرت امام بیہقی یہ حدیث لا کر یہ
ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حدیث شریف ”الانبياء احياء فی قبورهم یصلون“ ن معنوی لحاظ
سے بھی صحیح ہے کیونکہ یہ کام یعنی قبر میں نماز پڑھنا تو واقع ہو چکا اور اس کی خبر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے مشاہدہ فرما کر ہم کو دی، لہذا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبر میں نماز پڑھنا
ثابت ہے اور اس میں کسی منکر کو بھی گنجائش انکار نہیں ہے تو دیگر حضرات انبیائے کرام کے نماز
پڑھنے میں کونسا استحالہ ہے وہ اپنی اپنی قبور میں نماز کیوں نہیں پڑھ سکتے۔

امام مسلم نے اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

عن انس قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم مررت لیلة
اسری بی علی موسیٰ علیہ السلام قائما یصلی فی قبره. (صحیح مسلم ۲: ۶۸)
اور اس روایت کو کم و بیش انہیں الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل محدثین نے بھی روایت کیا

ہے۔

- ۲۔ مصنف عبدالرزاق، ۵۷۷:۳ امام عبدالرزاق
- ۳۔ مسند ابی یعلیٰ، ۷۱:۶ امام ابویعلیٰ الموصلی
- ۴۔ صحیح ابن حبان، ۱۳۹:۱ امام ابن حبان
- ۵۔ حلیۃ الاولیاء، ۶:۳۵۳، ۸:۳۳۳ امام ابونعیم اصبہانی
- ۶۔ فردوس الاخبار، ۲:۲۵۶ امام دیلمی
- ۷۔ سیرت ابن اسحاق، ۱:۲۹۷ ابن اسحاق
- ۸۔ شرح السنۃ، ۱۳:۳۵۱ امام بغوی
- ۹۔ سنن نسائی، ۱:۲۴۲، ۲۴۳ امام نسائی
- ۱۰۔ تاریخ جرجان، ۲:۲۷۳ امام سہمی
- ۱۱۔ مسند الشامیین، ۱:۱۹۴، ۲:۴۲۰ امام طبرانی
- ۱۲۔ الرسائل القشیریہ، ۱۸ ابوالحسن قشیری
- ۱۳۔ السنن الکبریٰ، ۱:۴۱۹ امام نسائی
- ۱۴۔ تاریخ اصبہان، ۲:۲۲۸ ابونعیم اصبہانی
- ۱۵۔ کتاب الزہد، ۹۵ امام احمد
- ۱۶۔ المعجم الکبیر، ۱:۹۱ امام طبرانی
- ۱۷۔ نوادر الاصول، ۴۰۹ حکیم ترمذی

(کتاب الافراد ۲/۳۳۳ امام دارقطنی)

یہ حدیث الحمد للہ صحیح السند والہمتن ہے اس لئے اس کے مویدات کی خاص ضرورت تو نہیں لیکن اتمام حجت کے لئے چند روایات اس کی تائید میں پیش کرتے ہیں تاکہ ماننے والوں کے دل باغ باغ اور منکرین کی ناک خاک آلود ہو۔

حدیث نمبر ۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم مررت علی موسیٰ و هو قائم یصلیٰ فی قبرہ۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ۱۱: ۹۲۔)

(مسند احمد، ۱: ۲۸۵، ۲۹۰۔)

(فوائد التمام الرازی، ۲: ۲۵۸) (باب ما جاء فی موسیٰ)۔

(ذکر اخبار اصحاب الانبیاء، ۲: ۱۲۵)۔

حدیث نمبر ۲: حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عن ابی سعید قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: رأیت

موسیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) عند الکثیر الاحمر یصلیٰ فی قبرہ۔

(کشف الاستار عن زوائد البر ۳: ۱۰۴)۔

(ابن مردویہ بحوالہ الخصائص الکبریٰ ۱: ۱۶۹)۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ سرخ ٹیلے کے پاس

اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

حدیث نمبر ۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما

اسری بی الی السماء رأت موسیٰ یصلیٰ فی قبرہ۔

(ابن عساکر بحوالہ کنز العمال ۱۱: ۵۱۱)۔

(ابن مردویہ بحوالہ الخصائص الکبریٰ ۱: ۱۷۶)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میں نے حضرت موسیٰ کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز

پڑھ رہے ہیں۔

حدیث نمبر ۸

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن يعقوب ثنا محمد بن عبد الله بن المنادی ثنا يونس بن محمد المودب ثنا حماد بن سلمة ثنا سليمان التيمي و ثابت البناني عن انس ابن مالك ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال : اتيت موسى ليلة اسرى بي عند الكتيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں حضرت موسیٰ کے پاس سرخ ٹیلے کے قریب آیا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:

وقد صحح عنه انه رأى موسى عليه السلام قائما يصلي في قبره ليلة الاسراء. (كتاب الروح ص ۷۴)

اور یہ صحیح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معراج کی رات دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت علامہ احمد بن السید محمد کی حموی حنفی (م ۱۰۹۸) فرماتے ہیں:

وصح ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رأى موسى قائما يصلي في قبره ليلة الاسراء. (رسالہ کرامات اولیاء ص ۱۴ طبع ترکی ملحق بہ الدرر السعید)

اور یہ حدیث صحیح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت امام تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

وقال البيهقي في دلائل النبوة و في الحديث الصحيح عن سليمان

(شفاء السقام ص ۱۸۳)

الشمي و ثابت عن انس بن مالك

امام بیہقی نے دلائل النبوة میں اس حدیث کے متعلق کہا جو کہ سلیمان تیمی اور ثابت بنانی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ صحیح حدیث ہے۔

امام بیہقی کی یہ عبارت دلائل النبوة ۲: ۳۸۷ پر ہے:

(ش) عن انس وهو صحيح.

حضرت انس سے یہ روایت مصنف بن ابی شیبہ میں ہے جو کہ صحیح ہے۔

فوائد حدیثیہ:

حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

قال الشيخ بدر الدين بن الصاحب في مولف له في حياة الانبياء : هذا

صريح في اثبات الحياة لموسى في قبره فانه وصفه بالصلوة وانه قائم. ومثل

ذلك لا يوصف به الروح وانما يوصف به الجسد و في تخصيصه بالقبر دليل

على هذا فانه لو كان من اوصاف الروح لم يحتج لتخصيصه بالقبر.

(زہر البری شرح سنن النسائی ج ۱: ۲۲۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

شیخ بدر الدین بن صاحب نے اپنے رسالہ حیاۃ الانبیاء میں فرمایا کہ یہ حدیث شریف

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیاۃ فی القبر میں صریح ہے کیونکہ اس میں ان کی صفت نماز بیان کی گئی

ہے کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور یہ صرف روح کی صفت نہیں ہو سکتی۔ بے شک یہ تو

جسد کا کام ہے (یعنی آپ حقیقی حیاۃ کے ساتھ متصف ہیں) اور قبر کی تخصیص بھی اس پر دلیل ہے

کہ اگر یہ صرف روح کے اوصاف میں سے ہوتا تو قبر کی تخصیص کے ساتھ احتجاج نہ کیا جاتا۔

حضرت داؤد بن سلیمان بغدادی نقشبندی فرماتے ہیں:

والصلاة ذات ركوع وسجود وهي تستدعي جسداً حياً كما قالوا

فی صلاة موسى في قبره.

اور نماز رکوع و سجود والی ہے اور یہ زندہ جسم کو چاہتی ہے جیسا کہ ”حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نماز اپنی قبر میں“ کے بارے میں علماء نے فرمایا ہے۔

حضرت امام محمد بن یوسف صاکی شامی فرماتے ہیں:

قال العلامة جمال الدين محمود بن جملة: وهذا الحديث صريح في

اثبات الحياة لموسى صلى الله تعالى عليه وسلم. فانه وصفه بالصلوة و ذكر

انه كان قائما و مثل هذا لا يوصف به الروح فقط، و انما يوصف به مع الجسد

فانه لا يقوم يصلى الا بعودة الروح اليه فتلك كرامة عظيمة فانه يفسخ له في

قبره فيكون عمله في العبادة متصل بعد وفاته و هذه الرؤية رؤية عين لان

مذهب اهل السنة ان الاسراء كان بالجسد.

(سبل الہدیٰ والرشاد سیرۃ خیر العباد ۱۲: ۱۲۶۷ الباب الثانی عشر فی صلاتہ فی قبرہ)

حضرت علامہ جمال الدین محمود بن جملہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حضرت موسیٰ علیہ

السلام کی حیات فی القبر میں واضح اور صریح ہے کیونکہ آپ کی نماز کا بیان کیا گیا ہے کہ وہ کھڑے

تھے اور یہ صفت فقط روح کی صفت نہیں ہو سکتی۔ یہ روح واپس لوٹا دی گئی ہے تو یہ آپ کی ایک

بہت بڑی عزت و کرامت ہے کیونکہ آپ کی قبر وسیع کر دی گئی ہے اور یہ عبادت کا عمل وفات کے

فوراً بعد متصل ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت موسیٰ کو دیکھنا ظاہری آنکھوں سے دیکھنا

ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک معراج روح مع جسد کو ہوئی تھی نہ کہ فقط روح کو۔

حضرت امام تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

وقد ذكرناه عن جماعة من العلماء وشهد له صلاة موسى عليه

السلام في قبره فان الصلاة تستدعي جسداً في الانبياء ليلة كلها صفات

الاجسام ولا يلزم من كونها حياة حقيقة ان تكون الابدان معها كما كانت في

الدنيا من الاحتياج الى الطعام والشراب فليس في العقل ما يمنع من اثبات

الحياة الحقيقة واما الادراكات كالعلم والسماع فلا شك ان ذلك ثابت.

(شفاء السقام ۱۹۱، ۱۹۲)

اور ہم نے علماء کی ایک پوری جماعت سے حیات الانبیاء کا بیان کیا ہے اور اس کا شاہد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے اور نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے اور ایسی دیگر وہ صفات جو کہ انبیاء میں ذکر کی گئیں معراج کی رات کو تو یہ تمام صفات اجسام کی ہیں اور قبر میں حقیقی حیات ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے بدنوں کو جیسے دنیا میں کھانے پینے کی احتیاج تھی وہ قبر میں بھی ہو اور عقل بھی قبروں میں حقیقی حیات کے اثبات کی نفی نہیں کرتی اور جہاں تک ادراکات یعنی علم اور سماعت کا تعلق ہے تو وہ ان کے لئے ثابت ہیں اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

حضرت علامہ سیدی محمد بن قاسم جسوس تحریر فرماتے ہیں:

و يشهد له صلاة موسى في قبره فان الصلوة تستدعي جسد احياء
وكذلك صفات الانبياء المذكورة ليلة الاسراء كلها صفات الاجساد و لا
امتناع من انها حيلة حقيقة و ان لم تحتج الى نحو طعام و اما نحو العلوم
والسماع فتثبت لهم بل لسائر الموتى بلا شك.

(الفوائد الجلیلة السببية علی شمائل نبویہ ص ۲۳۶)

حیاء الانبیاء کا شاہد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے اور نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے اور ایسے ہی وہ تمام صفات جو کہ معراج کی رات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انبیائے کرام کی بیان فرمائیں وہ سب اجساد کو چاہتی ہیں اور ان کی حیات حقیقی ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے لیکن یہ حیات حقیقہ ہونے کے باوجود ان کو طعام وغیرہ کی حاجت نہیں ہے اور جہاں تک علم اور سماعت کا تعلق ہے تو وہ انبیائے کرام کے لئے ثابت ہے بلکہ وہ تو عام موتی کے لئے بھی ثابت ہے۔

یہاں منکرین شان انبیاء کی ایک نئی توجیہ و تحقیق بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ایک اعتراض کا

جواب دیتے ہوئے۔

دیوبندی انوٹھی حقیق

مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی مماتی نے لکھا ہے:

جس طرح حیات دنیا میں ارواح و ابدان عنصریہ کے ذریعے متحرک ہوتی ہیں اور تمام اعمال و تصرفات بجالاتی ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور بعض کالمین کی ارواح وفات کے بعد عالم برزخ میں مثال اور برزخی اجسام کے ذریعے حرکت کرتی ہیں اور نماز پڑھتی ہیں۔ تلاوت قرآن، حج اور کئی دوسرے اعمال بجالاتی ہیں۔“ (ندائے حق: ۱: ۵۵۷)

یعنی مولوی مذکور کا حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں اور بالخصوص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ قبر میں ان کا مثالی جسم نماز پڑھ رہا تھا۔ اصل جسم قبر میں بلا حرکت و جنبش موجود تھا۔ بلفظہ

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مثالی جسم دیکھا تھا اور اصلی جسم پاس میں بلا حرکت و جنبش پڑا ہوا تھا۔ اس پر مولوی صاحب کے پاس کون سی دلیل ہے واضح کریں۔

تو ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام قبور مقدسہ میں حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور نمازیں ادا فرماتے ہیں۔ کیا انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ بھی کوئی شخص اپنی قبر میں نماز پڑھتا ہے یا کہ نہیں اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل روایات قابل مطالعہ ہیں۔

امام ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت نقل فرمائی ہے کہ

یوسف بن عطیۃ قال سمعت ثابت البنانی یقول لحمید الطویل هل

بلغک یا ابا عبید اللہ ان احدا یصلی فی قبرہ الا الانبیاء قال لا قال ثابت اللہم ان اذنت لاحد ان یصلی فی قبرہ فاذن لثابت ان یصلی فی قبرہ۔

(حلیۃ الاولیاء لابن نعیم، ۲: ۳۱۹، شرح الصدور، ۲۵۶، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱۲: ۳۶۷)

شعب الایمان للبیہقی بسند آخر، ۳: ۱۵۶ مصنف ابن شیبہ عن حماد قال ثابت (۱۲: ۵۰)

(کتاب الزہد طبقات ابن سعد ۷/ ۲۳۳ مختصراً)

جناب یوسف بن عطیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ثابت سے سنا کہ انہوں نے حمید الطویل سے فرمایا کہ اسے ابو عبید کیا تجھے کوئی ایسی حدیث پہنچی ہے کہ حضرات انبیائے کرام کے علاوہ بھی کوئی شخص قبر میں نماز پڑھتا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں تو حضرت ثابت نے دعا مانگی اے اللہ اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی توفیق و اجازت دیتا ہے تو ثابت کو اجازت دینا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھے۔

یعنی جناب حمید الطویل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسی مرفوع روایت نہیں ملی کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا بھی کوئی شخص قبر میں نماز پڑھتا ہے یا کہ نہیں اور اگر حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی قبر میں نماز نہ پڑھتے ہوتے تو پہلے نمبر پر تو حضرت بنانی جو کہ مشہور ثقہ تابعی ہیں اور جنہوں نے حضرت عبداللہ (مسلم) حضرت عبد اللہ معقل (نسائی) حضرت عبداللہ بن زبیر (بخاری) حضرت ابو ہریرہ (مسلم) حضرت عمر بن ابی سلمہ مخزومی ربیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (ترمذی و نسائی) اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے صحابہ کرام سے روایت لی ہے۔ اور اپنے وقت کے اولیائے کرام میں تھے۔ یہ سوال نہ کرتے اور اگر کر ہی دیا تھا تو جناب حضرت حمید الطویل ہی اس سوال کو رد کر دیتے کہ انبیاء بھی تو قبور میں نماز نہیں پڑھتے۔ حضرت امام ثابت بنانی کا سوال کرنا اور حمید الطویل کا اس کو رد نہ کرنا بتاتا ہے کہ حضرات تابعین بھی پڑھتے ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ کیا حضرات انبیائے کرام علیہ السلام کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے یہ کسی کو فضیلت بخشی ہے یا کہ نہیں۔

اولیائے کرام کا قبور میں نماز پڑھنا

حضرت ثابت بنانی ان خوش نصیب اولیاء میں سے ہیں جو کہ اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور قرآن کی تلاوت بھی فرماتے ہیں۔

شیبان بن جسر عن ابیہ قال : انا واللہ الذی لا الہ الا هو ادخلت ثابت البنانی لحده ومعی حمید الطویل او رجل غیرہ شک محمد قال فلما سوینا علیہ اللبن سقطت لبنہ فاذا انا بہ یصلی فی قبرہ فقلت للذی معی الا تری . قال

: اسکت فلما سوینا علیہ و فرغنا آتینا ابتہ فقلنا لها ما کان عمل ایک ثابت؟
فقلت و ما رأیت فاخبرنا ما فقلت کان یقوم اللیل خمسین سنة فاذا کان
السحر، قال فی دعائه اللهم ان کنت اعطیت احداً من خلقک الصلوة فی
قبرہ فاعطینہا فما کان اللہ لیرد ذلک الدعاء.

(حلیۃ الاولیاء ۲: ۳۱۹)

(احوال القبور و احوال اہلبا الی النشور لابن رجب حنبلی ص ۳۶۔)

(اقامۃ الحجۃ از مولانا عبدالحی لکھنوی ص ۷۰ تحقیق عبدالفتاح ابو غدرہ مکتبۃ المطبوعات

الاسلامیہ حلب)

(عیون الاخبار لابن قتیبہ ۲: ۳۳۳ کتاب الزہد)

شیبان بن جسر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ اس اللہ کی قسم جس
کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ میں حضرت ثابت بنانی کی لحد میں داخل ہوا اور میرے ساتھ حمید
الطویل یا کوئی دوسرا شخص (راوی محمد کوشک ہے) بھی تھا جب ہم نے لحد پر اینٹیں لگا کر برابر کر دیا
تو ایک اینٹ گر گئی، دیکھا کہ حضرت ثابت قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اس شخص سے جو
کہ میرے ساتھ تھا کہا کیا تو نے دیکھا اس نے کہا کہ خاموش رہو جب ہم قبر کو بنانے کے بعد
فارغ ہوئے تو حضرت ثابت کی بیٹی کے پاس آئے اور اس سے ہم نے پوچھا کہ تمہارے والد کیا
عمل کیا کرتے تھے اس نے کہا کہ تم نے کیا دیکھا ہے۔ ہم نے بیان کیا تو اس نے کہا کہ انہوں
نے پچاس سال تک رات کو قیام کیا۔ جب صبح ہوتی تو وہ دعا کرتے اور کہتے اے میرے اللہ اگر تو
اپنی مخلوق میں سے کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہے تو مجھے بھی یہ توفیق عطا فرما۔ تو اللہ
تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو رد نہیں کیا۔

تو الحمد للہ ثابت ہوا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اولیا بھی قبر میں نماز
پڑھتے ہیں اور راوی نے اپنی روایت کردہ حدیث ”الانبیاء احياء فی قبورہم یصلون“ کو
ہر لحاظ سے ثابت کر دیا ہے۔ یہ واقعہ حضرت ثابت بنانی سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے جیسا کہ

علماء نے تصریح کی ہے۔

امام تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

و قد صح عن ثابت البنانی التابعی انہ قال اللهم ان کنت اعطیت احد
ان یصلی فی قبرہ فاعطنی ذلک فری بعد موتہ یصلی فی قبرہ۔

اور حضرت ثابت بنانی تابعی سے یہ صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ انہوں نے دعائمانگی
اے اللہ اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہے تو مجھے بھی اجازت دینا تو ان کی وفات
کے بعد ان کو دیکھا گیا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت امام محمد بن یوسف صاکی شامی تلمیذ امام سیوطی فرماتے ہیں:

آپ امام ابو نعیم والی سابقہ روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: و جاءت هذه
الحکایت من غیر وجه۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ۱۲: ۳۶۷)

یہ حکایت کہ حضرت ثابت بنانی اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں ایک اور سند سے بھی مروی

ہے۔

حضرت امام ذہبی فرماتے ہیں:

عفان عن حماد بن سلمة قال : کان ثابت یقول اللهم ان کنت

اعطیت احداً الصلوة فی قبرہ فاعطنی الصلوة فی قبری فیقال ان هذه الدعوة

استجبت و انه رى بعد موتہ یصلی فی قبرہ فیما قیل۔ (سیر اعلام النبلا ۵: ۲۲۲)

حماد بن سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بنانی کہا کرتے تھے کہ اے اللہ اگر تو کسی

کو قبر میں نماز پڑھنے کی سعادت بخشا ہے تو مجھے بھی میری قبر میں نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما تو

کہتے ہیں کہ یہ دعا قبول ہوئی اور آپ کو وفات کے بعد دیکھا گیا کہ آپ قبر میں نماز پڑھ رہے

ہیں۔

اسی سند اور انہیں الفاظ کے ساتھ اس حکایت کو حضرت امام حافظ جمال الدین ابی

الحجاج یوسف مزی نے بھی روایت کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(تہذیب الکمال ۳: ۲۲۷، طبع دار الفکر، بیروت)

اور اسی طرح ”مرشد الزوار الی قبور الارابر جلد ۱ ص ۹۷ پر، عن حسین بن شیبان عن ابيه کی سند سے بھی ایک روایت موجود ہے۔

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

وكان رضى الله تعالى عنه يقوم الليل خمسين سنة فاذا كان السحر يقول في دعائه اللهم ان كنت اعطيت احدا من خلقك الصلوة في قبره فاعطيها فلما مات و سوي عليه اللبن وقعت عليه لينة فاذا هو قائم يصلى في قبره. (الطبقات الكبرى لمسماة بلواقع الانوار في طبقات الاخبار ۱: ۳۶ محلی مصر)

اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پچاس سال تک رات کو قیام کرتے رہے جب صبح ہوتی تو دعا مانگتے کہ اے اللہ اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہے تو مجھے بھی عطا فرما۔ پس جب آپ فوت ہوئے اور آپ کی قبر کو برابر کیا گیا تو ایک اینٹ گر پڑی تو اس وقت آپ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت شیخ موسیٰ ماہین زولی کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا

حضرت ثابت بنانی کے واقعہ مبارکہ سے ملتا جلتا ایک واقعہ حضرت شیخ موسیٰ بن ماہین زولی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی آتا ہے جیسا کہ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی نے نقل فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

استوطن رضى الله تعالى عنه ماردين وبها مات رحمه الله تعالى وقد كبر سنة و قبر بها ظاهر يزار. ولما وضعوه في لحده نهض قائما يصلى و اتسع له القبر و اغمى على من كان نزل قبره. (الطبقات الكبرى ۱: ۱۲۰)

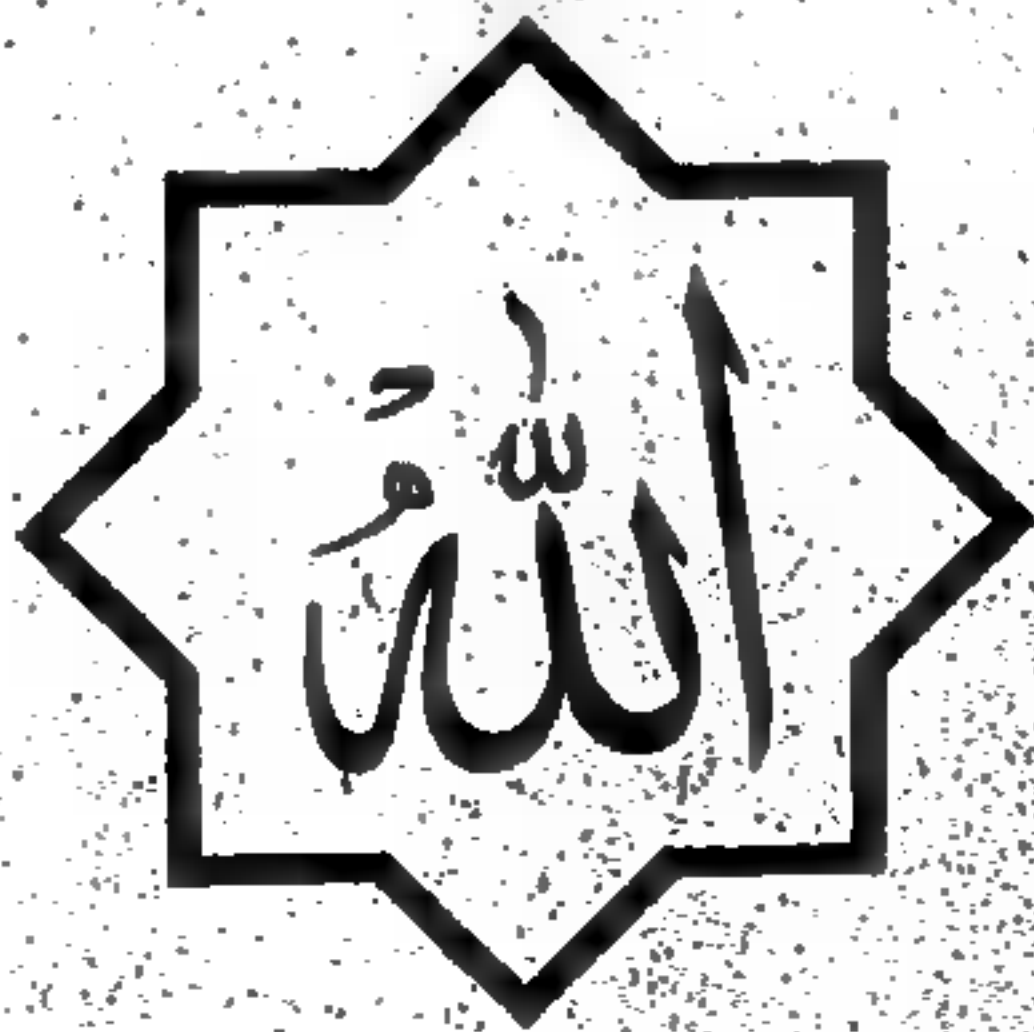
آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مار دین میں رہتے تھے اور وہیں فوت ہوئے ان کی وہاں قبر ظاہر ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ جب ان کو لحد میں رکھا گیا تو وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور ان کی قبر وسیع ہو گئی اور جو شخص آپ کی لحد میں اترتا تھا وہ یہ دیکھ کر بے ہوش ہو گیا۔

اولیائے کرام رحمہم اللہ علیہم کے اس جیسے واقعات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے لیکن چونکہ یہ ہمارا موضوع نہیں اس لئے انہی حوالوں پر اختصار کرتے ہوئے اس کو ختم کرتے ہیں۔ ان حوالوں سے مقصود صرف یہ ہے کہ جب اولیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں تو پھر حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کا تو زیادہ حق بنتا ہے کہ وہ اپنی قبور مقدسہ میں نمازیں پڑھیں۔

اخر جہ ابوالحسن مسلم بن الحجاج النیشاپوری رحمہ اللہ من حدیث حماد بن سلمۃ عنہما، واخر جہ من حدیث الثوری وعیسیٰ بن یونس وجریر بن عبد الحمید عن التیمی۔

اس حدیث کو امام مسلم حجاج نیشاپوری نے حماد بن سلمہ سے اور انہوں نے ان دونوں (سلیمان تیمی اور ثابت) سے روایت کیا اور ثوری کی حدیث عیسیٰ بن یونس وجریر بن عبد الحمید نے تیمی سے اس کو روایت کیا ہے۔

اس حدیث شریف کی تخریج پچھلے صفحات میں گذر چکی ہے۔ اور اس کی شرح بھی پچھلے صفحات میں ہو چکی ہے۔



حدیث نمبر ۹:

اخبرنا احمد بن علی الحرشی ثنا حاجب بن احمد ثنا محمد بن یحییٰ ثنا احمد بن خالد الوہبی ثنا عبد العزیز بن ابی سلمة عن عبد اللہ بن الفضل الهاشمی عن ابی سلمة بن عبد الرحمن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : لقد رأیت فی الحجر وانا اخبر قریشا عن مسرای فسألونی عن اشیاء من بیت المقدس لم اثبتھا فکربت کربا ما کربت مثله قط فرفعه اللہ لی انظر الیہ ما یسألونی عن شیء الا الباتھم بہ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا (اس وقت میں قریش کو سفر معراج کی تفصیل بتا رہا تھا۔ قریش نے بیت المقدس کی بعض ایسی اشیاء کے بارے میں مجھ سے پوچھا جو اس وقت میرے ذہن میں نہ تھیں۔ مجھے اس وقت اتنی پریشانی ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی ایسی پریشانی نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے کر دیا۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور لوگوں کے سوالوں کے جوابات دے رہا تھا۔

اس حدیث شریف اور دیگر واقعہ معراج کے متعلق مروی احادیث میں پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیگر حضرات انبیائے کرام علیہم السلام سے ملاقات کا ذکر ہے جس سے مصنف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ تمام انبیائے کرام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں اور جہاں چاہیں باذن اللہ تشریف لے جائیں کیونکہ وہ اپنی قبروں میں بھی تھے۔ بیت المقدس میں بھی جیسا کہ مذکورہ حدیث میں واضح ہے اور آسمانوں میں بھی تھے اس لئے ثابت ہوا کہ ان کی زندگی تو متحقق

ہے ان احادیث سے ان کا اطراف عالم میں تصرف بھی ثابت ہو رہا ہے۔

وقد رأيتني في جماعة من الانبياء فاذا موسى قائم يصلي فاذا رجل ضرب جعد كانه من رجال شنوءه و اذا عيسى بن مريم قائم يصلي اقرب الناس به شبها عروة بن مسعود الثقفي و اذا ابراهيم قائم يصلي اشبه الناس به صاحبكم يعني نفسه فحانت الصلوة فاممتهم فلما فرغت من الصلوة قال لي قائل : يا محمد! هذا مالک صاحب النار فسلم عليه فالتفت اليه فبدأني بالسلام.

اخرجه مسلم في صحيح من حديث عبد العزيز.

بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کی جماعت کے ساتھ تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ کم گوشت والے گھنگھریالے بالوں والے تھے گویا قبیلہ شنوہ سے ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ بھی کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور وہ عروہ بن مسعود ثقفی کے مشابہ تھے اور یہ بھی دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں جو کہ تمہارے آقا یعنی خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ آخر نماز کھڑی ہوئی اور میں نے ان کی امامت کی۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ایک کہنے والے نے کہا اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ مالک جہنم کے داروغہ ہیں اسے سلام کیجئے۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے سلام کرنے میں پہل کی۔ اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں عبد العزیز کی سند سے بیان کیا۔

حضرت امام تقی الدین سبکی ان تمام روایات کو جمع فرما کر لکھتے ہیں: هذه الاحادیث

كلها في الصحيح. (شفاء النقام ۱۸۵)

یہ تمام احادیث صحیح کے حکم میں ہیں۔

انبیائے کرام کا کائنات عالم میں تصرف کرنا

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں عبد العزیز کی سند سے بیان فرمایا:

یہاں ہم چند احادیث ایسی نقل کرتے ہیں کہ جس سے معلوم ہو کہ حضرات انبیائے کرام اپنی قبور میں قید نہیں بلکہ آزاد ہیں۔ جہاں چاہیں تشریف لے جائیں۔ حج وغیرہ کریں۔ ایک حدیث شریف جو کہ امام مسلم نے روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

لقيت موسى عليه السلام فاذا رجل حسبه قال مضطرب رجل رأس
كانه من رجال شنوءة ولقيت عيسى فاذا ربعة احمر كأنما خرج من ديماس
يعنى حماما و رأيت ابراهيم و انا اشبه و لذه به . (مسلم : ٩٥ ، باب الايمان و باب
الاسراء برسول الله ، بخارى : ٢٨٩٠ باب و اذكر فى الكتاب مريم)

میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ان کے بال شریف پریشان تھے گویا کہ وہ آل
شعواءہ کے آدمی ہیں اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملا سرخ و سفید رنگ کے خوبصورت آدمی
تھے ایسے لگتے تھے کہ ابھی ابھی حمام سے نکل کر آئے ہیں اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو
دیکھا وہ بالکل میری طرح کے تھے۔

اس حدیث شریف کے الفاظ اس طرح ہیں:

ارانى ليلة عند الكعبة فرأيت رجلاً آدم كاحسن ما انت رأيت وأمن الرجال
من آدم الرجال له لمة كاحسن ما انت رأى من اللحم قد رجليها فهي تقطر ماء
متكئاً على رجلين او على عواتق رجلين يطوف بالبيت فسالت من هذا فقيل
هذا المسيح بن مريم. (مسلم شريف ١: ٩٥، باب الايمان وذكر المسيح،)

(بخاری: ۱/۲۸۹ باب واذکر فی الکتاب مریم کتاب الایمان لابن مندہ ۲:

(430:444)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک رات خانہ کعبہ میں ایک نہایت خوبصورت آدمی کو دیکھا کہ پانی کے قطرے موشوں کی طرح اس کے پاؤں یا ایڑیوں پر گر رہے تھے۔ یہ شخص نہایت عقیدت سے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے تو کہا گیا کہ یہ عیسیٰ بن مریم ہیں۔

وفی حدیث سعید ابن المسیب و غیرہ انه لقیہم فی مسجد بیت المقدس و فی حدیث ابی ذر و مالک بن صعصعة فی قصة المعراج انه لقیہم فی جماعة الانبیاء فی السموات و کلمہم و کلموہ۔

اور حضرت سعید بن المسیب وغیرہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان انبیائے کرام علیہم السلام سے مسجد اقصیٰ میں ملے تھے اور حدیث ابی ذر اور مالک بن صعصعہ کی حدیث میں واقعہ معراج میں ہے کہ آپ انبیائے کرام علیہم السلام کی جماعت سے آسمانوں میں ملے تھے آپ نے ان سے کلام کیا اور انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کلام کیا۔

ایک حدیث شریف میں یہ الفاظ ہیں: کانی انظر الی موسیٰ واضعا اصبعہ فی اذنیہ۔ (مسلم ۹۵:۱ کتاب الایمان لابن مندہ ۲:۷۳۷)

میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں گویا کہ انہوں نے دونوں کانوں میں انگلیاں دی ہوئی ہیں۔

ان روایات سے یہ صاف طور پر ظاہر ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام ظاہری زندگی کے بعد بھی زندہ ہیں اور جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں جیسا کہ ابھی متن میں امام بیہقی کا فرمان آ رہا ہے۔

مزید دلائل ملاحظہ فرمائیں:

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانی انظر الی موسیٰ بن عمران فی هذا الوادی محرما بین قطونیتین۔

(مسند ابی یعلیٰ موصلی، ۵: ۵۶، تحقیق الاثری، المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۰: ۱۶۵، احلیۃ الاولیاء لابن نعیم ۳: ۱۸۹)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں اس وادی میں احرام باندھے

ہوئے ہیں قنوتین کے درمیان۔

عن ابن عباس : ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مر بوادی الازرق فقال ای واد هذا فقالوا هذا وادی الازرق قال کانی انظر الی موسی هابطا من الثیة وله جوار الی الله بالتلیة ثم اتی علی ثیة هرشا فقال ای ثیة قالوا هذا ثیة هرشا قال کانی انظر الی یونس بن متی علی ناقة حمراء جعدة علیه جبة من صوف خطام ناقتہ خلبة وهو یلبی۔

(مسلم شریف ۹۴:۱ کتاب الایمان مسند ابی یعلیٰ ۸۳:۳ شعب الایمان ۴:۲۲۰)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وادی ازرق سے گزرے تو فرمایا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلندی سے اترتے ہوئے دیکھ رہا ہوں وہ بلند آواز میں تلبیہ کہہ رہے ہیں پھر آپ ہر شا کی وادی پر آئے۔ آپ نے پوچھا یہ کونسی وادی ہے لوگوں نے کہا یہ ہر شا کی وادی ہے۔ آپ نے فرمایا گویا میں یونس بن متی کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک طاقت ور سرخ اونٹنی پر سوار ہیں۔ انہوں نے ایک اونٹنی جبہ پہنا ہوا ہے۔ اونٹنی کی ٹکیل کھجور کی چھال کی ہے اور وہ تلبیہ کر رہے ہیں۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام حج کرتے ہیں کبھی پیدل اور کبھی سواری پر تو ظاہر ہے کہ حج اپنی قبور مقدسہ سے نکل کر ہی کرتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا وادی ازرق میں اور سیدنا یونس علیہ السلام کا وادی ہر شا میں تلبیہ پڑھتے ہوئے آنا اور پھر اونٹنی پر سوار ہونا یقیناً یہ اجسام کی صفت ہے کیونکہ ارواح کو تو اونٹنی پر سواری کی حاجت ہی نہیں ہے اور یہ واقعہ بھی بیداری کا ہے جبکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ساتھ تھے۔ لیکن یہاں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دیکھنے کا ذکر نہیں ہے۔ عین ممکن ہے کہ کوئی منکر یہ کہہ دے کہ یہ تمام واقعات خواب کی حالت کے ہیں اس لئے ایک ایسا واقعہ پیش کرتے ہیں کہ جس میں یہ تمام شبہات خود ہی ختم ہو جائیں گے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں:

قال بینا نحن مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رأینا بردا ویدا

فقلنا یا رسول اللہ ما هذا برد الذی رأینا بردا ویذا قال: و قد رأیتموہ؟ قلنا نعم
: قال ذلک عیسیٰ بن مریم سلم علی۔

(الکامل لابن عدی ۵: ۸۰۷ ابن عساکر بسند آخر خصائص الکبریٰ ۲: ۹۱ نوریہ رضویہ سکھر)
ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ ایک چادر اور ایک ہاتھ دیکھا تو ہم
نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ سردی کیسی ہے جو ہمیں محسوس ہوئی اور یہ ہاتھ کیسا
ہے جو ہم نے دیکھا۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے اس ہاتھ کو دیکھا ہم نے عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: یہ
عیسیٰ بن مریم ہیں جنہوں نے مجھے سلام کیا تھا۔

اس حدیث شریف سے صاف واضح ہو گیا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام جہاں
چاہیں تشریف لے جائیں اور ان کی زیارت غیر انبیاء کے لئے بھی ممکن ہے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ انبیائے کرام علیہم السلام حج کرتے ہیں تلبیہ پڑھتے
ہیں اور نماز ادا فرماتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ بظاہر دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں اور وہ دارالجزاء
میں ہیں نہ کہ دارالعمل میں اور یہ اعمال تو دارالعمل کے ساتھ خاص ہیں نہ کہ دارالجزاء کے ساتھ تو
اس کا جواب امام نووی وقتی الدین سبکی نے امام قاضی عیاض سے نقل فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں:

فاعلم: ان للمشائخ و فیما ظہر لنا عن هذا اجوبة احدها كالشهداء
بل افضل منهم والشهداء احياء عند ربهم فلا یبعد ان یحجوا و یصلوا کما
ورد فی الحدیث الآخر۔ (شرح مسلم للنووی ۱: ۹۴ شفاء السقام ۱۸۶)

جاننا چاہئے کہ مشائخ کے کلام سے جو ہمارے لئے ظاہر ہوا اس کے کئی جواب ہیں۔
ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام شہداء کی طرح ہیں بلکہ ان سے بہت
زیادہ افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں تو یہ بعید نہیں کہ حج کریں اور نمازیں
پڑھیں۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔

ویسے بھی چونکہ یہ دنیا تو عام آدمی کے لئے بھی قید خانہ کی حیثیت رکھتی ہے تو جب آدمی
قید خانہ سے چھوٹے تو وہ آزاد ہے جہاں چاہے جیسا کہ احادیث مبارکہ میں وارد ہے۔ ملاحظہ

فرمائیں پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان مبارک کہ:
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الدنيا جنة الكافر وسجن المومن و انما مثل المومن حين تخرج
نفسه كمثل رجل كان في سجن فاخرج منه فجعل يتقلب في الارض و يتفصح
فيها.

بیشک دنیا کافر کے لئے جنت اور مومن کے لئے قید خانہ ہے۔ جب مومن کی جان نکلتی
ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص قید میں تھا اب اس کو آزاد کر دیا گیا پھر زمین میں گشت
کرنے اور با فراغت چلنے پھرنے لگا۔

تخریج حدیث:

- ۱۔ کتاب الزہد لابن مبارک (عن عبد اللہ بن عمرو) ۲۱۱ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۳۳۵: ۱۳ ادارة القرآن کراچی
- ۳۔ مسند امام احمد ۱۹۷: ۲ المکتب الاسلامی بیروت
- ۴۔ مسند امام احمد (عن ابی ہریرہ) ۳۸۹: ۲، ۳۲۳: ۲
- ۵۔ کتاب الزہد للإمام احمد ۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۶۔ حلیۃ الاولیاء
- ۷۔ حلیۃ الاولیاء (عن عبد الرحمن عمر) ۱۸۵: ۸، ۱۷۷: ۸
- ۸۔ الکامل لابن عدی (عن ابی ہریرہ) ۶۰۴: ۳ دار المعرفۃ بیروت
- ۹۔ فردوس الاخبار للذہبی بن عمر ۴۱۶: ۵ برقم ۸۳۳۳
- ۱۰۔ مستدرک للإمام حاکم عند سلیمان ۶۰۴: ۳ دار المعرفۃ بیروت
- ۱۱۔ عبد اللہ بن عمرو ۳۱۵: ۴
- ۱۲۔ الزہد الكبير للبيهقي ۱۸۹ دار القلم کویت
- ۱۳۔ عبد اللہ بن عمرو ۲۲۳، ۶۱۸

- ۱۴۔ المعجم الكبير للطبرانی ۲۳۶، ۲۶۹:۶ مكتبة المعارف رياض
- ۱۶۔ شرح السنة للإمام بغوی ابی ہریرہ ۲۹۷:۱۴ المكتبة الاسلامی بیروت
- ۱۷۔ مسند الشهاب للقضا عی ابن عمر ۱۱۸:۱ مؤسسة الرسالة بیروت
- ۱۸۔ صحیح ابن حبان ۳۸:۲ دار الفکر بیروت
- ۱۹۔ المنتخب لعبد بن حمید ابن عمر ۳۰۷:۱ مكتبة ابن حجر مكة المكرمة
- ۲۰۔ نوادر الاصول للإمام حکیم ترمذی ۳۵، ۸۰، ۳۹۰ المكتبة العلمية مدينة منوره
- ۲۱۔ فردوس الاخبار للذیل عی ابی ہریرہ ۳۵۲:۲ المكتبة الاثرية سانگه بل
- ۲۲۔ کشف الاستار عن زوائد البرزاز ابن عمر ۲۲۸:۳ مؤسسة الرسالة بیروت
- ۲۳۔ معجم السفر لابن طاهر احمد بن محمد السلفی ابی ہریرہ ۲۵۷ اسلام آباد
- ۲۴۔ القندی ذکر علماء سمرقند ۳۱۳ مكتبة الكوثر سعودی عرب
- ۲۶۔ تهذيب تاريخ دمشق ۴۱۵، ۴۰۹:۲ بیروت
- ۲۷۔ مسند ابی یعلی ابی ہریرہ ۸۰، ۶۴:۶ تحقيق الاثری سعودی عرب
- ۲۸۔ صحیح مسلم ۲۰۷:۲ كتاب الزهد کراچی
- ۲۹۔ ترمذی ۵۸:۲
- ۳۰۔ ابن ماجہ ۳۰۳
- ۳۱۔ الجوع لابن ابی الدنيا سليمان فارسی ۲۶ رقم ۳ دار ابن بیروت
- ۳۲۔ الغصاء الكبير للعقيلي ۳۶۰:۳ رقم ۱۳۹۳
- ۳۳۔ طبقات العرفیہ
- ۳۴۔ ہجۃ المجالس و انس المجالس ابن عبد البر القرطبی ۱۷۸:۲، ۱۰۶:۲
- ۳۵۔ المعجم الكبير للطبرانی عن قتادة بن النعمان بن زید ۱۵:۱۹
- ۳۶۔ مجمع الزوائد ۲۸۸:۱۰ دار الكتاب العربي بیروت
- ۳۷۔ التذکرہ فی الاحادیث المشتملہ للزکشی ۱۳۳ دار الكتب العلمية بیروت

- ۳۸۔ کتاب الزہد لابن داؤد السجستانی ابن عمرو ۲۷۷ دارالسلفیہ بمبئی
- ۳۹۔ ذم الدنيا لابن ابی الدنيا ۵۹ مؤسسة الکتب الثقافیہ بیروت
- ۴۰۔ تاریخ بغداد ۳۲۸:۱۱ دارالکتب العلمیہ بیروت
- ۴۱۔ ابن عمر ۲۳۲:۱۲، ۳۰۱:۶
- ۴۲۔ الترغیب والترہیب لاصہبانی ابی ہریرہ ۲۰۷:۲ دارالحديث قاہرہ
- ۴۳۔ ذم الدنيا لابن ابی الدنيا سلیمان قاری ۱۲ بیروت
- ۴۴۔ اعلام النبوة للماوردی ۲۶۷ باب جوامع الکلم دار احیاء العلوم بیروت
- ۴۵۔ تاریخ اصہبان لابن نعیم ۳۴۰:۱ ایران
- ۴۶۔ المقاصد الحسنۃ لسخاوی ۳۵۰ دارالکتب العربیہ بیروت
- ۴۷۔ موضع اوہام الجمع والتفریق الامام خطیب بغدادی انس بن مالک ۴۴۲:۱

ابن شیبہ کے الفاظ یوں ہیں:

فاذا مات المؤمن یخلى به یسرح حیث شاء. (مصنف ابن ابی شیبہ

(۳۵۵:۱۳)

جب مومن فوت ہوتا ہے تو اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے۔
اس سے بڑھ کر صحابہ کرام کا عقیدہ دیکھیں کہ آدمی اس جہاں سے چلے جانے کے بعد
بالکل آزاد ہے جہاں چاہے اللہ کے حکم سے جائے اور سیر کرے۔
حضرت امام عبد اللہ بن مبارک کے یہاں اس کی سند اس طرح ہے:

اخبرنا سفیان بن عیینہ عن یحیی بن سعید و علی بن زید بن جعدان

عن سعید بن المسیب. (تذکرۃ الحفاظ للذہبی ۲۶۵ تا ۲۶۲:۱)

اس سند میں پہلے راوی سفیان بن عیینہ ہیں جو کہ زبردست ثقہ ہیں اور حجت ہیں
ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرے راوی یحیی بن سعید ہیں۔ یہ راوی بھی زبردست ثقہ ہیں اور کسی نے بھی ان پر

جرح نہیں کی۔ یہ بالاتفاق ثقہ حجت ہیں ملاحظہ ہو۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱: ۱۳۷ تا ۱۳۹)

اور تیسرے راوی سعید بن المسیب ہیں۔ یہ بہت بڑے تابعی ہیں۔ حضرت عمرو عثمان و زید بن ثابت، حضرت عائشہ، حضرت سعد و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر بے شمار صحابہ سے سماع ثابت ہے زبردست ثقہ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱: ۵۴، ۵۵)

اور پھر امام سفیان بن عیینہ کے متابع امام عبد اللہ بن مبارک اور عباد بن العوام اور یحییٰ بن سعید کے متابع علی بن زید بن جدعان ہے۔ (عند عبد اللہ بن مبارک فی الزہد)

اور سفیان بن عیینہ کا متابع جریر بھی ہے۔ (عند ابی الدنیا)

حضرت سعید بن منیب سے روایت ہے کہ حضرت سلیمان فارسی اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما باہم ملے تو ایک دوسرے سے کہا کہ اگر تم مجھ سے پہلے وفات پا گئے تو مجھے خبر دینا وہاں برزخ میں کیا پیش آتا ہے۔ تو دوسرے نے کہا کیا مردے بھی باہم مل سکتے ہیں تو پہلے نے جواب دیا:

نعم ان ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذهب حیث شاءت۔
ہاں کیوں نہیں مومنوں کی روہیں تو جنت میں ہوتی ہیں انہیں اختیار ہوتا ہے جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔

۱۔ الزہد لابن المبارک ص ۱۴۴، برقم ۴۲۹ و لفظہ ص ۱۴۴

۲۔ التوکل علی اللہ لابن ابی دنیا محدث ص ۵۱

۳۔ المناہات لابن ابی دنیا ص ۲۳

۴۔ احوال القنور لابن رجب حنبلی ۱۱۶

۵۔ شرح الصدور للسیوطی ۳۵۶

۶۔ کتاب الروح لابن قیم ۳۳

۷۔ حلیۃ الاولیاء لابن نعیم عن المغیرہ بن عبد الرحمن: ۲۰۵

۸۔ احیاء العلوم ۴: ۵۲۷

تو اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ارواح مومنین برزخ میں ہیں جہاں چاہتی ہیں تشریف لے جاتی ہیں۔

حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت:

ان ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذهب حیث شاءت و نفس الکافر فی سجن۔

(کتاب الزہد لابن المبارک ۴۴۱ و ابن مندہ نقلہ ابن رجب حنبلی فی احوال القبور ۱۱۶)
مومنین کی روحیں زمین برزخ میں ہوتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور کفار کی روحیں قید عذاب میں ہوتی ہیں۔

حضرت شیخ علامہ ابن احمد بن محمد ابراہیم عزیزی (م ۱۰۷۰ھ) فرماتے ہیں:
فاذا فارق الدنيا فارق السجن وانتقل الى انفساخ و ديار السرور والا فراح۔
(السراج المنير شرح الجامع الصغير ۳: ۱۶۲)

جب دنیا سے جدا ہو گیا تو وہ قید سے چھوٹ گیا اور فراخی اور سرور و فرحت کی طرف منتقل ہو گیا۔

حضرت امام ولی کامل قطب وقت امام صدر الدین قونوی فرماتے ہیں:
وذلك انهم غير محصورين في الجنة و غيرها۔

(رسالۃ النصوص، ۶۶، الامام قونوی)

اس کے ساتھ ساتھ وہ (انبیاء و اولیاء) جنت اور قبور میں محصور نہیں ہیں (بلکہ جہاں چاہیں تشریف لے جائیں وہ آزاد ہیں)۔

حضرت علامہ عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں:

ان الروح اذا نخلعت من هذا الهيكل و انفتحت من القيود بالموت
تعود الى حيث شاءت۔
(التيسير شرح الجامع الصغير)

بے شک روح جب اس قالب سے جدا اور موت کے سبب دیگر قیدوں سے آزاد ہوتی

ہے تو جہاں چاہتی ہے چلتی پھرتی ہے۔

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

ان الله تعالى يعطي لارواحهم قوة الاجساد فيذهبون من الارض والسماء والجنة حيث يشاؤون وينصرون اولياءهم ويدمرون اعداءهم.

(تفسیر مظہری زیر آیہ و لا تقولوا لمن يقتل فی سبیل اللہ اموات، ۱۵۲: ۱، ۱۵۳)

اللہ تعالیٰ (انبیاء و اولیاء) کی ارواح کو اجساد کی قوت عطا فرمادیتا ہے۔ لہذا وہ زمین و آسمان اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک و ذلیل و خوار کرتے ہیں۔

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب ہی دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

حق تعالیٰ در حق شہداء میفرماید (.. بل احياء عند ربهم .) اقول مراد شاید آن باشد کہ حق تعالیٰ ارواح شان را قوت اجساد میدہد ہر جا کہ خواہند سیر کنند و این حکم مخصوص بشہداء نیست انبیاء و صدیقین از شہداء افضل اند و اولیاء ہم در حکم شہداء اند کہ جہاد بالنفس کردہ اند کہ جہاد اکبر است (رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر) از اں کنایت است ولہذا اولیاء اللہ گفتہ اند (ارواحنا اجسادنا و اجسادنا ارواحنا) یعنی ارواح، کار اجساد می کنند و گا ہی اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآید و می گویند کہ رسول خدا را سایہ نبود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارواح ایشان وزمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند میروند و دوستاں و معتقدان را در دنیا و آخرت مددگاری میفرمایند و دشمنان را ہلاک مینمایند و از ارواح شان بطریق اویسیہ فیض باطنی میرسد و بسبب ہمیں حیات اجساد آنہا را در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم مہماند.

(تذکرۃ الموتی والقبور ۳۱، ۳۲ طبع استنبول، ترکی)

اللہ تعالیٰ شہداء کے حق میں فرماتا ہے۔ (بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں) میں کہتا

ہوں کہ اس سے مراد شاید یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی روحوں کو جسموں کی سی طاقت عطا فرماتا ہے وہ جہاں چاہتا ہے سیر کرتے ہیں اور یہ حکم شہداء کیلئے خاص نہیں ہے بلکہ انبیاء کرام اور صدیقین

شہداء کے حکم میں ہیں کیونکہ انہوں نے نفس کے ساتھ جہاد کیا ہے جو کہ جہاد اکبر ہے (ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے) اس پر دلیل کافی۔ اسی لئے اولیاء اللہ نے فرمایا (ہماری روحمیں ہمارے جسم اور ہمارے جسم ہماری روحمیں ہیں) ہماری روحمیں جسموں کا کام کرتی ہیں اور کبھی ہمارے جسم نہایت لطافت کے سبب برنگ ارواح ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا۔ ان کی روحمیں زمین و آسمان اور جنت میں جہاں چاہیں تشریف لے جاتی ہیں اور دنیا و آخرت میں اپنے دوستوں اور چاہنے والوں (امتیوں اور مریدوں) کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں (منکروں) کو ہلاک کرتی ہیں اور ان کے بطریق اویسہ فیض باطنی پہنچتا ہے اور یہی سبب ہے کہ ان کے جسم زندہ رہتے ہیں اور خاک ان کو کھاتی نہیں ہے بلکہ ان کے کفن بھی اسی طرح تروتازہ اور نئے رہتے ہیں۔

حضرت شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ثمرہ آل اتصال بآں بزرگاں است در قبر و حشر امداد ایشاں ایں طالب را وقتاً بعد وقت۔ (رسالہ بیعت در مجموعہ رسائل مطبوعہ احمدی دہلی، ۲ طبع نصرت العلوم گوجرانوالہ ۱: ۵۶)

فائدہ اس بیعت کا یہ ہے کہ قبر و حشر میں بیعت کرنے والوں کو ایک قسم کا اتصال درشتہ قائم ہو جاتا ہے اور طالب یعنی مرید کو وقتاً فوقتاً اس سے امداد ملتی رہتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

فكذا لك الانسان قد يكون في حياته الدنيا مشغولا بشهوة الطعام والشراب والغلبة و غيرها من مقتضيات الطبيعة والرسم لكنه قريب الماخذ من الملاء السافل قوى الا تجذاب اليهم فاذا مات انقطعت العلاقات و رجع الى مزاجه ملوق بالملائكة و صار فيهم و اليهم كالحامهم و سعى فيها يسعون فيه۔ (حجۃ اللہ البالغہ ۳۵ باب اختلاف احوال الناس)

بالکل اسی طرح انسان کا حال ہے کہ وہ اپنی دنیاوی زندگی کھانے پینے اور شہوات نفسانی اور اسی طرح دیگر طبعی تقاضوں کو پورا کرنے اور زندگی کے مختلف مراسم و معاملات میں

مصرف رہتا ہے لیکن اس کا تعلق ملائکہ سافل سے ہوتا ہے اور انہی کی جانب اس کو زیادہ میلان و کشش ہوتی ہے لہذا جب وہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کے تمام جسمانی علاقے اور تعلق ٹوٹ جاتے ہیں اور وہ اپنی اصل طبیعت کی طرح عود کرتا ہے اور پھر ملائکہ سے مل کر انہی کا ہو جاتا ہے اور انہی سے الہام اس کو بھی ہوتے ہیں اور انہی کی طرح وہ بھی تصرف کرتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

و بالجملۃ بعد ازاں کہ ثابت شد کہ روح باقیست و اورا تعلقے خاص باجزاء بدن بعد مفارقت از وی و تغیر کیفیت او نیز باقیست کہ بدان علم و شعور بزاران قبر و احوال ایشان دارد و ارواح کمل کہ در حین حیات ایشان بسبب مکانت و منزلت از رب العزت کرامات تصرف و امداد داشتند بعد از ممات چوں بہما قرب باقی اند نیز تصرفات دارند چنانچہ در حین تعلق کلی بحسد و اشتہاد یا بیشتر ازاں انکار استمداد و رجحان صحیح نمی نمایند مگر آنکہ از اول امر منکر شوند ای تعلق روح را شدن بالکلیہ و جمیع وجوہ بعد مفارقت و زوال علاقہ حیات و آن خلاف منصوص است و براین تقدیر زیارت و رفتن بقبور ہمہ لغو و بے معنی گردد۔

(فتاویٰ عزیزیہ ۱۰۸ تا ۱۰۷ ادار الاشاعت العربیہ کوئٹہ)

اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ روح باقی ہے اور اس کا ایک خاص تعلق اجزائے بدن کے ساتھ اس سے مفارقت اور تغیر کیفیت کے بعد بھی باقی ہے کہ اس تعلق کی وجہ سے ان میں علم اور شعور پیدا ہوتا ہے جس سے قبر کی زیارت کرنے والوں اور ان کے احوال سے آگاہی ہوتی ہے اور کامل لوگوں کی ارواح جن کو اللہ تعالیٰ کے ہاں زندگی میں قدر و منزلت حاصل تھی اور کرامات و تصرفات اور لوگوں کی امداد کرتے تھے ان کو بعد از وفات بھی یہ تصرف حاصل ہوتا ہے اور اسی طرح کہ وہ اس وقت کرتے جب ان کے بدنوں کے ساتھ روح کا کلی تعلق حاصل تھا۔ (زندہ تھے) بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تصرف کرتے ہیں اور ان سے استمداد کا انکار کرنے کی کوئی صحیح وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ مگر یہ کہ پہلی بات کا انکار کر دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ روح کا بدن کے ساتھ بالکل ہی تعلق نہیں ہے اور بدن سے مفارقت کے بعد تمام وجوہ سے

زندگی کا تعلق قطع ہو چکا ہے اور یہ کہنا تو نصوص کے خلاف ہے اور اس طرح تو قبروں کی زیارت اور وہاں جانا سب لغو و بیکار و بے معنی ہو جائے گا۔

کل ذلک صحیح لا ینخالف بعضہ بعضا فقذیری موسیٰ علیہ السلام "قائم یصلی فی قبرہ" ثم یسری بموسیٰ و غیرہ الی بیت المقدس کما اسری نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیراہم فیہ ثم یعرج بہم الی السموات کما عرج بمواضع مختلفات جائز فی العقل کما ورد بہ خبر الصادق و فی کل ذلک دلالة علی حیاتیہم و مما یدل علی ذلک۔

یہ روایات صحیح ہیں۔ ان میں کوئی حدیث دوسری کے خلاف نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی یقیناً ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر حضرت موسیٰ وغیرہ نے بیت المقدس کی طرف رات کو سفر کیا جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رات کو سفر کیا۔ چنانچہ وہاں بھی انہیں دیکھا۔ آپ موسیٰ علیہ السلام ان (انبیاء) کے ساتھ آسمانوں پر چڑھے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوپر تشریف لے گئے چنانچہ وہاں بھی انہیں دیکھا جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی اور مختلف اوقات میں ان کا نماز پڑھنا یہ عقلی لحاظ سے بھی جائز ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے۔ یہ تمام احادیث نبیائے کرام علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہیں۔

جناب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا کلام پڑھیں اور سوچیں کہ اب علمائے دیوبند تو خانوادہ شاہ ولی اللہ کا نام جیتے ہیں لیکن عقائد ان کے بالکل برعکس اپنائے ہوئے ہیں۔ وہ تو فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء و اولیاء سے استمداد کا انکار کرنے کی کوئی صحیح وجہ معلوم نہیں ہوتی لیکن شاید اب علمائے دیوبند نے وہ صحیح وجہ معلوم کر لی ہے اور اس وجہ سے بے دریغ امت محمدیہ کو مشرک قرار دے رہے ہیں۔

یہ نو مولود فرقہ مختلف ناموں سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور لوگوں کو علمائے حق اہلسنت سے متنفر کرنے کی ناکام سعی میں لگا ہوا ہے۔ اس کے نو مولود ہونے کا ثبوت

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی زبان مبارک سے ملاحظہ فرمائیں۔
آپ فرماتے ہیں:

انما اطلنا الکلام فی هذا المقام رغما لانف المنکرین فانه قد حدث
فی زماننا شرذمة ینکرون الاستمداد من الاولیاء ویقولون ما یقولون و مالهم
علی ذلک من علم ان هم الا یخربون.

(لمعات النقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ حیات الموات فی بیان سائر الاموات ص
۱۳۸، طبع لاہور حابد اینڈ کمپنی)

ہم نے اس مقام پر کلام کو طول دیا منکروں کی ناک خاک آلود کرنے کے لئے کہ
ہمارے زمانے میں محدودے چند ایسے پیدا ہوئے کہ حضرات اولیائے کرام سے استمداد کے
منکر ہیں اور اول قول بکتے ہیں اور انہیں اس پر کچھ علم نہیں۔ یونہی انکل پچو لگاتے ہیں۔

پچھلے صفحات میں دیئے گئے حوالوں سے یہ ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء و اولیائے کرام
اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں اور تصرف فرماتے ہیں۔ جہاں چاہیں اللہ کے فضل و کرم سے تشریف
لے جاتے ہیں جیسا کہ مصنف کتاب کی مذکورہ بالا عبارت سے بھی ظاہر ہو رہا ہے۔

اور واقعہ معراج کے فوائد میں سے علامہ شعرانی کا حوالہ پیچھے گذر چکا ہے کہ ایک شخص
بیک وقت کئی مقامات پر ہو سکتا ہے۔ اور یہ امر کالمین سے کچھ بعید نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں چند
نصوص ملاحظہ کریں۔

حضرت امام بدرالدین آلوسی بغدادی فرماتے ہیں: ان جبرائیل علیہ السلام
مع ظهورہ بین یدی النبی علیہ السلام فی صورة دحیہ کلبی وغیرہ لم یفارق
سدرۃ المنتہی.

(روح المعانی ۱۲: ۳۷۷ طبع ملتان)

بے شک جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت میں نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ظاہر ہونے کے باوجود سدرۃ المنتہی سے جدا نہیں ہوتے۔

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواح طیبات تو ارواح ملائکہ سے کہیں زیادہ قوت و تصرف کی صفت سے متصف ہیں بالخصوص ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح اقدس تو روح الارواح ہے اور انبیائے کرام کے اجسام بھی ارواح کی طرح تصرفات فرماتے ہیں جیسا کہ معراج کی رات کو مشاہدہ میں آیا۔ تو ان کے لئے کوئی بڑی بات ہوگی کہ وہ قبروں میں ہونے کے باوجود آسمانوں اور بیت المقدس میں بھی ہوں بلکہ ایک وقت میں ہزاروں بلکہ لاکھوں مقامات پر جلوہ گر ہوں اور یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک ہی وقت میں لاکھوں لوگ مختلف مقامات میں زیارت کر سکتے ہیں جیسا کہ حضرات علماء کرام کی اس پر تصریحات موجود ہیں۔

حضرت علامہ بدرالدین محمود آلوسی بغدادی تحریر فرماتے ہیں:

وقد اثبت غیر واحد تمثل النفس و تطور ہا لبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وفاته و ادعیٰ انه علیہ الصلوٰۃ والسلام قد یری فی غدة مواضع فی وقت واحد مع کونه فی قبرہ الشریف یصلی. (روح المعانی ۱۲، ۱۳، پارہ ۲۳)

اور کئی حضرات نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وصال شریف کے بعد کئی صورتوں میں متشکل ہو کر تشریف لانا ثابت کیا ہے۔ چنانچہ ایک ہی وقت میں کئی مقامات پر آپ کو دیکھا گیا ہے باوجود یہ کہ آپ اپنی قبر شریف میں نماز بھی پڑھ رہے ہیں۔

اور مزید ایک مقام پر فرماتے ہیں: و لا یحسن منی ان اقول کل ما یحکی عن الصوفیۃ من ذلک کذب لا اصل له لکثرة حاکیہ و جلالة مدعیہ.

(روح المعانی ۱۲: ۳۹ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان)

اور یہ بات مجھے کسی طرح بھی زیب نہیں دیتی کہ میں کہہ دوں تمام واقعات جو حضور علیہ السلام کے ظاہر و باہر تشریف لانے کے متعلق صوفیاء کرام سے منقول ہیں وہ سب جھوٹ ہیں اور ان کی کوئی اصل نہیں حالانکہ اس کو بیان کرنے والے بہت سارے ہیں اور اس کا دعویٰ کرنے والے جلیل القدر ہیں۔

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں:

وقال الامام الغزالي رحمه الله تعالى و الرسول عليه السلام له الخيار في طواف العوالم مع ارواح الصحابة رضي الله تعالى عنهم لقد راه كثير من الاولياء.

(تفسیر روح البیان آخر سورة الملك ۱۰: ۹۹)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارواح صحابہ کے ساتھ عالم کا طواف و تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہے اور بے شمار اولیائے کرام نے آپ کو دیکھا ہے۔

حضرت امام نور الدین حلبي فرماتے ہیں:

و يدل لذلك ما روينا من انه صلى الله تعالى عليه وسلم ليلة الاسراء راى اخاه موسى يصلى في قبره و جاء الى بيت المقدس فراه ايضا و صلى موسى خلفه مع اسوة الانبياء صلوات الله عليه و عليهم ثم فارقه و صعد صلى الله تعالى عليه وسلم الى السماء السادسة فوجدہ فيها و كذلك آدم و عيسى و يحيى و يوسف و ادريس و هارون و ابراهيم صلى بهم صلى الله تعالى عليهم وسلم في بيت المقدس و جسدہم في السموات و هم دونہ في الفضل فہر اولی منهم بكونہ موجودا في كل مكان و مقيما في قبرہ صلى الله تعالى عليه وسلم.

(تعریف اہل الاسلام و الایمان بان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یتخلو منہ مکان

والا زمان بحوالہ سعادة الدارين: ۲۵۹)

اور جو ہم نے بیان کیا کہ انبیائے کرام (جہاں چاہیں تشریف لے جائیں) اس پر وہ دلالت کرتا ہے جو کہ ہم نے روایت کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور جب آپ بیت المقدس تشریف لے گئے تو ان کو وہاں بھی دیکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے پیچھے تمام انبیاء کے

ساتھ نماز پڑھی پھر آپ ان سے جدا ہوئے اور آسمانوں کی طرف چڑھے تو چھٹے آسمان پر پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پایا اور اس طرح دیگر انبیائے کرام جیسے حضرت آدم و عیسیٰ و یوسف و ادریس و ہارون و ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا کہ ان تمام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے بیت المقدس میں نماز پڑھی تھی اور اس وقت ان کے اجساد آسمانوں میں تھے حالانکہ یہ تمام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فضیلت میں کم ہیں تو ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے زیادہ حقدار ہیں کہ اپنی قبر میں مقیم ہونے کے ساتھ ساتھ ہر جگہ موجود ہوں۔
آپ مزید فرماتے ہیں:

ان الانبياء يسرون في الكون باشباحهم و ارواحهم و يحجون و يعتمرون متى اذن الله تعالى لهم في ذلك كما كانوا احياء و ان النبي صلي الله تعالى عليه وسلم ملاء القوالم العلوية والسفلية لانه افضل عباد الله تعالى.
(رسالہ مذکورہ بحوالہ سعادة الدارين ص ۴۶۱)

بے شک حضرات انبیائے کرام علیہم السلام دنیا میں سیر کرتے ہیں اپنی ارواح اشباح کے ساتھ حج و عمرے کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ ان کو اذن عطا فرماتا ہے۔ اور وہ اس عمل میں بالکل زندوں کی طرح زندہ ہیں اور بے شک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تمام جہان علویہ و سفلیہ بھرے پڑھے ہیں۔

(یعنی آپ سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں) کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں سے افضل ہیں۔

حضرت قاضی ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں:

روية النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بصفته المعلومه ادراك على الحقيقة و رؤيته على غير صفته ادراك للمثال و لا يمتنع رؤية ذاته الشريفة بجسده و روحه و ذلك لانه صلى الله تعالى عليه وسلم و سائر الانبياء احياء ردت اليهم ارواحهم بعد ما قبضوا و اذن لهم بالخروج من

قبورهم و التصرف فی الملكوت العلوی و السفلی و لا من یراه كثیرون فی وقت واحد لانه كالشمس.

(الحاوی للفتاویٰ، ۲: ۲۶۳، للسيوطی، الفتاویٰ الحدیثیہ، ۳۰۰ لا بن حجر کی اہمیتی)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رویت اگر صفت معلومہ پر ہو تو یہ آپ کی مثال کی زیارت ہوگی اور آپ کی ذات شریفہ کا دیدار جسد اور روح کے ساتھ یہ محال نہیں ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر حضرات انبیائے کرام علیہم السلام زندہ ہیں ان کی ارواح قبض کرنے کے بعد واپس ان کی طرف لوٹادی گئی ہیں اور ان کو اپنی قبور سے نکلنے اور کائنات علوی و سفلی میں تصرف کرنے کی عام اجازت ہے اور اس سے بھی کوئی چیز مانع نہیں کہ آپ کی ایک ہی وقت میں کئی لوگ زیارت کریں کیونکہ آپ سورج کی طرح ہیں۔

حضرت علامہ ابن عربی کی عبارت سے ذات اور مثال کا مسئلہ بھی حل ہو گیا کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر زیارت کرنے والا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس صفت میں ملاحظہ کرتا ہے جو کہ عام احادیث مبارکہ میں آئی ہے تو چاہئے ایک وقت میں کروڑوں اشخاص زیارت کریں۔ وہ آپ کی ذات کی زیارت کریں گے نہ کہ آپ کی مثال کی۔

اور پھر قبروں سے نکل کر تصرف فرمانا بھی ظاہر ہو گیا۔ ان کی یہ عبارت علامہ سیوطی اور علامہ ابن حجر کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی اپنی کتب میں نقل فرمائیں جیسا کہ اوپر حوالہ گذرا اور انہوں نے اس کی تائید فرمائی تردید نہیں فرمائی جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان حضرات کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

فحصل من مجموع هذه النقول والاحادیث ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی بجسده و روحه انه يتصرف و یسیر حیث شاء فی اقطار الارض و فی الملكوت وهو بهیئته التي كان علیها قبل وفاته لم يتبدل منه شیء و انه مغیب عن الابصار كما غیبت الملكة مع كونهم احياء باجسادهم

فاذا اراد الله رفع الحجاب عن اراد اكرامه برويته على هيئته التي هو عليها.

(الحاوی للفتاویٰ ۲/۶۲۵)

ان تمام دلائل اور احادیث سے یہ حاصل ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جسد انور اور روح پاک کے ساتھ زندہ ہیں اور زمین کے اقطار اور ملکوت علویہ و سفلیہ میں جہاں چاہیں سیر کرتے اور تصرف فرماتے ہیں اور آپ کی ہیئت مبارکہ ظاہرہ زندگی جیسی ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور وہ آنکھوں سے اوجھل ہیں جس طرح کہ فرشتے اپنے اجساد کے ساتھ زندہ ہونے کے باوجود آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ پس جب اللہ ارادہ فرماتا ہے کہ ان کی زیارت کروائے تو پردے اٹھا دیتا ہے تو ان کی اسی ہیئت یعنی ذات شریفہ کی زیارت ہو جاتی ہے۔

حضرت ولی کامل عمر بن سعید فونی طواری کروی فرماتے ہیں:

ان الاولیاء یرون النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقظة و انه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یحضر کل مجلس او مکان اراد بجسده و روحه و انه یتصرف و یرحیث شاء فی اقطار الارض و فی الملکوت و هو بهیئته اللتی کان علیہا قبل وفاته لم یتبدل منه شیء و انه مغیب عن الابصار کما غیبت الملائکة مع کونهم احياء باجسادهم.

(رماح حزب الزجیم علی نحو حزب الزجیم ۱: ۲۱۹، دار الکتاب العربی بیروت، الفصل

الحادی والعشرون)

بیشک حضرات اولیائے کرام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں دیکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مجلس میں جہاں چاہیں اپنی روح و جسد کے ساتھ تشریف فرما ہوتے ہیں، اور وہ زمین اور ملکوت میں جہاں چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں اور سیر کرتے ہیں اور اسی حالت مبارکہ پر ہیں جس پر ظاہر زندگی میں تھے۔ اور ان میں کچھ بھی تبدیلی نہیں آئی اور وہ ہمارے آنکھوں سے اوجھل ہیں جیسے کہ فرشتے غائب ہیں حالانکہ وہ اپنی جسموں

کے ساتھ زندہ ہیں۔

آپ مزید فرماتے ہیں: لانه صلى الله تعالى عليه وسلم و سائر الانبياء
احياء ردت اليهم ارواحهم بعد ما قبضوا و اذن لهم في الخروج من القبور
وتصرف في الملكوت العلوى و السفلى .

(رماح حزب الرحيم على نحو حزب الرحيم: ۲۲۸)

کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام زندہ ہیں ان کی روہیں قبض
کرنے کے بعد ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں اور ان کو قبور سے نکال کر ملکوت علوی و سفلی میں تصرف
کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

حضرت صاحب الفضیلۃ الشیخ مصطفیٰ ابو یوسف الحنمالی (من علماء الازہر و خطیب المسجد
الزیلی) فرماتے ہیں:

و هذا الحديث و ما قبله يشتان ان الانبياء صلى الله تعالى عليه وسلم
يخرجون من قبورهم بابدانهم الحقيقية لا بسين الثياب ماشين او راكبين او
يذهبون الى حيث يحجون و يلبون و يراهم بعينه من كشف الله عن بصيرته
من العباد.

(غوث العباد بیان الزشاد ص ۷۷، طبع مکتبہ ایشق استنبول)

یہ اور اس سے پہلی حدیث ثابت کرتی ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنے
حقیقی بدنوں کے ساتھ لباس زیب تن کئے ہوئے پیدل یا سوار ہو کر اپنی قبور مقدسہ سے باہر
تشریف لاتے ہیں اور جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں حج کرتے اور تلبیہ پڑھتے ہیں اور
اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں سے جن کی بصارت کے پردے اٹھا دیئے ہیں وہ ان کو اپنی
آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

یاد رہے کہ اس کتاب پر مندرجہ ذیل اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء و محدثین کی

تقریظ ہیں۔

الشیخ محمد البیلادی خطیب المسجد الحسینی و نقیب الاشراف بالمدینہ المصریہ۔

الشیخ محمود ابودقیقہ مدرس مخصیص الازہر

الشیخ محمد عبدالفتاح العنانی المدرس بکلیۃ الشریعۃ الاسلامیۃ

الشیخ محمد الحیر من علماء الازہر الشافعیۃ بالقسم الثانی

السید محمد بن محمد زبارة السیسی امیر القصر السعید صنعائین

محمد حبیب اللہ الشقیطی خادم العلم بالحریمین شریفین

الشیخ محمد زاہد الکوثری وکیل المذنبۃ الاسلامیۃ بالآستانہ

محمد حسنی بلال وکیل الحرم الزینی واحد العلماء المالکیۃ

اولیاء اللہ کا بیک وقت کئی مقامات پر تشریف فرما ہونا:

حضرات انبیائے کرام علیہم السلام تو بڑی شان والے مقام والے ہیں ان کے غلام اولیاء کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ شان عطا فرمائی ہے کہ وہ بیک وقت کئی مقامات پر جلوہ گرہو سکتے ہیں اور اس کی تائید میں حضرت علامہ جلال الدین السیوطی نے ایک مستقل کتاب بعنوان ”المجلیۃ فی تطور الولی“ لکھی ہے جو کہ آپ کے ”الحادی للفتاویٰ ۱/۲۱۷ تا ۲۲۲“ میں موجود ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر گاہ جنیاں را بقدریر اللہ سبحانہ ایں قدر بود کہ شکل باشکال گشتہ آمال غریبہ بوقوع آرند ارواح کمل را اگر ایں قدرت عطا فرماید چہ کل تعجب است و چہ احتیاج بدن دیگر ازیں قبیل است آنچہ ازیں بعض اولیاء اللہ نقل می کنند کہ در ایک آن در ممکنہ متعددہ حاضری گردند و افعال متباینہ بوقوع آرند۔ (مکتوبات شریف مکتوب ۱۸ جلد دوم)

جب جنوں کو قدرت الہی سے یہ طاقت حاصل ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں متشکل ہو کر عجیب و غریب کام سرانجام دیتے ہیں تو اگر اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو یہ طاقت عنایت فرمادے تو کوئی تعجب کی بات ہے اور ان کو دوسرے مثالی بدنوں کی کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح بعض اولیاء اللہ سے منقول ہے کہ وہ آن واحد میں متعدد مقامات پر حاضر ہوتے ہیں اور ان سے مختلف اقسام

کے کام وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

حضرت مجدد پاک نے تو اپنے اس مکتوب شریف میں یہ بات بھی واضح فرمادی کہ ان کے متعدد مقامات پر ہونے کے لئے مثالی اجسام کی بھی ضرورت نہیں وہ اپنے اصلی جسموں کے ساتھ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہو سکتے ہیں۔

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و كذلك يجعل لنفوس بعض اولياء الله فانهم يظهرون انشاء الله

تعالیٰ فی آن واحد فی امکنۃ شتی باجسادہم . (تفسیر مظہری ۳: ۲۷۷)

یونہی خدائے تعالیٰ اپنے بعض ولیوں کو یہ طاقت عطا فرماتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایک آن سے متعدد مقامات میں اپنے جسموں کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا حقی فرماتے ہیں:

قال الشعرانی و اخبرنی من صحب الشیخ محمد الخضر می انه

خطب فی خمسين بلدة فی یوم واحد خطبة و صلی بهم .

(تفسیر روح البیان جلد ۹ ص ۲۱۶)

امام شعرانی نے فرمایا مجھے اس شخص نے خبر دی جو کہ شیخ محمد خضریٰ کی خدمت میں رہا کرتا تھا کہ حضرت شیخ خضریٰ نے ایک ہی دن میں ایک ہی وقت میں پچاس مختلف شہروں میں خطبہ جمعہ دیا اور نماز کی امامت فرمائی۔

اور اب دیوبندی حکیم الامت جناب اشرف علی تھانوی کی بھی سنئے:

حضرت محمد خضریٰ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھائی اور کئی شہروں میں ایک ہی رات شب باش ہوئے ہیں۔

(جمال الاولیاء ۱۸۸، مکتبہ اسلامیہ بلال گنج لاہور)

ان تمام حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضرات انبیائے کرام کی شان وراء الراء ہے۔ ان کے غلام اولیائے کرام بھی ایک وقت میں کئی مقامات پر موجود ہو سکتے

ہیں۔

۱۔ یہ تو حال ہے خدمت گاروں کا سردار کا عالم کیا ہوگا۔

ہمارے آقا و مولیٰ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقی حیات کی ایک بین دلیل یہ بھی ہے کہ آپ کو بیداری میں دیکھا جاسکتا ہے۔

بیداری میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من رآنی فی المنام فسیر انی فی القیضۃ و لا یتمثل الشیطان بی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا عنقریب وہ مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میرا ہم شکل نہیں ہو سکتا۔

تخریج حدیث:

- | | | | | |
|-----|---|--------|--------------|-------------|
| ۱۔ | صحیح بخاری | ۱۰۳۵:۲ | کتاب التعمیر | طبع کراچی |
| ۲۔ | صحیح مسلم | ۲۳۲:۲ | | |
| ۳۔ | ابوداؤد شریف | ۳۲۹:۲ | | |
| ۴۔ | مسند ابی یعلیٰ | ۴۰۴:۱ | | بیروت |
| ۵۔ | المجمع الکبیر عن ابی حنیفہ | ۹۷:۲۲ | | بغداد |
| ۶۔ | مسند امام احمد عن ابی ہریرہ | ۴۰۰:۱ | | بیروت |
| ۷۔ | شرح السنۃ | ۲۲۷:۱۲ | | |
| ۸۔ | الکامل لابن عدی بکرہ | ۶۲۷:۲ | | سنا نکلہ ہل |
| ۹۔ | فردوس الاخبار للذیلیمی ابی ہریرہ حدیث نمبر ۵۹۸۹ | | | |
| ۱۰۔ | تاریخ بغداد | ۲۸۴:۱۰ | | بیروت |

- ۱۱۔ مسند البزار لمافی کشف الاستار ۳: ۷۱ باب فی ما راٰی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- ۱۲۔ سنن ابن ماجہ ۲۷۸ رویۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کراچی
- ۱۳۔ مجمع الزوائد منبع الفوائد ۱۸۱: ۷ بیروت
- ۱۴۔ صحیح ابن حبان ۶۱۸: ۷ بتحقیق یوسف کمال حوت
- امام آلوسی فرماتے ہیں:

فقد وقعت رویتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وفاتہ لغير واحد من
الکاملین من هذه الامة والاخذ منه بقطة.

(روح المعانی ۱۲: ۳۵، پارہ نمبر ۲۲ مکتبہ امدادیہ ملتان)

بیشک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیکھنا آپ کی وفات کے بعد اور بیداری میں
آپ سے اخذ فیض امت محمدیہ کے لئے بکثرت کاملین واقع ہو چکا ہے۔
علامہ آلوسی ہی مزید فرماتے ہیں:

کان کثیر الرویۃ لرسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام یقظة ومناما.

(ایضاً)

حضرت شیخ خلیفہ بن موسیٰ سوتے جاگتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کثرت سے
دیکھنے والے تھے۔

حضرت امام عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں:

لا یمنع الرویۃ ذاته علیہ السلام بجسده وروحه.

(زرقانی علی المواہب ۸: ۸)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جسد و روح کے ساتھ دیکھنا محال نہیں۔

حضرت ولی کامل سیدی عمر بن سعید القوتی فرماتے ہیں:

ممن یراہ یقظة من السلف الشیخ ابو مدین المغربی شیخ الجماعت

وشیخ عبد الرحیم القناوی والشیخ موسیٰ الزوادی والشیخ ابو الحسن

الشاذلی والشیخ ابو عباس المرسی والشیخ السعودی بن العشائر و سیدی ابراهیم المتبولی والشیخ جلال الدین السیوطی و کان یقول رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اجتمعت بہ یقظة نیفا و سبعین مرة و اما سیدی ابراهیم المتبولی فلا یحصى اجتماعه بہ لانه یجتمع بہ احواله کلها و کان ابو العباس المرسی یقول لو احتجب عنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساعة ما عدت نفسی من المسلمین ..

(رماح حزب الرحیم علی نخور حزب الرحیم ہامش علی جواہر المعانی ۱: ۲۱۹، الفصل الحادی و الثلاثون: دار الکتاب العربی، بیروت ۱۹۷۳ء)

اسلاف میں جنہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھا ہے ان میں سے شیخ ابو مدین مغربی، شیخ الجماعة شیخ عبدالرحیم، القناوی، شیخ موسیٰ الزوادی، شیخ ابوالحسن شاذلی، شیخ ابوالعباس المرسی، شیخ سعود بن ابی العشائر سیدی ابراہیم متبولی، شیخ جلال الدین سیوطی۔ اور وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیداری میں ستر سے زیادہ مرتبہ دیکھا اور ان کی مجلس کی ہے۔ اور سیدی ابراہیم متبولی نے تو جتنی بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت و مجلس کی ہے اس کا شمار ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو ہر وقت مشاہدہ میں رہتے تھے اور شیخ ابوالعباس المرسی کہتے ہیں کہ اگر ایک لحظہ کے لئے مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوجھل ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہ کروں۔

دیوبندی جماعت کے ابن حجر ثانی مولوی انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے:

و یمکن عندی رویتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقظة لمن رزقہ اللہ سبحانہ کما نقل عن السیوطی اثنین و عشرين مرة و سالہ عن احادیث صححہا بعد تصحیحہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(فیض الباری شرح صحیح بخاری ص ۳۰۴)

اور میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جاگتے ہوئے بیداری کی حالت

میں دیکھنا ممکن ہے جس کو اللہ یہ نعمت عطا فرمائے۔ جیسے کہ سیوطی سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیس (۲۲) مرتبہ بیداری میں دیکھا ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصحیح کے بعد سیوطی نے ان احادیث کو صحیح کہا۔

اس عبارت سے دو چیزیں ظاہر ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھنا حق ہے جو کہ آپ کی حیات حقیقی اور حاضر و ناظر ہونے پر دلیل ہے۔ دوسری اس عبارت سے حضرت علامہ سیوطی کی عزت و شان کا بھی پتہ چلا کہ آپ کیسی شخصیت ہیں۔ حالانکہ کشمیری صاحب نے اس میں بھی بخل سے کام لیا ہے کہ صرف بائیس مرتبہ لکھا ہے حالانکہ آپ کو بہتر مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت بیداری کی حالت میں ہوئی ہے۔ جیسا کہ امام شعرانی نے کہا کہ

شیخ صالح عطیہ ابناسی، شیخ قاسم مغربی اور قاضی زکریا نے امام سیوطی سے سنا:
 يقول رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقظة بضعا و
 سبعين مرة. (اليواقيت والجواهر، ۱: ۱۳۳)

فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ستر سے زیادہ مرتبہ بیداری کی حالت میں دیکھا ہے۔

یہ شان ہے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی کی جو عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں لیکن افسوس صد افسوس کہ آج کل کے مردہ دل اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خالی ابن تیمیہ اور ابن عبد الوہاب کے پیروکاروں نے ایسے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصحیح کو ناقابل قبول بنا رکھا ہے۔ کہ وہ یعنی علامہ سیوطی متسائل ہیں۔ کیا تمہارا ایمان ناقص نہیں؟ نہ جانے ان عقل کے اندھوں کو کیا ہو گیا ہے جبکہ انہیں کا ابن حجر ثانی مولوی انور شاہ کشمیری تو کہے کہ علامہ سیوطی نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے احادیث کی تصحیح کرانے کے بعد ان احادیث کو صحیح کہا ہے لیکن یہ اپنے باطل عقائد کا بھرم رکھنے کے لئے کہہ رہے ہیں کہ علامہ سیوطی متسائل ہیں،

ان کی تصحیح کردہ حدیث کو ہم نہیں مانتے۔ اس سے بڑی بد بختی اور بد قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایسے آدمی کو متساہل قرار دیا جائے جو اپنی زندگی میں چلتے پھرتے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مسائل دریافت کرتا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ جس حدیث کو تم نے علامہ سیوطی کے متساہل ہونے کے وجہ سے ٹھکرا دیا ہو اسی حدیث کی تصحیح علامہ نے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کروائی ہو۔ کیا جواب جرم دو گے تم خدا کے سامنے

یہاں نجدی ذہنیت کے لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو چاہے خواب میں دیکھا جائے یا بیداری میں (اگر کوئی مجبوراً بیداری والی روایت تسلیم کر لے تو) آپ کی مثال نظر آتی ہے آپ خود نظر نہیں آتے۔ اس پر کچھ بحث تو گور چکی ہے مختصراً یہاں عرض کرتے ہیں۔
حضرت العلامة نور الدین حلی فرماتے ہیں:

فمتی کان كذلك مناما كان في عالم الخيال والمثال و متی کان
يقظة كان في صفتي الجمال و الاجلال على غاية الكمال كما قال القائل.
ليس على الله بمستنكر ان يجمع العالم في واحد.

(بحوالہ سعادة الدارين للنبيهانی ۲۵۸، ۲۵۹ طبع مصر)

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوتی ہے تو عالم خیال اور عالم مثال میں ہوتی ہے اور جب بیداری میں ہوتی ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی صفت جمال و اجلال اور پورے کمال کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ کسی قائل نے کیا خوب کہا ہے کہ خدا تعالیٰ پر محال نہیں کہ وہ ایک ذات میں سارا جہاں جمع کر دے۔

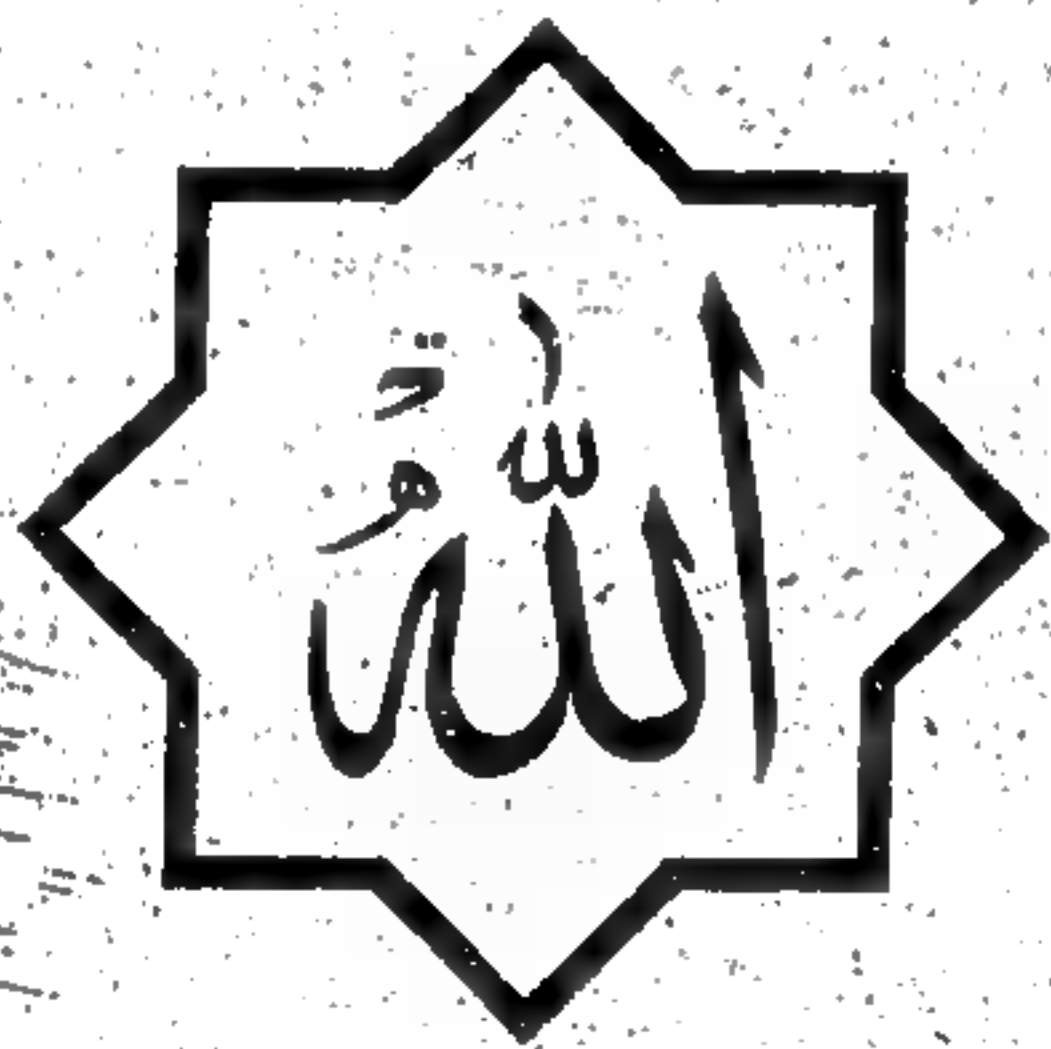
حضرت علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

و اذا را د الله رفع الحجاب عن اراد اكرامه برويته صلى الله تعالى
عليه وسلم راه على هيئته التي هو عليها لا مانع من ذلك و لا داعي
التخصيص بروية مثاله.
(الحاوی للفتاویٰ ۲: ۲۷۵)

جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو اپنے حبیب علیہ السلام کی زیارت سے مشرف کرنا

چاہتا ہے تو حجاب اٹھا دیتا ہے اور زیارت کرنے والا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی حالت میں دیکھتا ہے جس حالت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات ظاہری میں جلوہ افروز تھے۔ اس پر نہ کوئی استحالہ ہے اور نہ ہی کوئی وجہ اس تخصیص کی ہے کہ حضور کی مثالی صورت نظر آتی ہے (بلکہ آپ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنفس نفیس نظر آتے ہیں)

تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں اور جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں اور خوش قسمت لوگ آپ کی زیارت بھی کر سکتے ہیں۔



حدیث نمبر ۱۰:

ما اخبرنا محمد بن عبد الله الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن يعقوب
 ثنا ابو جعفر احمد بن عبد الحميد الحارثي ثنا الحسين بن علي الجعفي ثنا
 عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس
 قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: افضل ايامكم الجمعة فيه
 خلق آدم وفيه قبض وفيه النفخة، وفيه الصعقة، فاكثروا على من الصلوة فيه
 فان صلاتكم معروضة على قالوا: وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد اومت
 يقولون بليت. فقال: ان الله قد حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء
 عليهم السلام اخرجہ ابو داؤد الجستانی فی کتابہ السنن، ولہ شواہد منها.

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا ہے
 اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن انہوں نے انتقال فرمایا اور اسی دن صور
 پھونکا جائے گا۔ اسی دن دوبارہ اٹھنا ہے۔ اس لئے اس روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو اس
 لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا؟
 حالانکہ آپ تو ختم ہو چکے ہوں گے (جیسا کہ کہتے ہیں کہ وہ بوسیدہ ہو گیا) تو آپ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے
 اجسام کو کھائے۔

اس کو ابو داؤد سجستانی نے سنن ابی داؤد میں روایت کیا ہے اور اس کے کئی شواہد ہیں۔

تخریج حدیث:

۲۔ نسائی فی المجتبى: ۲۰۳

۳۔ ابن ماجہ ۷۶ کتاب فرض الجمعة ۱۱۹ باب ذکر وفاته ودفنه صلى الله تعالى عليه وسلم

۴۔ ابن ابی شیبہ ۵۱۶:۲

۵۔ کتاب الصلوة ابن ابی عاصم ص ۵۰ رقم ۶۳

۶۔ مسند امام احمد ۸:۴

۷۔ مستدرک امام حاکم ۵۴:۴

۸۔ صحیح ابن خزیمہ ۱۱۸:۳

۹۔ صحیح ابن حبان ۷۸:۳

۱۰۔ سنن دای ۳۰۷:۱ باب فی فضل الجمعة

۱۱۔ السنن الکبری للبیہقی ۲۲۸:۳ کتاب الجمعة

۱۲۔ السنن الصغیر ۲۳۵:۱ باب فضل الجمعة

۱۳۔ شعب الایمان ۱۱۰:۲

۱۴۔ دلائل النبوة ۵۶۷:۲ رقم ۵۰۹ (لابی نعیم)

۱۵۔ معرفة الصحابة ۳۵۳:۲ (لابی نعیم)

۱۶۔ تهذيب تاريخ دمشق لابن عساكر ۱۵۷:۳

۱۷۔ نوادر الاصول حکیم ترمذی ۳۸۶

۱۸۔ فضل الصلوة للقاضي اسماعيل ۱۱

۱۹۔ السنن الکبری للنسائی ۵۱۹:۱

۲۰۔ المعجم الکبیر (الطبرانی) ۵۸۹ رقم ۲۱۷

یہ صحیح روایت بھی حیاة الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر واضح دلیل ہے اور اس روایت کی تصحیح کرنے والے محدثین بھی بے شمار ہیں جن میں کچھ کا ذکر ہم یہاں کرتے ہیں۔

حضرت شیخ مجد الدین محمد یعقوب الفیر وز آبادی صاحب قاموس (م ۸۱۷ھ) ارشاد

فرماتے ہیں:

و نص علی صحته جماعة من الحفاظ. (الصلاة والبشر ۷۴)
اور اس کی صحت پر محدثین کی ایک پوری جماعت نے نص فرمائی ہے۔
مزید فرماتے ہیں:

و امثال ذلك دلائل قاطع علی انهم احياء باجسادهم و منها ماتقدم
من حديث اوس بن اوس ان الله حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبياء و
فيه دليل واضح و قد ذهب الی ما ذكرنا دليله و اوضحنا حجة جماعات اهل
العلم و صرحوا به منهم الامام البيهقي والاستاذ ابو القاسم القشيري . والامام
ابو حاتم والامام ابن حبان و ابو طاهر الحسين بن علی الزدستاني و صرح به
ايضا الشيخ تقي الدين ابو عمرو بن الصلاح والشيخ محي الدين النووي
والحافظ محب الدين الطبري و غيرهم.

(الصلاة والبشر فی الصلاة علی خير البشر ص ۱۸۴)

اور یہ اس طرح کی مثالیں (معراج کی رات مختلف انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ ملاقات) دلائل ہیں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنے جسوں کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کی حیات کی دلیلوں میں سے ایک دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت اوس بن اوس سے مروی ہے جو کہ گزر چکی ہے کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجسام حرام کر دیئے ہیں اور اس میں حیاۃ الانبیاء کی واضح دلیل ہے۔ اور اس کی دلیل کہ ہم نے بیان کیا اس کو محدثین کی جماعت نے بہت وضاحت سے بیان کیا ہے ان میں سے جنہوں نے اس کی صراحت کی ہے امام بیہقی، استاد ابو القاسم القشیری، امام ابو حاتم، ابن حبان و ابو طاهر حسین بن علی اززدستانی اور ان کے ساتھ صراحت کی شیخ ابو عمرو بن الصلاح اور شیخ محی الدین نووی اور محب الدین طبری و دیگر بے شمار ائمہ کرام نے بھی فرمائی ہے۔

امام حاکم فرماتے ہیں: هذا حديث صحيح علی شرط البخاری و لم

(مستدرک علیٰ التحسین ۱: ۲۷۸)

یخرجواہ۔

یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے اور انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔
دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين و

(مستدرک ۲: ۵۶۰)

لم يخرجواہ۔

یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔
امام ذہبی نے تلخیص مستدرک میں دونوں مقامات کی تصحیح کو قائم رکھا اور فرمایا: علی شرط
(خ) یعنی یہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔ (تلخیص المستدرک علی المستدرک، ۱: ۲۷۸)
امام عبد الغنی فرماتے ہیں: وقال الحافظ عبد الغنی انه حسن صحيح.
یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

علامہ عزیزی فرماتے ہیں: قال الشيخ و هو حديث صحيح. (السرائر المنیر
شرح الجامع الصغیر ۲: ۱۴۱) شیخ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں: وروينا في سنن أبي داود و النسائي و ابن ماجه
بالاسانيد الصحيحة. (کتاب الاذکار ۶: ۱۰۶)

ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت ملا علی قاری (مرقات ۳: ۲۳۸ طبع ملتان) میں اس کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت علامہ شہاب الدین احمد خفاجی فرماتے ہیں:

وهذا الحديث رواه ابو داود والنسائي و احمد في مسنده و البيهقي

وغيرهم و صححوه۔

(نسيم الرياض ۳: ۵۰۲ فصل في تخصيصه صلى الله تعالى عليه وسلم بتبليغ صلاة)

اس حدیث کو ابوداؤد، نسائی اور امام احمد نے مسند میں اور امام بیہقی وغیرہم نے روایت

کیا اور تمام نے اس کی تصحیح کی ہے۔

قطب وقت حضرت مولانا الحاج فقیر اللہ جلال آبادی فرماتے ہیں:

رواہ احمد و ابو داؤد و النسائی و قد صرح هذا الحديث ابن خزيمة و

ابن حبان و الدار قطنی۔ (قطب الارشاد ۳۷۹)

اس کو امام احمد، امام داؤد اور امام نسائی نے روایت کیا اور اس حدیث کو امام ابن خزیمہ امام ابن حبان اور امام دارقطنی نے صحیح کہا ہے۔

امام اہل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا بریلوی فرماتے

ہیں:

رواہ احمد و ابو داؤد و النسائی و ابن ماجہ و ابن خزيمة و ابن حبان

والحاکم و الدار قطنی و ابو نعیم و صحیحہ ابن خزيمة و ابن حبان و الحاكم

والدار قطنی و ابن دحیہ و حسنہ عبد الغنی و ابن دحیہ المنذری و غیرہم۔

(الفتاویٰ الرضویہ ۴: ۳۵۴)

اس کو روایت کیا امام احمد، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ، ابن خزیمہ، امام ابن

حبان، امام حاکم امام دارقطنی اور امام ابو نعیم نے۔ اور اس کو امام خزیمہ، امام ابن حبان، امام حاکم

اور امام دارقطنی و ابن وحیہ نے صحیح کہا اور حافظ عبد الغنی و امام منذری اور ان کے سوا دیگر حضرات

نے حسن کہا ہے۔

ان تمام مختصر حوالوں سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور حضرات انبیائے کرام

علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ ان کے اجساد مبارکہ تروتازہ ہیں اور ان پر ہمارا درود و سلام

پیش کیا جاتا ہے۔

اعتراض:

اس حدیث شریف پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے جو کہ حضرت امام بخاری اور ابی حاتم

وغیرہ کی طرف سے وارد کیا گیا ہے اور آج کل کے منکرین حیات الانبیاء اس کو بڑے شد و مد سے

بیان کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ انبیائے کرام کے اجسام اس

طریقے سے صحیح سالم نہیں اور نہ ہی ان میں ارواح ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اعتراض یہ ہے کہ اس روایت میں عبدالرحمن بن یزید بن جابر نہیں بلکہ عبدالرحمن بن یزید بن تمیم ہے اور راوی حدیث حسین جعفی نے غلطی سے تمیم کی بجائے جابر کہہ دیا۔ جبکہ حسین جعفی کا ابن جعفر سے سماع ہی نہیں۔ لہذا یہ حدیث منکر ہے۔

(اقامۃ البرہان از سجاد بخاری ص ۲۲۸،

توحید خالص از مسعود الدین عثمانی ۲: ۳ تا ۷

تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی

از اسماعیل سلفی، ۲۱۱ وغیرہم)

جواب:

یہ علت کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی بلا شک امام بخاری وابن ابی حاتم اس فن کے امام ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی معصوم نہیں ہے کہ اس سے غلطی نہ ہو سکے۔ لہذا یہاں بھی ان کو سہو ہو گیا اور ان کی بیان کردہ علت کو ملت اسلامیہ کے بے شمار مایہ ناز محققین نے پر زور طریقے سے رد کیا ہے۔

ابن تیمیہ کے شاگرد خاص جناب علامہ ابن القیم نے تحریر کیا ہے:

و جواب هذا التعلیل من وجوه: اخذها ان حسین بن علی الجعفی قد صرح بسماعه له من عبد الرحمن ابن یزید بن جابر قال ابن حبان فی صحیحہ حدثنا ابن خزیمة حدثنا ابو کریب حدثنا حسین بن علی حدثنا عبد الرحمن بن یزید بن جابر فصرح بالسماع منه. و قولهم انه ظن ابن جابر و الما هو ابن تمیم فغلط فی اسم جدہ. بعید فانه لم یکن یشبه علی حسین هذا بهذا مع نقده و علمہ بهما و سماعہ منهما. (جلاء الافہام ۳۶، ۳۷)

اور اس علت کا جواب کئی وجوہ سے دیا گیا ہے۔ اول یہ کہ حسین بن علی الجعفی نے عبد الرحمن بن یزید بن جابر سے سماع کی صراحت کی ہے۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں کہا۔ ہم کو حدیث بیان کی ابن خزیمة نے ان سے بیان کی ابو کریب نے انہوں نے کہا ہمیں بیان کی حسین

بن علی نے انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبدالرحمن بن یزید نے پس ان سے سماع کی صراحت ہے اور معترضین کا یہ کہنا کہ یہاں ابن جابر نہیں بلکہ ابن تمیم ہے اور راوی کو غلطی لگی کہ اس نے ابن جابر کا گمان کیا یہ بات بہت بعید ہے کیونکہ حسین جیسے نقاد و متحرر فن پر باوجود دونوں (ابن جابر و ابن تمیم) سے سماع حاصل ہونے کا اس کا مشتبہ رہنا عقل سے دور ہے۔

حضرت امام مجد الدین فیروز آبادی فرماتے ہیں:

والاولی ان یذهب الی ما ذهب الیه ابو داؤد و النسائی فان شانهم اعلیٰ و هم علموا حال اسنادہ و له شواہد تقویۃ من عند ابن حبان و غیرہ۔
(الصلوات والبشر فی الصلوٰۃ علی خیر البشر، ۴۷ المجد الدین فیروز آبادی طبع مکتبہ اشاعت القرآن، لاہور)

بہتر یہ ہے کہ وہی موقف اختیار کیا جائے جو کہ امام ابوداؤد اور امام نسائی نے اختیار کیا ہے کیونکہ ان کی شان بلند ہے اور وہ اسناد کے حال کو معترضین سے بہتر جانتے ہیں اور اس کے شواہد بھی موجود ہیں (کہ ابن جابر سے حسین کا سماع ثابت ہے) امام ابن حبان وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

حضرت محدث جلیل امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

و فی روایۃ اخری صحیحۃ خلافا لمن طعن فیہا فقد اخرجہا ابنا خزیمۃ و حبان و الحاکم فی صحاحہم و قال ہذا حدیث حسن صحیح علی شرط البخاری و لم یخرجہا و من صححہ ایضا النووی فی اذکارہ و حسنہ عبد الغنی المنذری و قال ابن دحیۃ انہ صحیح محفوظ بنقل العدل عن العدل و من قال انہ منکر او غریب لعلہ خفیۃ فقد استروح لان الدار قطنی ردھا۔

(الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم ص ۴۰ الفصل الثانی فی فضل الزیارۃ)

اور دوسری صحیح روایت میں ہے اس شخص کے خلاف کہ جس نے اس میں طعن کیا ہے کہ جس کا ابن خزیمہ و ابن حبان اور حاکم نے اپنی اپنی صحیح میں اخراج کیا ہے اور امام حاکم نے کہا کہ

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور امام بخاری کی شرط پر ہے لیکن انہوں نے اس کا اخراج نہیں کیا اور امام نووی نے اذکار میں اس کو صحیح کہا اور منذری نے اس کو حسن کہا اور امام ابن دحیہ نے کہا کہ یہ صحیح ہے اور محفوظ ہے۔ عادل عادل سے روایت کر رہا اور جس نے کہا کہ یہ منکر یا غریب ہے خفیہ علت کے سبب سے تو اس نے بے کار کلام کیا ہے کیونکہ اس کو دارقطنی نے رد کیا ہے۔

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

ولكن قد رده هذه العلة الدار قطنی و قال ان سماع حسين عن ابن جابر ثابت والی هذا جنح الخطیب. (القول البدیع، ۱۵۸)

لیکن اس علت کا امام دارقطنی نے رد کیا ہے اور کہا ہے کہ حسین کا ابن جابر سے سماع ثابت ہے اور اسی طرف خطیب بغدادی کا رجحان ہے۔

حضرت علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قال میرک و رواه ابن حبان فی ضیحہ و الحاکم و صحیحہ و زاد ابن حجر بقولہ و قال صحیح علی شرط البخاری رواه ابن خزیمہ فی صحیحہ قال النووی اسنادہ صحیح و قال المنذری له علة دقيقة اشار اليها البخاری نقله میرک قال ابن دحیہ انه صحیح بنقل العدل عن العدل و من قال انه منکر او غریب لعله خفیة به فقد استروح لان الدار قطنی ردها.

(مرقات: ۳: ۲۳۸، ۲۳۹ طبع ملتان جلد ۳ ص ۴۵۴، ۴۵۵ مکتبہ حقانیہ ملتان)

محدث عظیم امام میرک نے فرمایا کہ اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی اور امام ابن حجر نے صحیح علی شرط بخاری کے الفاظ زیادہ کئے اور اس کو روایت کیا امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں، امام نووی نے فرمایا اس کی سند صحیح ہے اور منذری نے کہا اس میں دقیق علت ہے جس کی طرف امام بخاری نے اشارہ کیا ہے اور اس کو میرک نے نقل کیا ہے۔ امام ابن دحیہ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے عادل راوی عادل سے روایت کر رہا ہے اور جس نے یہ کہا کہ یہ منکر یا غریب ہے ایک خفیہ علت کے سبب تو اس کی یہ بات بالکل لغو ہے کیونکہ امام

دارقطنی نے اس علت کا رد کیا ہے۔

تنبیہ:

امام ابو حاتم کی جرح اصل میں ابو اسامہ پر تھی کہ اس نے ابن جابر سے نہیں سنا بلکہ ابن تمیم سے سنا اور غفلت سے ابن تمیم کی بجائے ابن جابر کہہ دیا اگرچہ حسین جعفی بھی ابن تمیم سے روایت کرتا ہے لیکن اس کا دونوں سے سماع ثابت ہے مگر ابو اسامہ کا صرف ابن تمیم سے ہے۔ بعض حضرات نے اس نکتہ کو نہ سمجھا اور وہ دونوں پر جرح کرنے لگے جیسا کہ ابن عبد الہادی نے کہا ہے۔

ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عبد الہادی شاگرد ابن تمیم نے کہا ہے:

قوله حسين الجعفي روى عن عبد الرحمن بن يزيد بن تميم خطأ الذي يروى عبد الرحمن بن يزيد بن تميم فيقول ابن جابر ويغلط في اسم الجند قلت وهذا الذي قاله الحافظ ابو الحسن هو اقرب و أشبه بالصواب و هو ان الجعفي روى عن ابن جابر و لم يروى عن ابن تميم والذي يروى عن ابن تميم و يغلط في اسم جده هو ابو اسامه كما قاله الاكثرون فعلى هذا يكون الحديث الذي رواه حسين ابن جابر صحيحا لان لاشعث عن اوس حديثا صحيحا لان رواه كلهم مشهورون بالصدق و الامانة و الثقة و العدالة ولذلك صححه جماعة من الحفاظ كابن حاتم بن حبان و الحافظ عبد الغنى المقدسى و ابن دحية و غيرهم و لم يأت من تكلم فيه و ما ذكره ابو حاتم الرازى في العلل لا يدل الا على تضعيف رواية ابى اسامة عن ابن جابر لا على ضعف رواية الجعفي عنه. (الصارم المنكى ۲۷۵، ۲۷۶)

اور ان کا کہنا کہ حسین جعفی عبد الرحمن بن یزید بن تمیم سے روایت کرتا ہے یہ غلط قول ہے کیونکہ یہ روایت حسین نے عبد الرحمن بن یزید بن جابر سے کی ہے اور ابو اسامہ عبد الرحمن بن یزید بن تمیم سے روایت کرتا ہے اور وہ اس کے دادا کے نام میں غلطی کر جاتا ہے اور کہتا ہے ابن

جابر۔ میں کہتا ہوں یہی بات حافظ ابوالحسن نے فرمائی ہے اور یہ زیادہ اقرب اور صحت کے زیادہ مشابہ ہے کہ حسین الجعفی ابن جابر سے روایت کرتا ہے اور جو ابن تمیم سے ذکر کرتا ہے وہ ابواسامہ ہے اور عبدالرحمن کے دادا کے نام میں غلطی کر جاتا ہے جیسا کہ اکثر محدثین نے فرمایا ہے۔ پس یہ حدیث جس کو حسین نے ابن جابر سے انہوں نے ابوالاشعث سے انہوں نے اوس سے روایت کی۔ یہ صحیح روایت ہے کیونکہ اس کے تمام رواۃ مشہور بالصدق و امانت اور مشہور بالشاہت و عدالت ہیں، اس لئے محدثین کی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے جیسا کہ ابن حبان حافظ عبدالغنی مقدسی ابن دحیہ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات۔ اور نہیں لائے اس کا کلام جس نے اس پر کلام کیا ہے اور امام ابو حاتم رازی نے جو علل میں بیان کیا ہے وہ صرف ابواسامہ کی روایت کی تضعیف کرتا ہے حسین جعفی کی روایت کی تضعیف نہیں کرتا۔

تو معلوم ہوا کہ یہ علت کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی اور الحمد للہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی حقیقی جسمانی زندگی پر یہ روایت نص کی حیثیت رکھتی ہے۔
ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی علیہ ما علیہ نے لکھا ہے:

یہ روایت صحیح نہیں ہے اگر صحیح ثابت ہو جائے تو اس طرح یہ روایت تین چیزوں کو واضح طور پر بیان کرتی ہے۔

۱۔ جسد مبارک کا اپنی دنیاوی حالت پر برقرار رہنا۔

۲۔ روح کا واپس آ جانا اور قیامت تک کے لئے آپ کی مدینہ والی قبر میں زندہ رہنا۔

۳۔ درود کے اعمال کا پیش کیا جانا، خاص طور پر جمعہ کے دن چونکہ یہ حدیث صحیح نہیں

لہذا ان امور میں سے کچھ بھی ثابت نہ ہوا۔ (توحید خالص ص ۳ ملخصاً)

الحمد للہ ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ روایت ہر لحاظ سے صحیح ہے۔ کیونکہ اس

کے تمام راوی ثقہ ہیں، کسی پر جرح نہیں ہے۔ آ جا کر امام بخاری اور ابو حاتم رازی کا اعتراض

صرف ابن جابر کے نام پر تھا وہ بھی الحمد للہ صاف ہو گیا۔ اس طرح امام بخاری و دیگر معترضین

کے اعتراضات کی کوئی علمی حیثیت نہیں ہے۔ اب جبکہ یہ روایت ہر لحاظ سے ثابت و صحیح ہے تو

مذکورہ بالا تینوں چیزیں ثابت ہو گئیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے جسد دنیاوی حالت پر برقرار ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ شریف والی قبر میں زندہ موجود ہیں اور درود شریف کے اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد مبارکہ جہاں کہیں بھی ہوں وہ اسی طرح صحیح و تروتازہ رہتے ہیں جس طرح ظاہری زندگی میں تھے۔ وہ چاہیں قبروں میں ہوں یا پھر زمین سے باہر جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کا واقعہ درج ہے کہ آپ فوت ہونے کے بعد کافی عرصہ تک اپنے عصا سے ٹیک لگا کر کھڑے رہے جب تک عصا کو دیمک نے کھایا نہیں اس وقت تک آپ وہیں کھڑے رہے۔ آپ کے جسم اقدس کو کچھ گزند نہ آئی۔ دوسرا واقعہ حضرت یونس علیہ السلام کا ہے کہ آپ چالیس راتیں مچھلی کے پیٹ میں رہے لیکن ان کے جسم کو کوئی گزند نہ پہنچی۔ (ان کی پوری تفصیل حیاۃ النبی از حضرت غزالی زمان رازی دوراں علامہ احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں ملاحظہ فرمائیں)

انبیائے کرام کے اجساد مبارکہ ہر حالت میں سلامت و تروتازہ رہتے ہیں اس سلسلہ

میں

ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

یونس بن بکر حضرت ابوالعالیہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم نے قلعہ تشریح کیا ہرمزان کے گھر مال و متاع میں ایک تخت پایا جس پر ایک آدمی کی میت رکھی ہوئی تھی، اور ان کے سر کے قریب ایک مصحف تھا۔ ہم نے وہ مصحف اٹھا کر دیکھا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف روانہ کر دیا۔ حضرت عمر نے حضرت کعب کو بلایا انہوں نے اس کو عربی میں لکھ دیا عرب میں پہلا آدمی میں ہوں جس نے اسے پڑھا۔ میں نے اسے قرآن کی طرح پڑھا ابو خالد بن دینار کہتے ہیں میں نے ابوالعالیہ سے کہا اس صحیفہ میں کیا تھا انہوں نے کہا تمہارا احوال و امور اور تمہارے کلام کے سچے ہیں۔ اور آئندہ ہونے والے واقعات۔ میں نے کہا تم نے اس آدمی (میت) کا کیا کیا۔ انہوں نے جواب دیا ہم نے دن کے وقت متفرق طور پر تیرہ قبریں

کھودیں۔ جب رات آئی تو ہم نے ان کو دفن کر دیا اور تمام قبروں کو برابر کر دیا تاکہ وہ لوگوں سے مخفی رہیں اور کوئی انہیں قبر سے نکالنے نہ پائے۔ میں نے انہیں کہا ان سے لوگوں کی کیا امیدیں وابستہ تھیں۔ انہوں نے کہا جب بارش رک جاتی تو لوگ ان کے تحت کو باہر لاتے تو بارش ہو جاتی۔ میں نے کہا تم اس نیک آدمی کے بارے میں کیا گمان رکھتے تھے کہ وہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا انہیں دانیال کہا جاتا تھا۔

اس کے بعد یہ حدیث شریف امام ابن کثیر نے نقل کی ہے:

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان دانيال دعا ربه عز وجل
انه يدفنه امة محمد فلما افتتح ابو موسى الاشعري تسترو جدده في قابوت
تغرب عروقة و دريده.

(البدایہ والنہایہ، ۲: ۲۱۱ ولفظہ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دانیال علیہ السلام نے اپنے رب عز وجل سے یہ دعا کی تھی کہ انہیں امت محمدیہ دفن کرے جب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلعہ تستر فتح کیا تو انہیں تابوت میں اس حال میں پایا کہ ان کے تمام جسم اور گردن کی سب رگریں برابر چل رہی تھیں۔

دیگر حضرات محدثین نے بھی اس واقعہ کو مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے ملاحظہ

ہو:

المصنف لابن ابی شیبہ ۱۳: ۲۷، ۲۸ دلائل النبوة للإمام بیہقی ۱: ۳۸۲

کتاب الاموال لابن عبید کاسم ۳۳۳ تاریخ طبری لابن جریر ۴: ۲۲۰

سیر لابن اسحاق ۱: ۶۶ فتوح البلدان ۱: ۳۷۱

المحلی لابن حزم ۵: ۳۸۷ فوائد تمام الرازی ۳: ۲۶۲ کتاب الانبیاء علیہم السلام۔

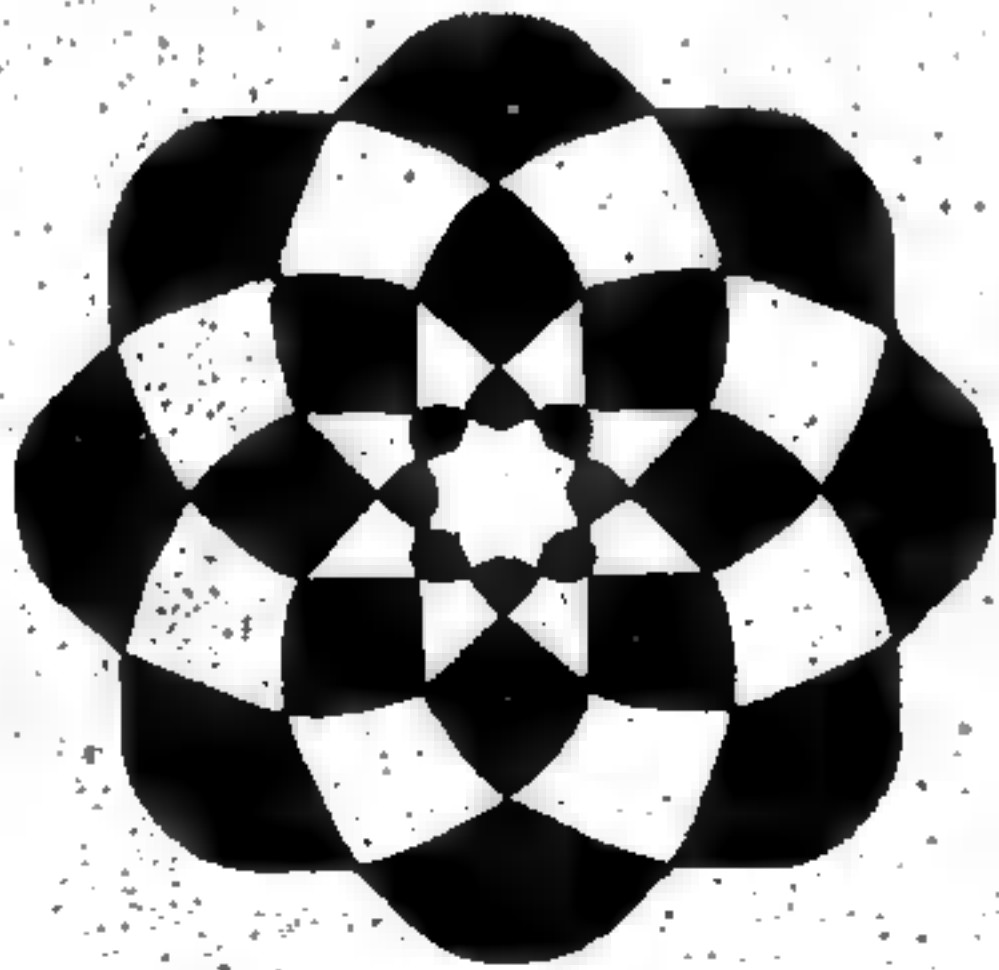
بدائع الزہور امام محمد بن احمد بن ایاس انھی ۱۵۶ طبع مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

ان دونوں روایتوں سے اتنی بات بلا تردد واضح ہے کہ دانیال علیہ السلام کا جسم مبارک

سیکڑوں سال گزر جانے کے باوجود نہ صرف صحیح سالم تھا بلکہ ان کے جسم کی رگیں اور نبض بھی چل

رہی تھی لیکن آج منکرین حیات الانبیاء کی حالت دیکھیں کہ مرنے کے بعد چہرے ہی تبدیل ہو جاتے ہیں اور منہ دکھانے کے قابل نہیں ہوتے۔

اب سوال یہ ہے کہ اتنے سالوں تک جسم صحیح و سالم رہنا اس کی رگیں و نبض چلنا یہ کونسی حیات پر دلالت کرتا ہے۔ صرف حیات برزخی یا پھر حیات حقیقی دنیاوی پر؟ یقیناً حقیقی دنیاوی زندگی حاصل ہے۔ اب اگر اس جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہی نہیں اور وہ اعلیٰ علیین میں ہے یا پھر وہ جسم مبارک میں ہی نہیں تو یہ رگیں بدستور چلنا اور نبض کا حرکت کرنا چہ معنی دارد؟ اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے تو سل سے بارش وغیرہ طلب کی جاسکتی ہے۔



حدیث نمبر ۱۱:

ما أخبرنا أبو عبد الله الحافظ : ثنا أبو بكر بن اسحاق الفقيه ثنا أحمد بن علي الأبار ثنا أحمد بن عبد الرحمن بن بكار الدمشقي ثنا الوليد بن مسلم حدثني أبو رافع عن سعيد المقبري عن أبي مسعود الأنصاري عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انه قال : أكثر الصلاة علي يوم الجمعة فانه ليس احد يصلي على يوم الجمعة الا عرضت على صلاته.

قال أبو عبد الله رحمه : أبو رافع هذا هو اسماعيل بن رافع:

(حدیث شریف اوس بن اوس کے) شواہد میں ایک یہ ہے: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے روز مجھ پر زیادہ کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن جو بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں ایک راوی ابو رافع ہیں۔ ابو عبد اللہ (الحاکم) نے کہا کہ یہ اسماعیل بن رافع ہے۔

تخریج حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل محدثین نے اپنی اپنی کتب میں روایت کیا ہے:

مستدرک للإمام حاکم ۲: ۴۲۱

شعب الایمان للإمام بیہقی ۳: ۱۱۱۰، باب فضل الصلوۃ علی النبی لیلۃ الجمعہ

کتاب الصلوۃ علی النبی ابن ابی عاصم ص ۵۰ برقم ۶۳

امام شمس الدین السخاوی فرماتے ہیں:

رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد والبیہقی فی شعب الایمان و حیاة

الانبياء في قبورهم له ابن ابي عاصم في فضل الصلوة له وفي سنده ابورافع و هو اسماعيل بن رافع و ثقہ البخاری و قال يعقوب بن شيبة يصلح حديثه للشواهد و المتابعات لكن قد ضعفه النسائي و يحيى بن معين و قيل انه منكر الحديث.

(القول البدیع ۱۵۹)

اس کو امام حاکم نے روایت کیا اور کہا یہ صحیح الاسناد ہے اور امام بیہقی نے شعب الایمان اور حیاۃ الانبیاء میں روایت کیا اور امام ابن ابی عاصم نے فضل الصلوٰۃ میں روایت کیا اس کی سند میں ابورافع ہے۔ اس کا نام اسماعیل بن رافع ہے۔ اس کو امام بخاری نے ثقہ کہا ہے اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ شواہد اور متابعات کے طور پر پیش ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن امام نسائی اور محیی بن معین اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ اور کہا گیا کہ یہ منکر الحدیث ہے۔

تو اس سے ثابت ہوا کہ اس کا ایک راوی ابورافع مختلف فیہ ہے۔ بعض محدثین اس کی ثقاہت کے قائل ہیں جبکہ دوسرے اس کی تضعیف کے۔ لہذا راوی حسن الحدیث ٹھہرا لیکن چونکہ یہ روایت صرف اوس بن اوس کی موید اور شاہد کے طور پر پیش کی جارہی ہے لہذا اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حسن تو حسن ضعیف روایت بھی شاہد کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں گذرا۔

علامہ ابن القیم نے لکھا ہے:

و هذا و ان كان ضعيفين فيصلحان للاستشهاد.

(جلاء الاقلام ص ۴۱)

یہ دونوں حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن استشہاد کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲:

اخبرنا علی بن احمد عبدان الكاتب ثنا احمد بن عبید الصفار ثنا الحسن بن سعید ثنا ابراہیم بن الحجاج ثنا حماد بن سلمہ عن یزید (۱) بن سنان عن مکحول الشامی عن ابی امامہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

”اکثروا علی من الصلوٰۃ فی کل یوم جمعة فان صلاۃ امتی تعرض علی فی کل یوم جمعة فمن کان اکثرهم علی صلاۃ کان اقربهم منی منزلة“

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو اس لئے کہ میری امت کا درود ہر جمعہ کے روز مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اب جو مجھ پر زیادہ درود پڑھے گا وہ درجہ میں سب سے زیادہ میرے قریب ہوگا۔“

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور امام بیہقی نے اس کو بطور تائید پیش کیا۔

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

رواہ البیہقی بسند حسن لا یأس بہ

(القول البدیع ۵۸۱ و جدید ص ۳۲ تحقیق محمد عولمت)

مطبوعہ نسخہ قدیم و جدید میں یہاں راوی کا نام: یزید بن سنان لکھا ہوا ہے

حالانکہ یہ راوی یزید بن سنان نہیں بلکہ برد بن سنان ہے جیسا کہ السنن الکبریٰ ۳: ۳۴۹ میں موجود

اس کو امام بیہقی نے بسند حسن روایت کیا ہے اور اس کی سند لا باس بہ ہے (یعنی اس کی سند میں کوئی حرج نہیں ہے)

امام تقی الدین السبکی فرماتے ہیں:

و هذا سند جيد. (شفا القام ۴۹)

اور یہ سند جید ہے۔

امام مجد الدین فیروز آبادی فرماتے ہیں:

اسنادہ جید و رجالہ ثقات و خرجہ البیہقی و جماعۃ.

(الصلوات والبشرص ۷۵)

اور اس کی سند جید ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور امام بیہقی اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

اس کو امام دیلمی نے بھی روایت کیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

فردوس الاخبار بما ثور الخطاب المخرج علی کتاب الشہاب ۱: ۱۰۵

اور امام بیہقی نے اس کو اپنی کتاب السنن الکبریٰ ۳: ۲۴۹ میں روایت کیا ہے۔

امام منذری فرماتے ہیں:

رواہ البیہقی باسناد حسن الا ان مکحولاً . قيل لم يسمع عن ابی

امامۃ. (الترغیب والترہیب ۲: ۵۰۳ باب فضل الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اعتراض:

اس حدیث شریف پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں مکحول نے حضرت ابو امامہ

سے روایت کی ہے اور ان کا حضرت ابو امامہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ جیسا کہ علامہ منذری کے

حوالہ سے گذرا اور دیگر محدثین میں امام سخاوی وغیرہ نے بھی یہ اعتراض نقل کیا ہے۔

جواب:

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ جمہور محدثین کا قول ہے کہ مکحول کا حضرت ابو امامہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ ایک تو یہ کہ اس طرح یہ روایت مرسل ہوگی جو کہ ہمارے نزدیک قابل حجت و قبول۔ اور دوسرا یہ کہ یہ روایت صرف تائید میں پیش کی جا رہی ہے تو اس طرح کی روایت شواہد کے طور پر پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں اور پھر اس کی شواہد اور مؤیدات بھی کئی روایات ہیں جن کو حضرت امام محمد بن یوسف صاکنی شامی نے ”سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ۱۲: ۴۴۴ تا ۴۴۶“ میں بیان کیا ہے اور ان میں سے کچھ ہم یہاں بیان کریں گے۔ اور پھر یہ بات بھی اتفاقی نہیں ہے کہ مکحول کا حضرت ابو امامہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

امام سخاوی فرماتے ہیں:

نعم فی مسند الشامین (۳/۲۱۶) للطبرانی التصریح بسماعہ منہ.

(القول البدیع ۱۵۸)

ہاں امام طبرانی کی مسند الشامین میں مکحول کے ابو امامہ سے سماع کی صراحت کی گئی

ہے۔

یہ تو ثابت ہوا کہ امام طبرانی وغیرہ کے نزدیک مکحول کا حضرت ابو امامہ سے سماع ثابت

ہے۔

الامام الحافظ صلاح الدین ابی سعید خلیل بن کیکلدی العلانی (م ۷۶۱ھ) فرماتے

ہیں:

واما مکحول فانه اطلق الروایة جماعة من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ

عنہم وقد قيل انه لم يسمع الا من انس بن مالک و واثلة بن الاسقع و ابی

امامہ و فضالة بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(جامع التحصیل فی احکام الرائیل ۲۱ مقدمہ)

اور مکحول تو وہ مطلق صحابہ کی جماعت سے مرسل روایات بیان کرتا ہے اور کہا گیا ہے کہ

اس نے سوائے مالک بن انس، واثلة بن الاسقع، ابو امامہ اور فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے

کسی صحابی سے نہیں سنا۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ کھول کا حضرت ابوالامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماع ہونا یا نہ ہونا اختلافی مسئلہ ہے۔ لہذا یہ حتماً نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا سماع حضرت ابوالامہ سے ثابت نہیں ہے۔ دوسرا اعتراض:

اس میں ایک راوی ”برد بن سنان“ ہے جو کہ ضعیف ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ثابت

ہوئی۔

جواب:

برد بن سنان پر اگرچہ کچھ محدثین نے کلام کیا ہے لیکن وہ جرح مبہم ہے اس لئے قابل قبول نہیں اور محدثین کے ایک جم غفیر نے اس کی تعدیل کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

امام عثمان بن سعید داری نقل فرماتے ہیں:

و سأله عن برد بن سنان فقال ثقہ۔

(تاریخ عثمان بن سعید الداری ۷۹)

برد بن سنان کے بارے میں میں نے امام ابن معین سے پوچھا تو فرمایا کہ ثقہ ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں:

قلت لا حمد برد بن سنان قال ليس به بأس۔

(سوالات ابی داؤد صاحب السنن للاحمد بن خلیل ص ۲۵۶ طبع مدینہ منورہ)

میں نے امام احمد سے برد بن سنان کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ اس میں کچھ جرح نہیں۔

قال اسحاق بن منصور و معاوية بن صالح عن يحيى بن معين ثقة و

كذلك قال عثمان بن سعيد الدارمي عن يحيى و عن دحيم و ابو عبد

الرحمن النسائي و عبد الرحمن بن يوسف بن خراش و قال عباس اللوری عن

يحيى ليس بحديثه بأس و قال عمرو بن علي عن يزيد بن زريع ما رأيت شاميا

او ثق من يروى قال النسائي في موضع آخر ليس به بأس و قال ابو زرعة لا بأس

به وقال في موضع آخر كان صلوقا في الحلیث . و ذکر ابن حبان فی الثقات (تہذیب الکمال للمزی ۲: ۲۶۰ و تہذیب التہذیب ۱: ۲۲۹)

اسحاق بن منصور اور معاویہ بن صالح امام مکی بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ یہ ثقہ ہے۔ ایسے عثمان بن سعید الدارمی امام مکی سے اور وحیم و ابو عبد الرحمن النسائی و عبد الرحمن بن یوسف بن خراش سے نقل کرتا ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ عباس الدوري امام مکی سے نقل کرتے ہیں کہ اس کی حدیث میں کچھ حرج نہیں۔ عمرو بن علی یزید بن زریج سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے شامیوں میں برد سے زیادہ ثقہ کسی کو نہیں دیکھا۔ نسائی نے کہا کہ یہ لا بأس بہ ہے۔ ابو زرعة نے بھی اسی طرح کہا اور ایک دوسری جگہ کہا کہ حدیث میں صدوق ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہے۔ لہذا یہ روایت بھی صحیح اور قابل احتجاج ہوئی۔ اور پھر اس کی تائید میں جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے شمار روایات ہیں۔ یہاں ایک صحیح السند مرسل روایت ہم نقل کرتے ہیں:

عن ابی البرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اکثروا الصلوة علی یوم الجمعة فانه مشہودہ تشہدہ الملائکة و ان احدا لن یصلی علی الاعرضت علی صلاتہ حتی یفرغ منها قال: قلت: و بعد الموت قال و بعد الموت ان اللہ حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق۔

(ابن ماجہ ۱۱۸ کتاب الجنائز قدیمی کتاب خانہ کراچی)

حضرت ابو البرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر جمعہ کے دن زیادہ درود شریف پڑھا کرو کیونکہ وہ حاضری کا دن ہے۔ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں تم میں سے کوئی بھی درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے جب تک کہ وہ درود شریف پڑھتا رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ پیشی بعد از

وفات بھی ہوگی تو فرمایا کہ بیشک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام کے اجسام کو کھائے پس اللہ کا نبی زندہ ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔

یہ روایت صحیح ہے اور اس کی سند جید ہے جیسا کہ بے شمار محدثین نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے اور یہ پچھلی روایت اور حدیث اوس بن اوس کی بھی مؤید اور شاہد ہے۔ اس کی سند کے بارے میں محدثین فرماتے ہیں:

حضرت امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری فرماتے ہیں:

زواہ ابن ماجہ باسناد جید۔ (الترغیب والترہیب ۲: ۵۰۳)

اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا جید سند کے ساتھ۔

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

اخرجه ابن ماجہ و رجاله ثقات۔ (القول البدیع ۱۵۸)

اس کی تخریج ابن ماجہ نے کی ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

حضرت شہاب الدین احمد بن ابی بکر المکنانی بوسیری (م ۸۳۰ھ) فرماتے ہیں:

هذا اسناد رجاله ثقات۔

(مصابح الزجاجة فی زوائد ابن ماجہ ۱: ۲۹۳ کتاب الجمان)

اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

علامہ قاضی شوکانی نے تحریر کیا ہے:

وقد اخرج ابن ماجہ باسناد جید۔ (نیل الاوطار ۳: ۲۲۸ باب فضل یوم الجمعة)

ابن ماجہ نے اس کو جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام زرقانی فرماتے ہیں: رواہ ابن ماجہ برجال ثقات عن ابی الدرداء

(زرقانی علی المواہب ۵: ۳۳۶)

مرفوعاً۔

اس کو امام ابن ماجہ نے ایسے راویوں کے ساتھ جو تمام کے تمام ثقہ ہیں حضرت ابو

الدرداء سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

امام فاسی اور امام مناوی فرماتے ہیں:

قال الدمیری و رجالہ کلہم ثقات.

(مطالع المسرات بحل دلائل الخیرات ۳۲ فیض القدر شرح الجامع الصغیر ۲: ۸۶ طبع بیروت)

امام دمیری نے فرمایا کہ اس کے تمام کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

حضرت امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

قلت رجالہ ثقات. (تہذیب التہذیب لابن حجر ۳: ۳۹۸ مکتبہ الاثریہ نکلہ بل)

میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

حضرت علامہ علی بن احمد بن ابراہیم العزیزی (م ۱۰۷۰ھ) فرماتے ہیں: رجالہ

(السراج المنیر شرح جامع الصغیر ۱: ۲۸۳ مکتبۃ الایمان مدینۃ المنورہ) ثقات.

اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

حضرت امام علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

و روی ابن ماجہ باسناد جید کما قال المنذری.

(وفاء الوفاء ۴: ۳۵۳ الفصل الثانی بقیۃ ادلة الزیارة)

امام ابن ماجہ نے اس کو سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے جیسا کہ امام منذری نے کہا ہے۔

حضرت امام علی بن سلطان محمد القاری (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

(رواہ ابن ماجہ) ای باسناد جید نقلہ میرک عن المنذری و لہ طرق

کثیرۃ بالفاظ مختلفۃ.

(مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ۳: ۲۲۸ باب الجمیعۃ الفصل الثانی جلد ۳ ص ۷۰، مکتبہ حقانیہ ملتان)

اس کی سند جید (بڑی پختہ) ہے امام میرک نے منذری سے نقل کیا ہے اس کے طرق

بہت سے ہیں جو کہ مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہیں۔

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

وفی اخری رجالہا ثقات. (الجوہر المنظم ص ۲۰، الفصل الثانی فی فضائل الزیارة)

اور دوسری روایت (ابن ماجہ) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

حضرت امام محمد بن یوسف صاکی شامی فرماتے ہیں:

وروی ابن ماجہ برجال ثقات۔

(سبل الہدی والرشاد ۱۲: ۴۴۴، الباب السادس فی المواطن التي يستحب الصلوة علیہا)

ابن ماجہ نے ثقہ راویوں سے روایت کی ہے۔

ان تمام حوالوں سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند صحیح اور جید ہے اور اس کے تمام

راوی ثقہ ہیں۔

اعتراض: یہ روایت منقطع ہے کیونکہ اس کے راوی زید بن ایمن کا عبادہ بن نسی سے

سماع ثابت نہیں ہے۔ لہذا یہ روایت ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے جیسا کہ حضرت امام ابن حجر مکی

فرماتے ہیں: رجالہ ثقات الا انها منقطعة۔

(الجوہر المنظم ص ۲۰) اور اسی طرح امام سخاوی و دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے۔

جواب: یہ اعتراض کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا ہے اور اس کا مفصل و تحقیقی جواب

آئندہ صفحات میں حدیث نمبر ۱۹ کے تحت دیا جائے گا۔

حدیث حضرت اوس کی مؤید ایک اور روایت بھی ہے جو کہ مرسل ہے جس کو امام قاضی

عیاض نے شفاء میں اور علامہ سخاوی نے القول البدیع میں نقل کیا ہے۔

و عن ابن شہاب الزہری رفعہ مرسلًا قال اکثروا علی من الصلوة فی

اللیلۃ الغراء و الیوم الازھر فانہما یؤدیان عنکم و ان الارض لا تاكل اجساد

الانبیاء۔

(القول البدیع، ۶۰ طبع و جدید صفحہ ۳۲۳ تحقیق محمد عوامہ) (الشفاء ۲: ۶۴) (نسیم الریاض ۳: ۳۰۵)

امام ابن شہاب زہری نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرسل روایت کی کہ آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر ہر جمعرات اور جمعہ کو کثرت سے درود شریف پڑھا کرو

کیونکہ ان میں تمہارا درود مجھے پہنچایا جاتا ہے اور بے شک زمین انبیاء کے اجسام کو نہیں کھاتی۔

حدیث نمبر ۱۳:

اخبرنا ابو الحسن علی بن محمد بن علی السقاء الاسفرائینی قال: قال حدثنی والدی ابو علی ثنا ابو رافع اسامہ بن علی بن سعید الرازی بمصر ثنا محمد بن اسماعیل بن سالم الصایغ حدثنا حکامہ بنت عثمان بن دینار اخی مالک بن دینار قالت حدثنی ابی عثمان بن دینار عن اخیه مالک بن دینار عن انس بن مالک خادم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان اقربکم منی يوم القيامة فی کل موطن اکثرکم علیی صلوة فی الدنیا: من صلی علی فی يوم الجمعة و ليلة الجمعة قضی اللہ له مائة حاجة، سبعین من حوائج الآخرة و ثلاثین من حوائج الدنیا یوکل اللہ ملکاً یدله فی قبری کما یدخل علیکم الہدایا یخبرنی من صل علی باسمہ و نسبه الی عشیرتہ فائتہ عندی فی صحیفہ بیضاء.

بمسند مذکور: حضرت انس بن مالک خادم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ قیامت کے روز میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو دنیا کے اندر تم میں سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھتا ہوگا۔ جس نے جمعرات اور جمعہ کو مجھ پر درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سوجا جتیں پوری فرمائے گا، ستر حاجتیں آخرت کی اور تیس حاجتیں اس دنیا کی۔ نیز ایک فرشتہ کو موکل بنادیا جائے گا جو کہ اس کا درود لے کر اس طرح میری قبر میں آئے گا جیسے تمہارے پاس کوئی تحائف لے کر آتا ہے۔ جس نے مجھ پر درود شریف پڑھا وہ فرشتہ مجھے اس کے نام نسب اور خاندان کی اطلاع و خبر دیتا ہے پس وہ درود میں اپنے نورانی صحیفہ میں لکھ لیتا ہوں۔

تخریج حدیث:

- ۱۔ شعب الایمان للبیہقی ۳: ۱۱۱ باب فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلة الجمعة
 - ۲۔ الترغیب والترہیب للاصبہانی ۱: ۵۲۵، ۲: ۳۲۰ فصل فی ترغیب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 - ۳۔ القندی ذکر علماء سمرقند للنجم الدین سمرقندی ۴۵۷ ترجمہ ابی حسان عیسیٰ بن عبد اللہ بن عمر و بن محمد البصری
 - ۴۔ کنز العمال فی السنن والاقتوال والافعال للہندی ۱: ۵۰۶
 - ۵۔ الباب السادس فی الصلوٰۃ علیہ وعلی آلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نور الممعة فی خصائص الجمعة للسیوطی ۱۰۳
 - ۶۔ باب السابعة والستون الاکثار من الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبيب الشفیع للسخاوی ۱۵۶ و طبع جدید ۳۱۷
 - ۷۔ رواہ ابن بشکوال و ابوالیمین ابن عسا کر و دیلمی فی مسند الفردوس کذا فی القول البدیع ۱۵۶
- سبحان اللہ کیا شان ہے درود پاک کی اور کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے وظیفے اور اوڑھنا بچھونا درود و سلام کو ہی بنا لیا ہے۔ اذان کے بعد درود و سلام، نماز کے بعد درود و سلام اور پھر ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی کئی بار اور مذکورہ حدیث شریف میں خوشخبری صرف ایک مرتبہ پڑھنے والے کے لئے ہے کہ اس کی سوجا جتیں پوری کی جاتی ہیں اور پھر جو ہمیشگی کرے قیامت کے دن نبی اکرم نور مجسم محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمسائیگی میں ہوگا۔ کسی مومن کے لئے اس سے بڑی سعادت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔
- اور کتنی بد بختی اور بد نصیبی ہے ان لوگوں کی جنہوں نے صرف اپنا وطیرہ ہی یہ بنا رکھا ہے کہ ہر حالت میں درود شریف کو بند کرنا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ اذان کے ساتھ نہ پڑھو۔ کبھی کہتے ہیں کہ نماز کے بعد نہ پڑھو۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلق فرمادیا کہ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے والے

کی سو حاجتیں پوری جائیں گی جن میں ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی۔ یہ تو نہیں فرمایا کہ جو اذان کے ساتھ پڑھے گا یا نماز کے بعد پڑھے گا تو وہ اس سعادت سے محروم رہے گا۔ اگر کہیں یہ حدیث شریف ہے تو ہمیں بھی اس کا پتہ بتائیں کہ وہ کہاں ہے کس کتاب میں ہے؟

اور پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ درود ابراہیمی پڑھو۔ اس کے علاوہ اور کوئی درود شریف نہ پڑھو۔ فلاں صیغہ سے پڑھو فلاں صیغہ سے نہ پڑھو۔ بلکہ مطلق فرمادیا ہے کہ درود شریف پڑھنے والا قیامت کے دن میرے قریب ہوگا۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں اور پھر بھی درود شریف کی محافل کو بند کرانے کے لئے دن رات مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے محفوظ رکھے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ درود و سلام پڑھنے کی توفیق دے۔

اعتراض:

امام سخاوی فرماتے ہیں:

رواہ البیہقی فی حیاة الانبیاء فی قبورہم لہ بسند ضعیف.

(القول البدیع ص ۱۵۶ طبع جدید ص ۳۱۷)

تو ثابت ہوا کہ اس کی سند ضعیف ہے۔

جواب:

اگر اس کی سند میں کچھ ضعف بھی ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ یہ بطور تائید پیش کی گئی ہے۔ ویسے بھی فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پیش کی جاسکتی ہے اور پھر اس کی موید و شاہد روایات بھی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

فرمایا:

من صلی علی فی کل یوم مائة مرة قضی اللہ لہ مائة حاجة سبعین منها

لاخرہ وثلاثین منها لدنیا.

جس نے مجھ پر ہر روز ایک سو مرتبہ درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سوجا جتیں پوری فرمائے گا۔ ستر آخرت کی اور تیں دنیا کی۔

اخر جہ ابن مندہ والحافظ ابو موسیٰ المصنفی. وقال حلیث حسن غریب. سبل الہدی والرشاد للامام الصالحی الشامی ۱۲: ۳۲۷ باب فی فضل الصلوۃ والسلام علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم.

اور اس حدیث شریف کا دوسرا شاہد و مؤید:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان اولی الناس بی یوم القیامۃ اکثرہم علی صلاۃ.

۱۔ جامع ترمذی ۱: ۶۴ باب مقفۃ الصلوۃ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طبع فاروقی ملتان

۲۔ شعب الایمان ۲: ۲۱۲.....

۳۔ صحیح ابن حبان ۳: ۹۳۷ رقم ۹۰۸

۴۔ ابن ابی شیبہ ۱: ۵۰۵

۵۔ کنز العمال ۱: ۴۸۹

۶۔ کامل ابن عدی ۳: ۹۰۴، ۶: ۲۳۴۲

۷۔ معجم الکبیر للطبرانی ۱۰: ۱۸۱ رقم (۹۸۰)

۸۔ طبقات الحمدین لابن الشیخ ۳: ۳۵۳

۹۔ شرف اصحاب الحدیث للخطیب بغدادی ۳۵ جامعہ القراء

۱۰۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۱: ۱۷۱

امام محمد بن یوسف صالحی شامی فرماتے ہیں:

رواہ ابن ابی شیبہ و ابن حبان و صحیحہ و ابو نعیم و ہکذا رواہ ابن

ابی عاصم ایضا فی فضل الصلاۃ لہ و ابن عدی فی الکامل والذہبوری فی

المجالسة والدار قطنی فی الافراد والتیمی فی الترغیب وغیرہ۔
(سبل الہدی والارشاد ۱۲: ۴۲۷ فصل فی فضلاء الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
اعتراف:

یہ روایت بھی ضعیف ہے جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا ”حسن غریب“ کہ یہ حسن غریب ہے اور اس میں ایک راوی موسیٰ بن یعقوب ابو محمد المدنی الرضی ہے جو کہ ضعیف ہے اور امام دار قطنی فرماتے ہیں کہ یہ اس روایت میں مفرد ہے۔

جواب:

اگر بات ایسے ہی ہوتی جیسی کہ معترض صاحب نے بیان کی ہے تب بھی کچھ مضائقہ نہیں تھا کیونکہ یہ روایت بطور شاہد و مؤید پیش کی جارہی ہے اور ضعیف روایت بطور شاہد پیش کی جاسکتی ہے۔

دوسرے نمبر پر امام دار قطنی کا اس راوی کو مفرد قرار دینا بھی صحیح نہیں۔ اور پھر مذکورہ راوی اگر بقول امام دار قطنی مفرد بھی ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی۔ کیونکہ اس کی توثیق کرنے والے محدثین موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت امام حافظ جمال الدین یوسف مزی نقل فرماتے ہیں:

قال عباس النوری عن یحییٰ بن معین: ثقة. وعن ابی داؤد: صالح.
وذكرہ ابن حبان فی کتاب الثقات روی له البخاری فی: الادب. والباقون
سوی المسلم.

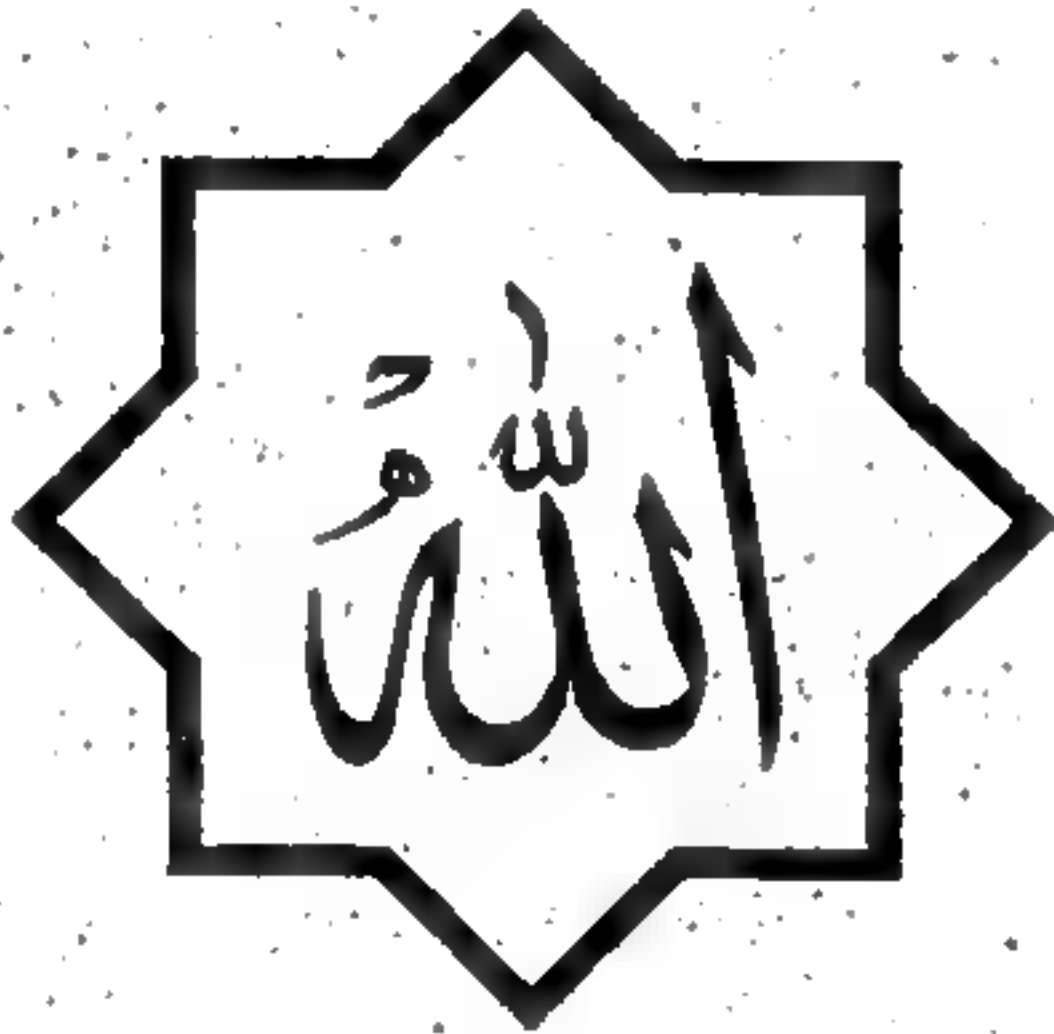
امام عباس النوری نے یحییٰ بن معین سے نقل فرمایا کہ یہ ثقہ ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں یہ صالح ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقہ کہا۔ امام بخاری نے الادب المفرد میں اس سے روایت لی اور سوائے مسلم کے دیگر اصحاب صحاح نے بھی روایت لی۔

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

والزمعی قال فیہ النسائی انه لیس بالقوی لکن وثقه ابن معین

فحسبک به . و کذا وثقه ابو داؤد و ابن حبان و ابن عدی و جماعة .
 امام نسائی نے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ قوی نہیں ہے لیکن ابن معین نے ثقہ کہا اور
 ان کی توثیق تیرے لئے کافی ہے۔ ایسے ہی امام ابن حبان، امام ابن عدی اور محدثین کی ایک
 پوری جماعت نے اس کو ثقہ کہا ہے۔

(المقاصد الحسنة ۲۲۱ للسخاوی مطبوعہ دارالکتب عربیہ بیروت)



حدیث نمبر ۱۴:

وفی هذا المعنى الحديث الذى اخبرنا ابو على الحسين بن محمد
الروذبارى انبا ابو بكر بن داسه ثنا ابو داؤد ثنا احمد بن صالح قال قرأت
على عبد الله بن نافع قال اخبرنى ابن ابى ذئب عن سعيد المقبرى عن ابى
هزيرة قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:
”لا تجعلوا بيوتكم قبورا ولا تجعلوا قبرى عيدا وصلوا على فان
صلاتكم تبلغنى حيث كنتم.“

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور میری قبر
کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود شریف پڑھو بیشک تمہارا درود شریف مجھے پہنچ جاتا ہے تم کہیں بھی ہو۔
تخریج حدیث:

- ۱۔ سنن ابی داؤد: ۱۷۹۹ ابی ہریرہ کتاب المناسک باب زیارة القبور
- ۲۔ مسند امام احمد: ۳۶۷ ابی ہریرہ مسند ابی ہریرہ
- ۳۔ حلیۃ الاولیاء لابى نعیم: ۶: ۲۸۳ ابی ہریرہ فی ترجمۃ ہشام الدستوائی
- ۴۔ مسند ابی یعلیٰ: ۱: ۲۲۵ عن علی بن الحسین (جعلیق الاثری)
- ۵۔ مسند ابی یعلیٰ: ۶: ۷۱ عن حسن بن علی
- ۶۔ المقصد العلی فی زوائد ابی یعلیٰ الموصلی: ۱: ۲۶۸ عن علی بن حسین، کتاب الحج، باب
الادب عند زیارة سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- ۷۔ مصنف عبدالرزاق: ۳: ۷۱ عن حسن بن علی، باب القطوع فی البیت
- ۸۔ مصنف عبدالرزاق: ۳: ۵۷۷ عن علی بن ابی ہاشم علی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

- ۹۔ الاحادیث المختارہ ۲: ۴۹ حسن بن علی (مسند حسن ابن علی عن ابيه)
- ۱۰۔ المعجم الكبير للطبرانی ۳: ۸۳ حسن بن علی
- ۱۱۔ تهذيب تاريخ دمشق ۲: ۱۶۵ حسن بن علی
- ۱۲۔ فضل الصلوة علی النبی للقاضي ۱۳: ۱۲ علی بن حسین بن علی
- ۱۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۳: ۳۲۵ حسن بن علی، کتاب الجنائز باب من کره زیارة القبور
- ۱۴۔ موضع اوہام الجمع والتفریق للخطیب بغدادی ۱: ۵۳ علی بن حسن
- ۱۵۔ فردوس الاخبار للعلی ۵: ۱۶۵
- ۱۶۔ التاريخ الكبير للبخاری ۳: ۱۸۶

اس حدیث شریف سے بعض جاہل نام کے عالم لوگوں نے یہ مسئلہ اخذ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کرنا منع ہے جو کہ سراسر ناانصافی، رسول دشمنی اور تحریف فی کلام الرسول کے مترادف ہے اور سبیل المؤمنین کی کھلی مخالفت ہے۔

قارئین محترم! ایک طرف ابن تیمیہ اور اس کی ناخلف ذریت کے معدود چند لوگ ہیں جبکہ دوسری طرف امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علمائے حقہ کا جم غفیر ہے۔ متقدمین و متاخرین علمائے اسلام بیک زبان یہ فرما رہے ہیں کہ روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارات اعظم ترین قربات میں سے ہے اور اس حدیث شریف سے زیارت کی کثرت پر استدلال ہوتا ہے۔

حضرت امام حافظ عبد العظیم بن عبد القوی متذری فرماتے ہیں:

یحتمل ان یکون المراد به الحث علی کثرت زیارة قبره صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ان لا یهمل حتی لا یزار الا فی بعض الاوقات کالعید الذی لا ینتہی فی العام الامرین قال یؤید هذا التاویل ما جاء فی الحدیث نفسه لا تجعل بیوتکم قبورا ای لا تترك الصلاة فی بیوتکم حتی تجعلوها کالقبور التي لا یصلی فیها۔ (شفاء النقام ص ۸۰)

اس میں احتمال ہے کہ آپ کی مراد قبر شریف کی زیارت پر ابھارنا ہو اور یہ کہ اس میں سستی نہ کرے جیسا کہ عید کہ وہ سال میں صرف دو مرتبہ آتی ہے اور اس تاویل کی مؤید وہ حدیث شریف ہے جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ یعنی وہاں نماز پڑھنا ترک نہ کرو کہ وہ قبور کی طرح ہو جائیں کہ جہاں نماز نہیں پڑھی جاتی۔
حضرت امام تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

و یحتمل ان یکون المراد لا تتخذوا له وقتا مخصوصا لا تكون الزیارة الا فيه کما تری کثیر من المشاهد لزیارتها یوم معین کالعید و زیارة قبره صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم لیس فیها یوم بعینه بل ای مکان .

(شفاء السقام ص ۸۰)

اور اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ زیارت کو کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص نہ کرو کہ اس وقت کے سوا زیارت بھی نہ کرو جیسا کہ عام مشاہد کے بارے میں تو نے دیکھا کہ ان کی زیارت یوم خاص میں کی جاتی ہے جیسے کہ عید۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کسی معین دن کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جس دن چاہے زیارت کرے۔
حضرت امام احمد بن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

قلت بعد ان یعلم ان الحدیث منازع فی ثبوته و لکن ثبوته و الاصح الکلام فی مقامین اولهما ما نقل من جماعة من اهل البيت فی مسند عبد الرزاق و غیره تمسکا بهذا الحدیث لیس نهیا عن اصل الزیارة و انما هو نهی لمن اتى بها علی غیر الوجه المشروع فیها . (الجوہر المنظم ۱۵)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے صحت و عدم صحت کے بارے میں اختلاف ہے لیکن بغرض تسلیم ثبوت اس کے بارے میں دو مقامات پر صحیح کلام ہے ان میں سے پہلا جو کہ مصنف عبد الرزاق میں اہل بیت کی ایک جماعت سے نقل کیا گیا ہے اس حدیث سے تمسک کرتے ہوئے کہ اس میں اصل زیارت سے منع نہیں فرمایا گیا بلکہ صرف اس سے منع کیا گیا ہے جو کہ غیر مشروع

طریقے سے قبر شریف پر آئے۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

ذکرت فی کتاب الدر المنضود فی الصلوة علی صاحب المقام
المحمود الحدیث والجواب عنه بیسط مما هنا و عبارتہ ونہیہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم عن جعل قبر عیدا یحتمل انہ للحدیث علی کثرت زیارة و لا
تجعل کالعید الذی لا یوتی فی العام الامرین والاظہر انہ اشار الی النہی
الوارد فی الحدیث الآخر عن اتخاذ قبرہ مسجدا ای لا تجعل زیارة قبری
عیدا من حیث الاجتماع لها کھو للعید و قد کانت الیہود والنصارى لزیارة
قبور انبیائہم و یشغلون عنہا باللہو والطرب فنہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم امتہ عن ذلک ان یتجاوز فی تعظیم قبرہ ما امر وایہ عن ذلک او ان
یتجاوز فی تعظیم قبرہ ما امر وایہ والحدیث علی زیارة قبرہ الشریف قد جاء فی
احادیث بینہا فی خاشیۃ الايضاح مع الرد علی من انکر ذلک و هو ابن
تیمیہ: (الجوہر المنظم ۷، الفصل اصول فی مشروعہ قبر نبینا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

میں نے اپنی کتاب الدر المنضود فی الصلوة علی صاحب المقام المحمود میں یہ حدیث اور
اس کا جواب ذکر کیا ہے جو کہ شرح وسط و تفصیل کے ساتھ ہے اور وہاں عبارت یوں ہے۔ اور
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنی قبر کو عید بنانے سے منع کرنے میں احتمال ہے کہ کثرت پر
انہیچختہ کرنا مراد ہو اور اس کو عید کی طرح نہ بناؤ کہ وہ سال میں صرف دو مرتبہ آتی ہے اور اس میں
اشارہ ہے اس نبی کی طرف جو کہ دوسری حدیث میں وارد ہے کہ قبر کو مسجد نہ بناؤ یعنی میری قبر کی
زیارت کو عید نہ بناؤ، اجتماع کے لحاظ سے جیسا کہ عید کے لئے ہوتا ہے اور تحقیق یہود و نصاری
اپنے انبیاء کی قبور کی زیارت کے لئے جمع ہوتے تھے اور وہاں کھیل تماشے میں مشغول ہو جاتے
تھے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس کھیل سے منع فرما دیا۔ یا پھر قبر کی تعظیم
میں اس حد سے گزرنے میں منع فرمایا جس کا حکم دیا گیا ہے اور پھر قبر شریف کی زیارت کثرت

سے کرنے پر بہت ساری احادیث مروی ہیں جن کو میں نے حاشیہ الايضاح میں بیان کر دیا ہے اور منکر کار دیکھا ہے جو کہ ابن تیمیہ ہے۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں:

الغرض اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس نبی سے منع کرنا زیارت کا ہوتا تو آپ صاف صاف منع فرماتے اور جب آپ نے مورد نبی عید بنانا کیا تو ضرور نبی ایسے امور سے ہوگی کہ جن سے عید ہوتی ہے نہ مطلق زیارت سے اور نہ سفر زیارت سے۔ پس باوجود ان احتمالات کے استدلال کیونکر مقبول ہوگا اور مطلق زیارت یا سفر کا منع ہونا کیسے ثابت ہوگا۔ اور ایک احتمال پنجم یہ ہے کہ غرض اس حدیث سے باطل کرنا اس اعتقاد کا ہے صلاۃ و سلام کا ثواب اور وصول اس کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر ہی کے نزدیک ہوتا ہے نہ دور سے جیسے عید کی عبادات مخصوصہ اور ثواب مخصوص اسی روز کے ساتھ مخصوص ہیں کسی اور روز میں نہیں ہو سکتے ہیں۔ پس ارشاد ہوا کہ تم میری قبر کو مثل عید نہ سمجھو اور جملہ وصلوٰۃ و سلموٰۃ علی فان صلوتکم و سلامکم تبلغنی ما کنتم منضم فرما کے ارشاد ہوا کہ ثواب صلاۃ و سلام کا اور وصول اس کا مخصوص حضور کے ساتھ نہیں ہے بلکہ قرب و بعد دونوں حالتوں میں باقی ہے۔

(السمعی المشکور فی رد المذہب الماثور ۵: ۱۰ طبع ۱۲۹۲ھ)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تتخذوا قبری عیداً (الحديث) و فرمودہ شہادۃ کہ در اندلس است برابر در قرب و مثل ایں از امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آمدہ مانا کہ آن مرد کہ ایں امامان دین اور منع کردند از حد اعتدال در گذر ایندہ باسد یا اثر تکلیف و تصنع در وی مشاہدہ فرمود۔ مقصود شان تنبیہ و تعلیم ایں معنی بود کہ در حضور معنی قرب مسافت و بعد آن کی ست چنانچہ گفتہ است۔

در راہ عشق مرغلہ قرب و بعد نیست۔ می بینمت عیاں و دعای فرستمت۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب ۲۰۱ طبع لکھنؤ ۱۲۸۶ھ، ۱۸۶۹ء)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر کو عید مت بناؤ (الحديث) اور فرمایا کہ تم اور باشندگان اندلس نزدیکی میں برابر ہیں۔ اسی طرح کی روایت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے بھی آئی ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ شخص جس کو ان امان دین نے منع کیا حد اعتدال سے گذر گیا یا ہر تکلف اور بناوٹ کی علامات اس میں ملاحظہ فرمائی ہوں گی۔ یا ان کی تنبیہ اور تعلیم ہوگی کہ حضور باطنی میں قرب و بعد دونوں برابر ہیں جیسا کہ کسی شاعر نے کہا۔

تو ان مختصر خوالوں سے یہ معلوم ہوا کہ اس حدیث شریف سے جہاں حیاۃ الانبیاء ثابت ہوتی وہاں کم از کم وہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا جس کو ابن تیمیہ اور اس کی ذریت ثابت کرنا چاہتی ہے۔

لیکن چونکہ یہ روایت ابن تیمیہ اور اس کے اندھے مقلدین کے نزدیک روضہ شریف کی زیارت کی ممانعت پر دال ہے۔ اس لئے اس کی سند کے بارے میں بھی کچھ دیکھ لینا چاہئے۔ اس روایت میں ایک راوی ہے عبداللہ بن نافع۔ یہ راوی مختلف فیہ ہے۔ حضرت امام جمال الدین مزی نقل فرماتے ہیں:

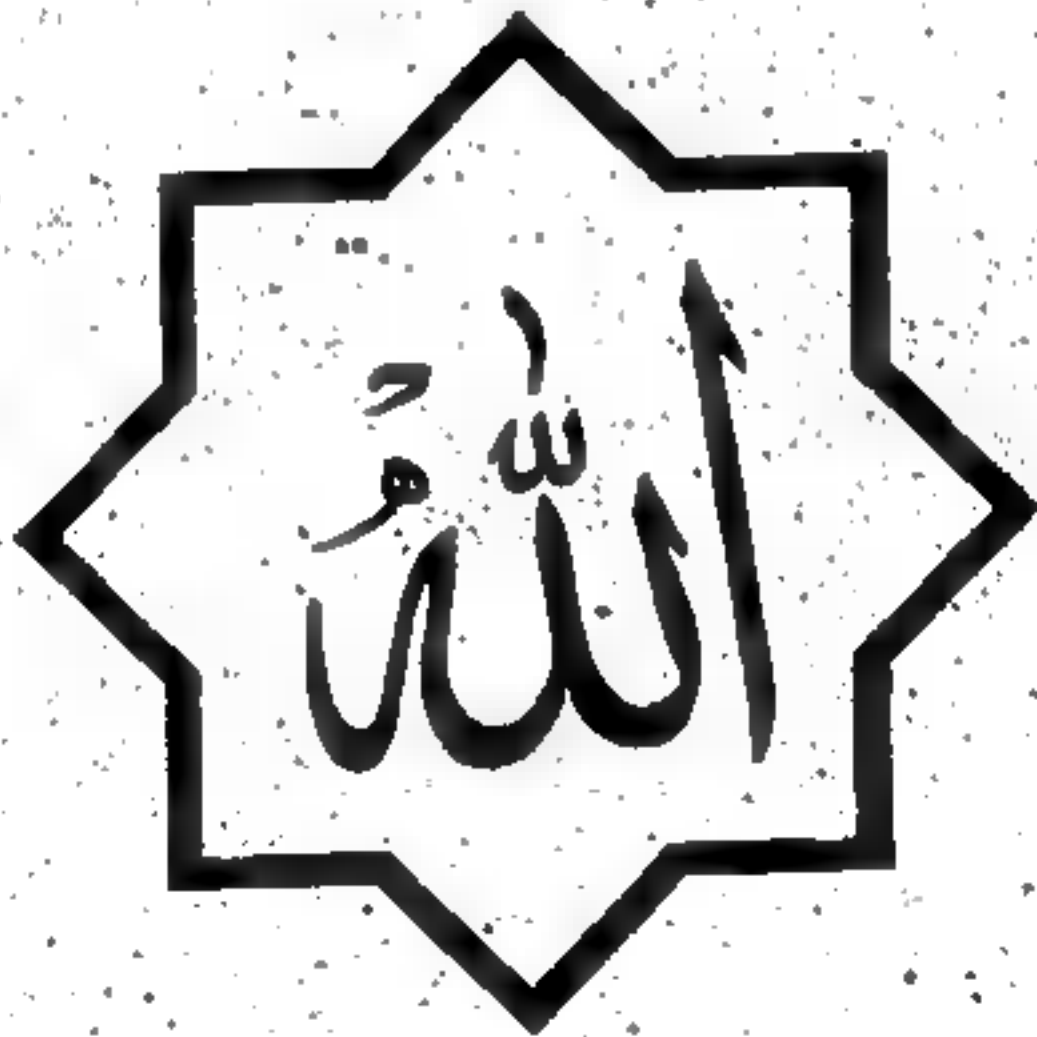
قال ابو طالب عن احمد بن حنبل : لم یکن صاحب حدیث کان ضعیفاً فیہ . و لم یکن فی الحدیث بذاک . وقال ابو حاتم لیس بالحافظ هو لیس فی حفظہ و قال البخاری فی حفظہ شی . قال ابن عدی روی عن مالک غرائب ذکرہ ابن حبان فی کتاب الثقات : وقال کان صحیح الكتاب و اذا حدث من حفظہ ربما اخطأ . (تہذیب الکمال للزیری ۱۰: ۵۸۲)

(تہذیب التہذیب للعسقلانی ۶: ۵۱) (شفاء القام للسیکی ۸۰)

امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ محدث نہیں بلکہ حدیث میں ضعیف تھا۔ اور حدیث میں پختہ نہیں۔ امام ابو حاتم نے کہا ہے کہ یہ حافظ نہیں۔ اس کا حافظہ کمزور تھا۔ امام بخاری نے فرمایا کہ اس کے حفظ میں کچھ کمی تھی۔ ابن عدی نے کہا امام مالک سے غرائب نقل کرتا تھا۔ امام ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور کہا کہ یہ اگر کتاب سے بیان کرے تو صحیح ہے جب حافظہ سے بیان کرتا ہے تو

اکثر غلطی کر جاتا ہے۔

تو ثابت ہوا کہ یہ روایت اس راوی کی وجہ سے کمزور ہے اور زیارت قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے شمار صحیح احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور جہاں تک اس حدیث کے مویدات و شواہد کا تعلق ہے تو امام علی بن حسین کی روایت میں ایک راوی علی بن عمر ہے جو کہ مجہول ہے ملاحظہ فرمائیں: تقریب ۲۳۸ اور دوسری سند حسن بن حسن میں سہیل مستور ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: الجرح والتعديل لابن ابی حاتم (۲/۲۴۷)۔



حدیث نمبر ۱۵:

و فی هذا المعنی الحدیث الذی اخبرنا ابو محمد عبد اللہ بن یحییٰ بن عبد الجبار السکری ببغداد ثنا اسماعیل بن محمد السفار ثنا عباس بن عبد اللہ الترقفی ثنا ابو عبد الرحمن المقرئ ثنا حیوة بن شریح عن ابی صخر عن یزید بن عبد اللہ بن قسیط عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال:

ما من احد یسلم علی الا رد اللہ روحی حتی ارد علیہ السلام.

اور اسی معنی (حیات الانبیاء و وصول و رود شریف) میں ایک وہ حدیث جو کہ بسند مذکور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بھی کوئی مجھ پر (صلوٰۃ و) سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

تخریج حدیث:

- ۱۔ ابوداؤد: ۲۸۶ کتاب المناسک باب زیارۃ القبور
- ۲۔ مسند اسحاق بن راہویہ: ۴۵۳ مسند ابی ہریرہ
- ۳۔ مسند احمد بن حنبل: ۵۲۷ مسند ابی ہریرہ
- ۴۔ سنن الکبریٰ للبیہقی ۵: ۲۲۵ الدعوة الکبیر ۴۰۰ برقم ۱۵۸
- ۵۔ شعب الایمان ۲: ۲۱۷ باب فی تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- ۶۔ السنن الصغیر: ۲: ۲۱۰
- ۷۔ معجم الاوسط (للطبرانی) ۳: ۳۸۷ برقم (۳۱۱۴)

- ۸۔ تاریخ استبصار لابن نعیم ۲: ۳۵۳
 - ۹۔ الرسائل القشیریہ لابن قاسم ۱۶
 - ۱۰۔ الترغیب والترہیب ۲: ۴۹۹ الترغیب فی اکثر الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 - ۱۱۔ فضائل الاعمال ۹۰ لفضیاء المقدسی
- یہ حدیث بھی الحمد للہ صحیح ہے اور حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قوی اور بین دلیل ہے۔

حضرات محدثین کرام نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے:

رواہ ابو داؤد بسند صحیح. (المجمع شرح المہذب للنووی ۸: ۲۷۲) اس کو امام ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

و روينا فيه ايضا باسناد صحيح عن ابي هريرة. (كتاب الاذکار ۱۰۶)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔
حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

باسناد حسن بل صححه النووی. (القول البدیع ص ۱۵۵)

اس کی اسناد حسن ہے بلکہ امام نووی نے اس کو صحیح فرمایا ہے۔

حضرت امام زرقانی مالکی فرماتے ہیں: باسناد صحیح.

(زرقانی شرح مراہب ۸: ۳۰۸ فصل فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
اس کی سند صحیح ہے۔

حضرت امام محمد بن یوسف صاکی شامی فرماتے ہیں:

وروی الامام احمد و ابو داؤد والبیہقی بسند صحیح.

(سبل الہدیٰ والرشاد ۱۲: ۲۵۶، باب فی حیۃ فی قبرہ)

امام احمد و ابو داؤد و بیہقی نے اس کو بسند صحیح روایت کیا ہے۔

حضرت امام سیوطی فرماتے ہیں:

اسندہ من طریق ابی داؤد واخرجه ایضا احمد والبیہقی بسند حسن.

(منابہ الصفا تخریج احادیث الشفاء ص ۲۰۵)

اس کی سند حسن ہے۔

حضرت علامہ علی قاری فرماتے ہیں:

رواہ ابو داؤد و احمد و بیہقی وسندہ حسن.

(شرح شفاء ۴: ۲۹۹ علی قاری)

اس کی سند حسن ہے۔

حضرت علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

(شفاء السقام ص ۴۱)

وہذا اسناد صحیح.

اور یہ سند صحیح ہے۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

قال النووی فی الاذکار اسنادہ صحیح و کذا قال فی الریاض و کذا

قال ابن حجر: رواہ ثقاة. (تحفة الذکرین بعدۃ الحسن الحسین من کلام سید المرسلین ۲۸)

امام نووی نے اذکار میں کہا کہ اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ ریاض الصالحین میں اور اسی

طرح امام ابن حجر نے فرمایا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

حضرت امام نور الدین احمد سمہودی فرماتے ہیں:

روی ابو داؤد بسند صحیح کما قال السبکی.

(وفاء الوفا باخبار دارالمصطفیٰ ۴: ۱۳۴۹، الفصل الثانی فی بقیۃ اولۃ الزیارة)

امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا جیسا کہ امام سبکی نے فرمایا۔

حضرت علامہ امام قاسم بن قطلوبغا جمال حنفی فرماتے ہیں:

اخرجه الامام احمد و ابو داؤد وسندہ صحیح.

(التریف والاخبار فی تخریج احادیث الاختیار ص ۱۰۵) (قلمی نسخہ)

علامہ ابن قیم جوزیہ فرماتے ہیں:

(جلاء الافہام ص ۱۹)

وقد صح اسناد هذا الحديث.

اور اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔

حضرت علامہ مجد الدین فیروز آبادی صاحب القاموس (م ۸۱۷ھ) فرماتے ہیں:

فاخرج الامام احمد و ابو داؤد فی مستنہ باسناد صحيح.

(الصلوات والبشر فی الصلاۃ علی خیر البشر ۱۰۴)

اس کی اسناد صحیح ہے۔

نجدی مفتی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے لکھا:

وقد اخرج ابو داؤد بسند جيد. (مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ ۲: ۳۹۴)

اور امام ابو داؤد نے پختہ سند کے ساتھ اس کا اخراج کیا ہے۔

مشہور غیر مقلد مولوی اسماعیل سلفی نے لکھا: ”حدیث نمبر ۶ صحیح ہے اس میں سلام کے

وقت روح کا ذکر ہے۔ (تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کے تجدیدی مساعی ص ۴۱۳)

تفہیم حدیث:

اس حدیث شریف کی تفہیم میں بھی زبردست ٹھوکریں کھائی ہیں اور ”رد روح“ پر عجیب

وغریب گل افشائیاں فرمائی ہیں اور جو لوگ دوسروں کو اسلاف کی راہ اپنانے اور اسلاف کے نقش

قدم پر چلنے کی تلقین کرتے بلکہ اپنے نام کے ساتھ سلفی بھی لکھتے ہیں وہ اس حدیث شریف کے

مطالعہ کے سلسلہ میں بالکل اسلاف کے خلاف چلتے نظر آتے ہیں اور خود ساختہ مفہوم بیان کر کے

اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

قارئین محترم! ملاحظہ فرمائیں منکرین کس کس طریقہ سے اس حدیث کے مفہوم سے

جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر عثمانی لکھتا ہے:

”عجیب بات ہے کہ یہ دلیل بھی وہی گروہ پیش کرتا ہے جو اس باب کا عقیدہ بھی رکھتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسرے تمام لوگ وفات کے بعد قبر میں زندہ ہیں۔ جب یہ بات ہے تو سلام کے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح کے لوٹائے جانے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے، دوسری طرف بہت سے حضرات اس روایت کو پیش فرما کر کہتے ہیں کہ وقت کا کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں گذرتا کہ کوئی نہ کوئی دنیا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام نہ پڑھ رہا ہو اس لئے آپ کے جسم اطہر سے وابستہ رہ کر ایک حیات مسلسل کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ بات یہ بھی نہیں بنتی کیونکہ ”رد“ کا لفظ بے معنی قرار پائے گا۔ آخر ایسی دلیل کا کوئی کیا جواب دے۔ ساتھ ساتھ یہ بات کہ دنیا میں ایک وقت میں ہزاروں لاکھوں انسان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام بھیجتے رہتے ہیں، ان سب سلاموں کا جواب دینا اللہ کے سوا کسی اور کی طاقت سے تو باہر معلوم ہوتا ہے“

(توحید خالص ۱۹:۲، از کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی)

قارئین کرام! آپ حضرات اندازہ لگائیں کہ ان لوگوں کی تحقیق کا طریقہ کیا ہے، اصل میں یہ بدقسمت لوگ سمجھتے ہیں کہ جو ہمارے گندے ذہن میں آیا وہی عین حق ہے اور وہی تحقیق ہے اگر یہ مسلمان ہوتے تو فرمان آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے۔ یہ قرآن و حدیث کا نام لینے والے دیکھیں کس طرح قرآن و حدیث کو رد کر رہے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں ایک اور نام نہاد توحید پرست نے لکھا ہے:

”اس میں سلام کے وقت رد روح کا ذکر ہے یہ حیات دنیوی کے خلاف ہے۔ حافظ سیوطی نے جس قدر جوابات دیئے ہیں ان جوابات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حافظ سیوطی رحمہ اللہ کا اپنا ذہن بھی اس حدیث کے متعلق صاف نہیں۔ جواب میں متذبذب اور خبط نمایاں ہے۔“ (تحریک آزادی فکر، از مولوی محمد اسماعیل سلفی وہابی ۴۱۴)

اب اس خبطی سے کوئی پوچھے کہ جناب سلفی صاحب جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم اقدس تر و تازہ ہے روح بھی اس میں لوٹادی گئی تو پھر دنیوی زندگی ہونے میں کوئی چیز مانع

ہے؟

اور جب آپ اس حدیث کو صحیح بھی مانتے ہیں تو پھر اس پر عقیدہ رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قبر منورہ میں حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ کیوں نہیں مانتے۔ جب حدیث بھی صحیح اور ثابت ہو جس کا آپ کو خود اقرار ہے تو پھر فرمان رسول کو بلاوجہ رد کرنا کیا یہی اہل حدیثی ہے یا کہ گمراہی؟ حقیقت میں آپ لوگ اہل حدیثی کا لباس اوڑھ کر منکرین حدیث ہیں اور احادیث کا مفہوم و مطلب اپنی نارسا عقل کے مطابق کرتے ہیں اور جو اس گندے اور گستاخ ذہن میں نہ آئے اس کا انکار کر دیتے ہیں۔

قارئین کرام! ایک اور نام نہاد تو حیدی کی بات کو سنئے اور ان کی عقل کا ماتم کیجئے، لکھا

ہے:

”اشکال کہ اس غلط و خود ساختہ تقریر سے ترمذی صاحب قارئین کے ذہنوں میں یہ باطل نظریہ بیٹھانا چاہتے ہیں کہ آپ کی روح طیبہ آپ کے بدن مبارک کے اندر موجود ہے حالانکہ یہ نظریہ ان نصوص صریحہ کے سراسر خلاف ہے جس میں آپ کی روح طیبہ اعلیٰ علیین اور جنت میں ہونے کی تصریح ہے۔“ (اقامۃ البرہان ص ۲۲۷، از سجاد بخاری مماتی پنڈوی)

جناب بخاری صاحب اگر یہ عقیدہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارکہ بدن اقدس میں ہے یہ باطل ہے (معاذ اللہ) تو پوری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام باطل پر عقیدہ بنائے ہوئے ہے اور اگر ایسا ہی ہے تو پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس مبارک فرمان کا مطلب کیا ہوگا: لَا تَجْمَعُ اُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ کہ میری امت گمراہی پر اجماع نہیں کرے گی۔

اور پھر آپ نے فرمایا: نصوص صریحہ۔

تو جناب ذرا نصوص صریحہ کی تعریف تو فرمادیں کہ نصوص کس کو کہا جاتا ہے اور پھر اپنی تعریف کے مطابق اپنے دلائل کو نصوص سے ثابت فرمائیں اور پھر آپ کا یہ کہنا کہ آپ کی روح طیبہ اعلیٰ علیین اور جنت میں ہونے کی تصریح ہے۔

یہ بیان فرمائیں اعلیٰ علیین اور جنت دو علیحدہ علیحدہ مقام ہیں یا کہ ایک ہی مقام کے دو نام ہیں۔ اگر ایک ہی جگہ کے دو نام ہیں تو اس کے لئے دلیل درکار ہے اور اگر علیحدہ علیحدہ ہیں تو پھر دریافت طلب بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح بیک وقت دونوں مختلف مقامات پر موجود ہیں تو کیا آپ کے نزدیک یہ توحید کے خلاف ہے یا کہ نہیں اگر ہے تو آپ مشرک ٹھہرے اور اگر نہیں تو پھر جب دو مقامات پر ہونا شرک نہیں تو تین یا اس سے زیادہ مقامات پر ہونا شرک کیسے ہو سکتا ہے۔

اور پھر اگر اعلیٰ علیین اور جنت میں بیک وقت موجود ہے تو کیا آپ کا جسد اقدس جو کہ جنت میں اعلیٰ علیین سے افضل ہے اس میں ہونے پر کیا استحالہ ہے۔

اور آپ حضرات کا روح اقدس کو اعلیٰ علیین یا جنت میں ہونے کو ترجیح دینا کن نصوص قطعیہ سے ثابت ہے جب کہ قبر منورہ اعلیٰ علیین اور جنت سے بھی افضل تو قرآن مجید کی آیت و للآخرة خیر لک من الاولى کے تحت روح طیبہ بھی افضل مقام پر ہی رہنی چاہئے۔ اور اگر بد قسمتی یا بد عقیدگی کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر منورہ کو جنت یا اعلیٰ علیین سے افضل نہیں مانتے تو کم از کم اتنا تو مانتے ہوں گے کہ یہ جنت ہے اگر یہ بھی نہیں مانتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان سے آپ کیا مطلب اخذ کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قال ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة و منبری علی حوضی.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان

والاحصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے (اور میرا منبر میرے حوض پر ہے)

۱۔ (بخاری، ۱۵۹۱) باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکہ والمدینۃ

۲۔ مسلم، ۱: ۴۳۶، کتاب الحج باب فضل ما بین قبرہ و منبرہ

۳۔ مسلم، عن عبد اللہ بن زید

۴۔ مسند امام احمد، ۲: ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۴۶۶، ۵۳۳، ۴: ۴۹، ۴۰

- ۵۔ مسند حمیدی حدیث نمبر ۲۹۰: ۱۳۹: ۱ عن عمار
- ۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۲۳۹: ۱۱
- ۹۔ مصنف عبدالرزاق ۱۸۲: ۳ عن ابی ہریرہ و عبد اللہ بن زید
۱۸۳: ۲ باب منبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- ۱۰۔ مسند ابی یعلیٰ الموصلی ۱۱۸: ۱
- ۱۱۔ ترمذی ۲۳۱: ۲ باب ما جاء فی فضل المدینۃ
- ۱۲۔ موطا امام مالک ۱۸۳ عن ابی سعید الخدری و عبد اللہ بن زید باب مسجد النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- ۱۳۔ کتاب المعجم لابن اعرابی ۴۰: ۴ عن ابی ہریرہ و ابی سعید فی ترجمہ ابو یحییٰ بن
ابی مسرہ
- ۱۴۔ المعجم الصغیر للطبرانی ۲۹۱: ۳
- ۱۵۔ تاریخ اصبہان لابن نعیم ۲۲۸، ۹۲: ۱، ۲۲۸، ۹۲: ۲، ۳۳۲، ۲۷۶: ۲ المجتہد الباحث
- ۱۶۔ کامل لابن عدی ۱۱۸۲: ۳ عن ابی ہریرہ و علی
- ۱۷۔ کشف الاستار ۵۷: ۲ باب فیما بین القبر والمنبر
اور پھر بعض طرق حدیث میں تو اس طرح کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ عن زوائد مسند
الحارث ۱۳۴ برقم ۳۹۷، ۳۹۶ برقم حدیث
- ۱۸۔ ما بین قبری و منبری روضة من ریاض الجنة
- ۱۹۔ مسند احمد ۶۴: ۳
- ۲۰۔ مسند ابی یعلیٰ ۱۳۴۱: ۲ بتعلق حسین اسد
- ۲۱۔ تاریخ بغداد ۴۰۳: ۴ عن ابی سعید ۲۲۸: ۱۱ عن جابر ۲۹۰: ۱ عن سعد
- ۱۶۰: ۱۲ ابن عمر۔
- ۲۲۔ فوائد للتمام ۲۶۵: ۲

۲۳۔ حلیۃ الاولیاء لابن نعیم ۳۲۳:۲

۲۴۔ المعجم الکبیر للطبرانی ۲۹۳:۱۲

۲۵۔ کشف الاستار عن زوائد المزمار ۵۶:۲ باب فیما بین القبر والمنبر

۲۶۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۳۶:۵ عن عبید اللہ بن عمر۔

”تو جب یہ ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر منورہ ہی جنت ہے تو جس حدیث شریف میں آپ کی روح مبارکہ جنت میں ہونا وارد ہوا ہے اس سے مراد یہی جنت ہے۔ لہذا مولوی مذکور کا اس سے انکار صرف ضد اور جہالت ہے۔

اشکال:

ہاں اس حدیث شریف میں ایک اشکال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں تو پھر اس حدیث شریف میں جو روح کا آپ کی طرف لوٹانے کا ذکر ہے اس کا کیا معنی و مطلب ہوگا۔

حل اشکال:

علمائے اسلاف میں سے بے شمار علمائے اس اشکال کے بہترین حل پیش کئے ہیں ان میں سے کچھ اختصار کے طور پر ہم ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

حضرت علامہ مجد الدین فیروز آبادی صاحب القاموس فرماتے ہیں:

فان قلت: ما معنی قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: رد اللہ علی روحی؟ قلت ذکر عنہ جوابان. احدهما ذکرہ البیہقی وهو ان المعنی الا وقد رد اللہ روحی یعنی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد ما مات ودفن رد اللہ علیہ روحہ لاجل سلام من یسلم علیہ واستمرت فی جسدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اگر تو کہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کہ اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹاتا ہے کا کیا معنی ہے تو میں کہوں گا کہ اس کے جواب دیے گئے ہیں ان میں سے ایک

امام بیہقی نے ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے یعنی تحقیق اللہ نے میری روح میری طرف لوٹادی ہے یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات کے بعد جب دفن کئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح لوگوں کے سلاموں کے جوابات عنایت فرمانے کے لئے آپ کو لوٹادی اور وہ ہمیشہ آپ کے جسم اقدس میں ہے۔

حضرت امام سبکی فرماتے ہیں:

والثانی: یحتمل ان یکون ردا معنویا و هو ان یکون روحہ الشریفة مشغلة بشہود الحضرة الالهية والملاء الاعلیٰ من هذا العالم فاذا سلم علیہ اقبلت روحہ الشریفة علی هذا العالم فیدرک: سلام من یسلم علیہ و یرد علیہ. (شفاء السقام ص ۵۰، ۵۱)

اور دوسرا جواب: اس میں احتمال ہے کہ یہاں روح سے مراد روح معنوی ہے کیونکہ آپ کی روح مبارکہ اس جہاں سے بے نیاز ہو کر بارگاہ الہی اور ملاء اعلیٰ میں مشغول ہوتی ہے سو جب بھی کوئی شخص سلام بھیجتا ہے تو آپ کی روح طیبہ اس جہاں کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے تاکہ سلام کا ادراک کر کے سلام کرنے والے کا جواب دے سکے۔

حضرت امام سبکی سے یہی جواب علامہ سخاوی نے ”القول البدیع“ ص ۱۶ پر اور علامہ فیروز آبادی نے ”البصائر والبشر“ ص ۱۰۴ میں بیان فرمایا ہے۔

علامہ شوکانی نے حضرت علامہ ابن الملقن سے نقل کیا ہے:

والمراد برود الروح النطق لانه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی فی قبرہ و روحہ لا تفارقه لما صح: ان الانبیاء احياء فی قبورہم.

(تحفة الذاکرین للشوکانی ص ۲۸)

اور روح سے مراد یہاں نطق ہے کیونکہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی روح آپ سے جدا نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث میں مروی ہے کہ انبیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

رد روح سے مراد سرور ہے۔

حضرت علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں:

يَحْتَمِلُ أَنْ يَرَادَ بِهِ هُنَا السَّرُورُ مَجَازًا فَإِنَّهُ قَدْ يُطْلَقُ وَيَرَادُ بِهِ ذَلِكَ.

(الجوہر المنظم لابن حجر مکی ۲۴)

احتمال ہے کہ یہاں رد روح سے مراد سرور اور خوشی ہو مجازی طور پر کیونکہ اس کا اطلاق

عام طور پر خوشی و سرور کے معنی میں ہوتا ہے اور اس سے یہ مراد لیا جاتا ہے۔

رد روح سے مراد نطق ہے۔

حضرت امام ابوالحسن بکری مصری والد البکری الکبیر (م ۹۵۲ھ) فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءَ فِي قُبُورِهِمْ يَصْلُونَ وَهَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ

ظَاهِرًا مَرَادًا أَوْ إِنَّمَا الْمَرَادُ بِرُوحٍ مُنْطَقِي لَأَنَّ قُوَّةَ النَّطْقِ لَازِمَةٌ لِلرُّوحِ فَغَيْرُهَا

عِنْدَهَا وَاللَّهُ أَعْلَمُ. (جوہر البحار فی فضائل النبی المختار للنہانی ۱۵۳:۴)

جاننا چاہئے کہ حضرات انبیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور

اس حدیث کا ظاہر مراد نہیں ہے۔ یہاں رد روح سے مراد نطق ہے کیونکہ قوت نطق روح کے لئے

لازم ہے لہذا یہاں نطق کو روح فرما دیا گیا۔ واللہ اعلم

یہاں نطق سے مراد یہ نہیں ہے کہ مطلقاً آپ بولتے ہی نہیں مگر جواب سلام کے لئے

جیسا کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے: اور بعض علماء نے عدم نطق کا مفہوم

کچھ اس طرح بیان کیا ہے کہ یہاں عدم نطق اضطراری نہیں کیونکہ وہ تو ایک قسم کی سزا ہوتی ہے

جیسا کہ

حضرت قطب وقت علامہ مولانا فقیر اللہ بن عبد الرحمن حنفی فرماتے ہیں:

وَيُمْكِنُ أَنْ يُقَالَ أَنَّ عَدَمَ النَّطْقِ يُمْكِنُ أَنْ يَقُولَ الْمَثَلُ مَا ذَكَرَ مِنْ

مَشَاهِدَةِ الْمَلَائِكَةِ وَالْإِسْتِغْرَاقِ فِي مَشَاهِدَةِ الرَّبِّ فَلَا يَنْطِقُ إِلَّا عِنْدَ سَلَامَةِ

(قطب الارشاد ۳۷۷)

الامة.

یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جائے عدم نطق ممکن ہے جیسا کہ مشاہدہ رب کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ملکوت سے استغراق میں رہتے ہیں اور امت کے سلام کے سوا آپ نطق نہیں فرماتے۔
غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ما من احد یسلم علی الا رد اللہ روحی حتی ارد علیہ السلام۔
نہیں کوئی جو سلام پڑھے مجھ پر لیکن اللہ تعالیٰ میری طرف میری روح لوٹا دیتا ہے کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

اس حدیث میں ”ما“ نافیہ ہے۔ ”احد“ نکرہ ہے۔ سب جانتے ہیں کہ نکرہ چیز میں نفی عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ پھر ”من“ استغراقیہ عموم اور استغراق پر نص ہے۔ یعنی مجھ پر سلام بھیجنے والا کوئی شخص ایسا نہیں جس کے سلام کی طرف میری توجہ مبذول نہیں ہوتی ہو۔ خواہ وہ قبر انور کے پاس ہو یا دور ہو ہر ایک کے سلام کی طرف متوجہ ہوں اور ہر ایک شخص کے سلام کا جواب خود دیتا ہوں۔

یہ حدیث اس امر کی روشن دلیل ہے کہ درود پڑھنے والے ہر فرد کا درود حضور علیہ السلام خود سنتے ہیں اور سن کر جواب بھی دیتے ہیں۔ خواہ شخص قبر انور کے پاس ہو یا دور ہو۔

(حیۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۵ مکتبہ فریدیہ، ساہیوال)

تو اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے والے کا سلام سنتے بھی ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ رد روح سے مراد سماعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

و یتولد من هذا الجواب جواب آخر. و هو ان تكون کنایۃ عن السمع و يكون المراد ان الله تعالى يرد عليه سمعه الخارق للعاده بحيث يسمع المسلم، و ان بعد قطره و يرد عليه من غير احتیاج الی واسطۃ مبلغ.

(انباء الاذکیاء ص ۴۳ طبع دار الحدیث مصر)

اور اس جواب سے ایک اور جواب پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ رد روح پر آپ کی سمع خارق للعادة کو لوٹا دیتا ہے۔ اس طرح کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے والے کے سلام کو سنتے ہیں خواہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہو اور اس کو بغیر کسی وسیلہ کی احتیاج کے جواب دیتے ہیں۔
حضرت امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

او المراد بالروح السمع الخارق للعادة بحيث يسمع المسلم عليه من غير واسطة و ان بعد او الموافق للعادة.

(الفتاویٰ الکبریٰ الفقیہ ۲: ۲۶۶ لا بن حجر المہدی)

اور یہ رد روح سے مراد سماعت خوارق عادت ہے کیونکہ آپ ہر سلام پڑھنے والے کے سلام کو سنتے ہیں بغیر کسی واسطہ کے اگرچہ وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہو یا پھر موافق عادت کے (آپ اس کے سلام کو سنتے ہیں)

جواب سلام کی سعادت صرف زائر کے ساتھ مخصوص نہیں:

علمائے کرام نے بیان فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس شخص کے سلام کا جواب چاہیں ارشاد فرمائیں اس میں دور و نزدیک کی کوئی قید نہیں ہے اگرچہ زائرین کے لئے خصوصی شرف موجود ہے لیکن جواب ہر شخص کو عنایت فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

”علماء اختلاف کر دہ اند کہ ایں فضیلت عظمیٰ عام است مرہر کے را بشرف تسلیم برسید کائنات علیہ افضل التسلیمات مشرف است خواہ زائر قبر شریف بود یا غائب از آنحضرت کبریٰ در ہر مکان کہ باشد و ظاہر عموم است..... بر تقدیر مدعا است کہ حیات است۔“

علماء نے اختلاف کیا ہے کہ یہ (سلام کا جواب دینے کی) فضیلت ہر شخص کے لئے عام ہے جو بھی سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلاۃ و سلام بھیجنے کے شرف سے مشرف ہو خواہ زائر ہو یا پھر اس بارگاہ کبریٰ سے غائب۔ یا جہاں کہیں بھی ہو اور ظاہر حدیث عموم پر دلالت کرتی ہے۔ بہر حال مفید مدعا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات ہیں۔ (جذب القلوب ص ۱۸۱)

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وظاهره الاطلاق الشامل لكل مكان و زمان و من خص الرد بوقت

الزيارة فعليه البيان۔

(شرح الشفاء لعلی القاری ۳: ۴۹۹ فی تخصیصہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بتبلیغ صلاۃ من صلی علیہ)

اور ظاہر اطلاق ہر زمان و مکان (قریب و بعید) کو شامل اور جس کو زیارت کے ساتھ

خاص کیا اس کے لئے دلیل ضروری ہے (جو کہ ہے نہیں)

حضرت امام شہاب الدین خفاجی مصری فرماتے ہیں:

وما قيل ان رده صلى الله تعالى عليه وسلم مختص بسلام زائره

مردود لعموم الحديث فدعوى التخصيص تحتاج الدليل و يردده ايضا الخبر

الصحيح ما من احد يمر بقبر اخيه المؤمن كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه

الا عرفه ورد عليه السلام فلواختص رده صلى الله تعالى عليه وسلم لزائره لم

يكن له خصوصية به لما علمت ان غيره يشاركه في ذلك۔

(نسیم الریاض شرح الشفاء للخفاجی ۳: ۵۰۰ باب فی تخصیصہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

بتبلیغ صلاۃ من صلی علیہ)

اور جو کہا گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جواب دینا صرف زائر کے ساتھ مختص ہے یہ

قول مردود ہے کیونکہ حدیث میں عموم پایا جاتا ہے اور اس کی تخصیص دلیل کی محتاج ہے اور اس کو خبر

صحیح بھی رد کرتی ہے کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر پر گزرے اور وہ دنیا میں اس کو جانتا ہو تو وہ

اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچانتا ہے اور اس کو جواب دیتا ہے۔ تو اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بھی صرف زائر کو جواب دیں تو یہ آپ کی خصوصیت نہ ہوئی اس میں تو دوسرے لوگ بھی آپ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہیں۔

حضرت امام ابوالیمین ابن عساکر فرماتے ہیں:

واذا جاز رده صلى الله تعالى عليه وسلم على من يسلم عليه

من جميع الآفاق من امته بعد مسافة. (الجوہر المنظم لابن حجر کی ۲۲)

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زائرین کو سلام کا جواب دینا جائز ہے تو اسی طرح جمیع آفاق و اطراف سے جہاں سے بھی کوئی سلام کہے آپ کا جواب دینا جائز ہے چاہے وہ شخص کتنی ہی دور کی مسافت پر ہو۔

تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر دور و نزدیک کے سلام کہنے والے کو جواب دیتے ہیں اور یہ تبھی متحقق ہو سکتا ہے جب آپ سب کے سلاموں کو سماعت فرمائیں۔ اور یقیناً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اہلیوں کے سلام سنتے بھی ہیں اور ان کا جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں تو کتنے خوش قسمت اور عالی نصیب لوگ ہیں جنہوں نے اپنا وظیفہ و طیرہ ہی الصلاة والسلام علیک یا رسول اللہ! بنایا ہوا ہے۔

یہ تو طے شدہ بات ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ آدمی سلام کرے جواب بھی انہیں الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے بہتر الفاظ کے ساتھ۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو السلام علیکم کہتا ہے تو دوسرا بھی اس کے جواب میں علیکم السلام ہی کہے گا۔ اور اگر کوئی شخص اس طرح کہے کہ السلام علی فلان دوسرا بھی السلام علی فلان ہی کہے گا۔ جب سنی عاشق لوگ حاضر کے صیغہ کے ساتھ السلام علیک یا رسول اللہ! عرض کرتے ہیں تو یقیناً پیارے آقا مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیک السلام یا فلان نام لے کر جواب دیتے ہیں تو وہ لوگ کتنے خوش بخت ہوئے جن کو اس طرح جواب سلام عطا ہو۔

اور کتنے بد بخت وہ لوگ ہیں جو خود تو اس عظیم نعمت سے محروم ہیں ہی دوسروں کو بھی دن رات روکنے اور ٹوکنے کی مذموم کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں ایسے بد عقیدہ لوگوں کے شر سے بچائے۔

اعتراضات:

بعض لوگوں نے اس صحیح حدیث پر بھی اعتراض کر کے اپنی قبر کی طرح صفحات سیاہ کئے

تھے۔ ان لوگوں کے اعتراضات ملاحظہ کریں۔ اور پھر ان کے جوابات۔

مولوی شیر محمد مماتی نے لکھا ہے:

حضرت علامہ سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی مدظلہ العالی نے ندائے حق جزء ثانی از جلد اول ۱۳۲ تا ۱۳۳ پر اسی حدیث کے دو راویوں ابو صخر حمید بن زیاد اور یزید بن عبد اللہ بن قسیط پر مفصل جرح کر دی ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ۶۲)

تو قارئین کرام! آئیے ہم دیکھتے ہیں کہ واقعی اس حدیث شریف کے یہ دونوں راوی مجروح ہیں اور ان کی وجہ سے یہ حدیث واقعی ضعیف ہے؟
ابو صخر حمید بن زیاد

اس کے بارے میں حضرت امام جمال الدین مزی نقل فرماتے ہیں:
قال عبد الله بن احمد بن حنبل: سئل ابي عن ابي صخر فقال ليس به بأس و قال عثمان بن سعيد الدارمي سألت يحيى بن معين عن حميد الخراط: فقال ثقة ليس به بأس.

(تہذیب الکمال ۵: ۲۲۳)

امام احمد نے فرمایا کہ ليس به بأس ہے۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ یہ ثقہ اور ليس به بأس ہے۔

امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی جرجانی فرماتے ہیں: روی عنه حياة احاديث و هو عندی صالح الحديث و انما نكرت عليه هذين الحديثين (المؤمن الموالف) و في القدريه اللذين ذكرتهما و سائر حديثه أرجو ان يكون مستقيما.

(الکامل لابن عدی، ۲: ۶۸۵)

اس سے حیوة نے احادیث روایت کی ہیں۔ وہ میرے نزدیک صالح الحدیث ہے اور اس کی صرف احادیث (المؤمن الموالف اور قدریہ کے بارے میں) کا انکار کیا گیا ہے جن دونوں کا ذکر میں نے کر دیا ہے اور بقیہ تمام احادیث میں میرے خیال میں یہ مستقیم الحدیث ہے۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

هو حميد بن زياد مدني ولكن كذا يقال ، وهو ثقة.

(سوالات البرقانی للدارقطنی ص ۲۳)

کہ حمید بن زیاد ثقہ ہے۔

حضرت امام حافظ احمد بن عبد اللہ بن صالح ابی الحسن عجلی فرماتے ہیں: حمید بن ابو

صخر ثقہ. (تاریخ الثقات للعجلی، ۱۳۴) کہ یہ ثقہ ہے۔

امام ابن شاہین فرماتے ہیں:

حميد بن زياد ابو صخر ليس به بأس قال احمد و قال يحيى بن معين.

(تاریخ اسماء الثقات ممن نقل عنهم العلم لابن شاہین ۱۰۵)

کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح امام احمد اور امام یحییٰ بن معین نے فرمایا۔

امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں بیان فرمایا۔

(کتاب الثقات لابن حبان ۶: ۱۸۸)

امام عثمان بن سعید الدارمی امام یحییٰ بن معین سے نقل فرماتے ہیں: و سألته عن

حميد بن زياد الخراط؟ فقال: ليس به بأس. (تاریخ عثمان بن سعید الدارمی ۹۵)

کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ اور مثبت ہے۔ اس پر امام احمد یحییٰ بن معین اور امام نسائی سے

جرح نقل کی گئی ہے۔

لیکن ساتھ ساتھ امام احمد و یحییٰ بن معین سے توثیق کے کلمات بھی مروی ہیں۔ لہذا یہ

جرح مرجوح ہوگی یا پھر ان کی جرح و تعدیل میں توقف کیا جائے گا اب باقی صرف امام نسائی کی

جرح رہ جاتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں: حمید بن صخر ليس بقوى.

(کتاب الضعفاء والمتر وکین للنسائی ص ۲۸۸)

لیکن چونکہ یہ جرح مبہم ہے اس لئے قابل قبول نہیں ہے۔ اس کے معدلین بہت سارے محدثین ہیں جن میں سے کچھ کے حوالے گزر چکے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ یہ راوی ثقہ اور ثبت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

یزید بن عبد اللہ بن قسیط

اس راوی پر دو طرح کے اعتراضات ہیں: ایک یہ کہ یہ راوی ضعیف ہے۔ (آئینہ، تسکین الصدور ۴۵۸، از شیر محمد مماتی، توحید خالص از مسعود عثمانی ۱۹:۲)

ہم کہتے ہیں کہ یہ راوی بھی ثقہ ہے اور اس پر جو جرح نقل کی گئی وہ مرجوح ہے۔ کیونکہ ایک تو معدلین کے جم غفر کے خلاف صرف ابن ابی حاتم کی جرح ہے اور وہ بھی بہت ہی ہلکے درجے کی ہے اور ہے بھی جرح مبہم۔ ملاحظہ فرمائیں اس راوی کے بارے میں محدثین کی آراء:

حضرت امام ابن شاہین فرماتے ہیں: یزید بن عبد اللہ قسیط ثقہ۔

(تاریخ اسماء الثقات ممن نقل عنہم العلم ص ۳۲۸)

کہ یہ ثقہ ہے۔

امام عثمان بن سعید الداری امام یحییٰ بن معین سے نقل فرماتے ہیں: سالتہ عن یزید

بن عبد اللہ بن قسیط ما حالہ، فقال صالح۔ (تاریخ عثمان بن سعید الداری ص ۲۳۰)

میں نے امام یحییٰ سے یزید کے بارے میں پوچھا کہ اس کا کیا حال ہے؟ تو فرمایا صالح

ہے۔

امام جمال الدین مزی نقل فرماتے ہیں:

قال اسحق بن منصور عن یحییٰ بن معین: صالح، لیس بہ بأس و قال

النسائی ثقة و ذکرہ ابن حبان فی کتاب الثقات و قال ابو احمد بن عدی

مشہور عندهم بالروایات۔ و قد روی عنہ مالک غیر حدیث و هو صالح

الروایات و قال ابراہیم بن سعد عن محمد بن اسحق حدثنی یزید بن عبد اللہ

بن قسیط و کان فقیہا ثقة و کان ممن یستعان بہ علی ما لا مانتہ و فقہہ

زاد ابن سعد بالمدينة وکان ثقہ، کثیر الحدیث۔ (تہذیب الکمال للزمی ۲۰: ۳۳۹)
امام یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ یہ صالح ہے اور اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں ہے۔ امام
نسائی نے اس کو ثقہ فرمایا۔ امام ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ امام ابن عدی نے فرمایا
کہ یہ روایات میں محدثین کے نزدیک مشہور ہے اور امام مالک نے اس سے کئی احادیث لی ہیں
اور وہ صالح الروایات ہیں۔ امام ابراہیم بن سعد نے فرمایا مجھے خبر دی یزید بن قسیط نے جو کہ فقیہ
اور ثقہ تھا کہ اس کے ساتھ اعمال خیر اور فقہ میں مدد حاصل کی جاتی ہے۔ امام ابن سعد نے اتنا
زیادہ کیا کہ وہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہے۔

امام زمزی نے اس راوی کے بارے میں کوئی ایک بھی حرج کا کلمہ نہیں فرمایا۔
امام ذہبی نے فرمایا: و ثقہ۔
(الکاشف ۳: ۲۴)
کہ اس کی توثیق کی گئی ہے۔

تو ثابت ہوا کہ یہ راوی زبردست ثقہ ہے اور مما تیوں نے اپنے ضعیف ایمان کی وجہ
سے اس کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔
اب آئیے دیکھیں کہ جارجین نے اس کے بارے میں کیا کہا ہے اور اس کی حقیقت کیا
ہے؟

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نے لکھا ہے:

”ابن حبان کہتے ہیں: ربما اخطا (کبھی کبھی خطا کرتا ہے) امام مالک کہتے ہیں
لیس ہناک یعنی قوی نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب ۳۴۲، ۳۴۳ جلد ۱۱)

ابن حبان ایک جگہ لکھتے ہیں: کان ردی الحفظ۔ روی (خراب) حافظہ کا مالک
تھا۔

امام رازی لکھتے ہیں میرے باپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:
لیس بقوی۔ (توحید خالص ۱۹: ۲)

مضبوط نہیں ہے۔

افسوس کہ یہ جاہل شخص ایک نئے فرقے کا بانی ہے اصول جرح و تعدیل سے بالکل ہی ناواقف و جاہل تھا۔ اور ثقہ راوی کو جرح مبہم کے ساتھ مجروح و ناقابل اعتماد ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کر رہا ہے۔

اس میں جہاں تک امام مالک کی جرح کا تعلق ہے تو یہ جرح نہیں بلکہ تعدیل ہے جیسا کہ

علامہ ابن عبد البر نے فرمایا: ویزید قد احتج به مالک فی مواضع من الموطا وهو ثقہ من الثقات (تہذیب التہذیب ۱۱: ۳۴۳)

یزید سے امام مالک نے موطا میں کئی مقامات پر احتجاج کیا اور وہ ثقات راویوں میں سے ایک ثقہ راوی ہے۔

اور جہاں تک امام ابن حبان کی جرح کا تعلق ہے ابن حبان نے اس راوی کو اپنی کتاب ”الثقات“ ۵: ۵۴۳ میں ذکر کیا ہے۔ اور کہا کہ رہما خطاً کہ کبھی کبھی غلطی کر جاتا ہے جبکہ دوسری طرف جو کہ ابن الہادی نے نقل کیا ہے کہ یہ راوی ردی الحفظ ہے اور ابن الہادی نے یہی نقل کیا ہے کہ ابن حبان نے اس کو اہل مدینہ کے اجل تابعین میں ذکر کیا ہے۔ لہذا ابن حبان کے کلام میں تضاد ہے لہذا یہ ساقط الاعتبار ہے نہ اس کی جرح کی حیثیت ہے اور نہ ہی توثیق کی کوئی حیثیت رہ جاتی ہے۔ باقی رہ گئی ابن ابی حاتم رازی کی جرح کہ یہ راوی یس بقوی ہے تو یہ جرح غیر مفسر مبہم ہے لہذا اصول کے تحت یہ جرح مردود ہے۔

اور ویسے بھی یہ ایسی جرح ہے ہی نہیں کہ اس کی حدیث کو ضعیف قرار دے دیا جائے۔ جیسا کہ خود

ابن ابی حاتم نے بیان فرمایا کہ:

و اذا قالوا یس بقوی بمنزلة الاولى فی کتابہ حدیثہ الا انه دونہ.

(الجرح والتعدیل ۲: ۳۷۷ باب بیان درجات رواة الآثار)

اور جب کہتے ہیں کہ یس بقوی ہے تو یہ بمنزلہ پہلی جرح کے ہے لیکن اس سے کمزور

درجہ ہے۔

یعنی ایسے راوی کی حدیث لکھی جائے گی جیسا کہ امام سیوطی نے نقل فرمایا:
وقولہم لیس بقوی یکتب حدیثہ وھو دون لین۔

(تدریب الراوی ۱: ۳۲۶)

یعنی علماء کا قول لیس بقوی اس کی حدیث لکھی جائے گی اور یہ کمزور سے دوسرا درجہ ہے۔

امام نووی نے اس عبارت کو کتاب ارشاد طلاب الحقائق الی معرفۃ سنن خیر الخلاق ۱: ۳۳۰ میں بیان فرمایا ہے، تو ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہے اور اس کی روایت بھی صحیح ہے۔
دوسرا اعتراض:

ابن تیمیہ نے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ یزید نے ابو ہریرہ کو نہیں پایا اور یزید بن عبد اللہ خود ضعیف ہے اور ابو ہریرہ سے اس کی روایت کے سماع میں نظر ہے۔ (آئینہ تسکین الصدر)
جواب:

یہ ابن تیمیہ کا یا تو تعصب ہے یا پھر جہالت، کیونکہ اس کی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرنے والے حضرات کے سامنے ابن تیمیہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی روایت کرنے والے حضرات امام بخاری، امام ابوداؤد وغیرہ ہیں۔ امام بخاری نے ”الادب المفرد“ میں اس کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت لی ہے۔

امام ابن حبان فرماتے ہیں: یروی عن ابن عمرو ابی ہریرۃ:

(کتاب الثقات ۵: ۵۲۳)

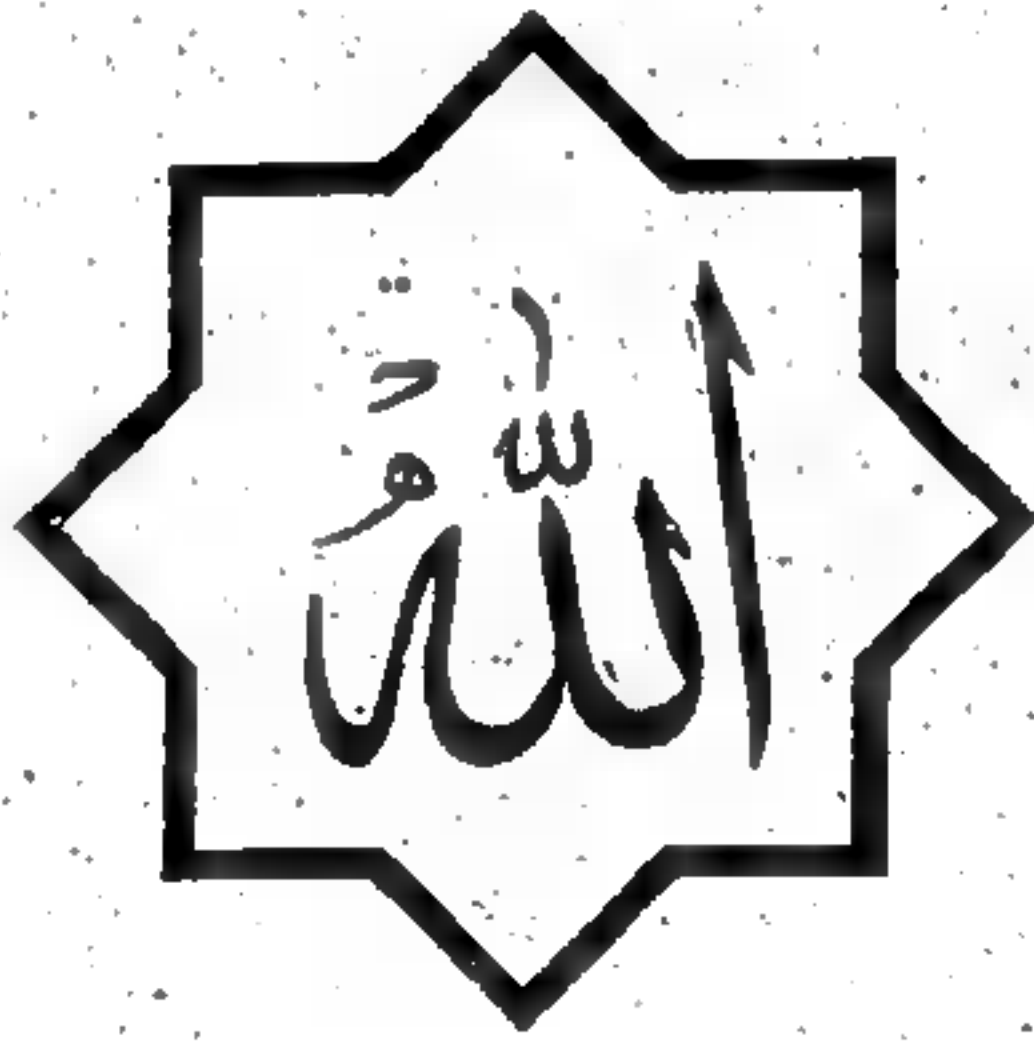
امام ابن حاتم لکھتے ہیں: یروی عن ابن عمرو ابی ہریرۃ و ابی رافع:

(الجرح والتعذیل ۹: ۲۷۳)

جبکہ حضرت علامہ امام جمال الدین حزی امام ابن عسقلانی امام ذہبی تمام نے بیان

فرمایا کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتا ہے۔

اور ویسے بھی امام ابن سعد فرماتے ہیں کہ یہ ۱۲۲ھ میں فوت ہوا اور ابو حسان الزیادی نے کہا کہ اس نے ۹۰ سال عمر پائی کذا فی تہذیب الکمال ۲۰: ۳۳۹ تو اس لحاظ سے اس کی ولادت ۳۲ھ قرار پاتی ہے جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۵۸ھ ہے تو درمیان میں ۲۶ سال کا طویل عرصہ اور محدثین کے اصول کے مطابق امکان لقاء کا کوئی شک و شبہ نہیں رہتا۔



حدیث نمبر ۱۶:

وفی هذا المعنى الحديث الذى اخبرنا ابو القاسم على بن الحسين بن على الطهمانى ابو الحسن بن محمد الكارزى ثنا على بن عبد العزيز ثنا ابو نعيم ثنا سفيان عن عبد الله بن السائب عن زاذان عن عبد الله مسعود قال ، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ان لله عز وجل ملائكة سياحين فى الارض يبلغونى عن امتى السلام .

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو کہ زمین میں سیر کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

تخریج حدیث:

- ۱۔ السنن (المجتبی) للنسائی ۱۸۹:۱ باب التسليم على النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- ۲۔ مسند للإمام احمد: ۲۸۷:۱ عن ابن مسعود
- ۳۔ السنن الکبریٰ للنسائی ۳۸۰:۱
- ۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۷:۲
- ۵۔ مصنف عبد الرزاق: ۲۱۵:۲
- ۶۔ صحیح لابن حبان ۳۸۰:۳ ذکر البیان بأن سلام المسلم على المصطفى صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- ۷۔ موارد النظمان لمیشی ۵۹۵ و حدیث نمبر (۲۳۰۳)
- ۸۔ مسند لابی یعلی الموصلی ۱۰۳:۵ بتعلق اثری

- ۹۔ مستدرک للإمام حاکم ۴: ۲۲۱ وقال صحیح الاسناد، کتاب التفسیر۔
- ۱۰۔ کتاب الصلوٰۃ علی النبی ابن ابی عاصم ص ۲۹ رقم ۲۸ ۴: ۲۲۱
- ۱۱۔ فضل الصلوٰۃ علی النبی للقاضی اسماعیل ص ۱۱ حدیث نمبر ۲۱
- ۱۲۔ اخبار اصہبان لابن نعیم ۲: ۲۰۵
- ۱۳۔ حلیۃ الاولیاء ۴: ۲۰۱، ۸: ۱۳۰
- ۱۴۔ تہذیب تاریخ دمشق امام ابن عساکر ۴: ۱۶۵، ۲: ۲۵۶، ۲: ۲۳۶
- ۱۵۔ مسند امام عبداللہ بن مبارک ۲۰
- ۱۶۔ المعجم الکبیر للطبرانی ۱۰: ۲۷۰
- ۱۷۔ السنن للإمام الدارمی ۲: ۲۲۵
- ۱۸۔ طبقات الشافعیہ الکبریٰ امام تاج الدین السبکی ۱: ۱۶۱ طبع جدید
- ۱۹۔ شرح السنۃ للإمام بغوی ۴: ۱۹۷
- ۲۰۔ تفسیر القرآن ۳: ۵۳۳
- ۲۱۔ تاریخ بغداد خطیب بغدادی ۹: ۱۰۴
- ۲۲۔ کتاب الزہد عبداللہ بن مبارک ۳۶۳ الجزء الثامن باب ذکر اللہ عز وجل
- ۲۳۔ کتاب العظمت ابوالشیخ ۳: ۹۹۱ ذکر خلق جبریل علیہ السلام روح الامین
- ۲۴۔ شعب الایمان للإمام بیہقی ۲: ۲۱۸ باب فی تعظیم النبی ﷺ جلالہ وتوقیر
- ۲۵۔ عمل الیوم واللیلۃ للإمام نسائی ۱۶۷ باب فضل السلام علی النبی ﷺ
- ۲۶۔ رسائل التفسیر للإمام قشیری ۱۲
- ۲۷۔ کشف الاستار عن زوائد البر الوہب لشمس الدین ۱: ۳۹۷ باب ما تحصیل لامتہ فی حیاتہ وبعث ماتہ
- ۲۸۔ الدعوات الکبیر ۱: ۲۰۱ حدیث نمبر ۱۵۹
- ۲۹۔ کتاب الغاقبۃ للعبد الحق الاشبیلی ۱۱۹

- ۳۰۔ الوفا لابن الجوزی ۸۱۰
 ۳۱۔ شفاء السقام تقی الدین السبکی ۱۸۲
 ۳۲۔ الارشاد مخلصی ۱۱۶

یہ حدیث بھی الحمد للہ صحیح ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقی زندگی پر زبردست دلیل ہے۔ مختلف حضرات محدثین کرام نے اس کو صحیح فرمایا ہے جیسا کہ حضرت ملا علی قاری نے فرمایا:

و فيه اشارة الى حياته الدائمة وفرحه ببلوغ سلام امته الكاملة وايماء الى قبول السلام.

(مرقات شرح مشکوٰۃ ۲: ۳۲۱ باب الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وفصلها الفصل الثاني)
 اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دائمی حیات اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سلام کے پہنچنے سے خوشی اور آپ کا اس سلام کو قبول کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت علامہ عزیزی فرماتے ہیں: حدیث صحیح.

(السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ۲: ۱۱۱) یہ حدیث صحیح ہے۔

حضرت امام عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں:

قال الحاكم صحيح واقره الذهبي. قال الحافظ العراقي الحديث

متفق عليه دون قوله سياحين.

(فيض القدير شرح الجامع الصغیر ۲: ۴۷۹)

امام حاکم نے فرمایا کہ صحیح ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی امام حافظ عراقی نے

فرمایا کہ اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے سوائے کلمہ سياحين کے۔

حضرت امام الحافظ نور الدین علی بن ابی بکر بیہقی فرماتے ہیں: رواه البزار و رجاله

(مجمع الزوائد و منبع القوائد ۹: ۲۳)

رجال الصحيح.

امام بزار نے اس کو صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے۔

حضرت نور الدین علی بن احمد سمہودی (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

وروی البزار برجال الصحيح

(وقاء الوفا ۴: ۱۳۵۲)

اس کو امام بزار نے صحیح وثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔

حضرت امام تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

رواہ النسائی و اسماعیل القاضی و غیرہما من طرق مختلفة باسناد

صحيحة لا ريب فيها. (شفاء السقام ۴۵، باب فی علم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمن یرسلہ علیہ)

امام نسائی اور امام قاضی وغیرہ نے اس کو مختلف اسناد صحیحہ کے ساتھ روایت کیا اور ان کی

صحت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے:

وہذا اسناد صحيح. (جلاء الافہام ۲۳ طبع نوریہ رضویہ) اور یہ سند صحیح ہے۔

حضرت شیخ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ونسائی باسناد صحيح از عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(جذب القلوب الی دیار الخوب ۱۵۱ مطبوعہ نول کشور ۱۸۶۹ء)

اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

کیا ہے۔

حضرت امام احمد شہاب الدین خفاجی مصری فرماتے ہیں:

رواہ احمد والنسائی والبیہقی والدارمی وابن حبان و ابو نعیم

الخلعی بسند صحيح

(نسیم الریاض شرح اشفا ۴۰۰ فصل تخصیص علیہ الصلاۃ والسلام و تبلیغ صلاۃ من صلی علیہ وسلم من الانام)

امام احمد، نسائی، دارمی، ابن حبان، ابو نعیم اور خلعی نے اس کو صحیح سند کے ساتھ روایت

کیا ہے۔

حضرت امام مجد الدین فیروز آبادی (م ۸۱۷) فرماتے ہیں:

رواہ النسائی فی الیوم واللیلۃ وابو حاتم البستی والامام احمد
واسماعیل القاضی باسانید صحیحہ۔ (الصلوات البشر ۱۰۸)

امام نسائی، امام ابو حاتم البستی، امام احمد اور قاضی اسماعیل نے اس کو باسانید صحیح روایت کیا ہے۔

علامہ عبد الہادی شاگرد ابن تیمیہ نے لکھا:

وشعبہ عن عبد اللہ بن السائب عن زاذان عن ابن مسعود و هو
الصحیح۔ (الصارم المنکی ۲۶۶)

امام شعبہ نے عبد اللہ بن سائب سے، انہوں نے زاذان سے اور انہوں نے حضرت
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ اور یہ روایت صحیح ہے۔

حضرت علامہ محمد الخانجی البوسنی شارح کتاب ہذا فرماتے ہیں:

حدیث ابن مسعود اخرجہ النسائی و احمد والحاکم و صحیحہ
والدارمی والبیہقی فی شعب والبخاری و ابن حبان فی صحیحہ فقال الخفاجی
اسناد صحیح۔ (شرح حیاة الانبیاء ۱۶)

یہ حدیث شریف بھی الحمد للہ سند کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے اور واضح کر رہی ہے کہ آپ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر منورہ میں زندہ ہیں مومنین کے درود و سلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر
پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر آپ معاذ اللہ زندہ نہ ہوتے تو درود و سلام کا فرشتوں کے ذریعہ لے جانا
محض بے کار ثابت ہوگا اور پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری ذات
(یسلغونی) کو فرشتے سلام پہنچاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ آپ کی ذات مقدس روح اور جسم کے
مجموعے کا نام ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ: یسلغو روحی کہ وہ میری روح کو
سلام پہنچاتے ہیں۔ یا اگر جسم پر پیش کرتے ہیں تو آپ ارشاد فرماتے کہ صرف میرے جسم کو سلام
پہنچاتے ہیں مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو اپنی ذات اقدس کا تذکرہ فرمایا ہے جو کہ روح

اور جسم کا مرکب ہے۔

اعتراضات اور ان کا رد

اس روایت پر بھی شان رسالت کے بعض منکرین نے چند بے سروپا اعتراضات کئے ہیں۔ ہماری نظر میں پہلا اعتراض کہ اس کے راویوں میں ایک راوی سفیان ثوری ہیں جو کہ مدلس ہیں اور وہ یہ روایت ”عن“ کے ساتھ کر رہے ہیں لہذا یہ روایت ضعیف اور مردود ہے۔

(آئینہ تسکین الصدور ۹۲، از شیر محمد متائی دیوبندی)

اس میں کوئی شک نہیں کہ مدلس راوی کا معنی مردود ہوتا ہے لیکن معترض نے کما حقہ تتبع نہیں کیا اور یہ فعل اہل علم کے نزدیک جہالت ہے۔ کیونکہ اس روایت میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے تحدیث کی صراحت کی ہے جیسا کہ حضرت امام اسماعیل بن اسحاق القاضی نے صراحت فرمائی ہے۔

حدثنا مسدد قال يحيى عن سفيان حدثني عبد الله بن السائب.

(فضل الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ۱۱)

اور حضرت تقی الدین سبکی نے اسی طرف اشارہ کیا:

و صرح الثوري بالسماع فقال حدثني عبد الله بن السائب هكذا في

كتاب القاضي اسماعيل، و عبد الله بن السائب « زاذان روى لهما مسلم و

لقهما ابن معين فالاسناد صحيح. (شفاء النقام ۳۵)

امام سفیان ثوری نے سماع کی صراحت فرمائی ہے اور حدثنی عبد اللہ بن

السائب کہنا ہے جیسا کہ کتاب فضل الصلاة على النبي میں ہے اور عبد اللہ بن السائب اور زاذان

سے امام مسلم نے روایت لی ہے اور امام ابن معین نے ان دونوں کو ثقہ کہا ہے پس یہ سند صحیح ہے۔

تو اس عبارت سے ثابت ہوا کہ یہ اعتراض بالکل غلط اور عدم تتبع کا نتیجہ ہے بلکہ سراسر

جہالت و حماقت ہے۔

دوسرا بڑا اعتراض جو اس حدیث شریف پر کیا جاتا ہے وہ یہ کہ اس کا ایک راوی زاذان

عیف ہے۔ (ملاحظہ ہو تو حید خالص ص ۱۱۷ از مسعود الدین عثمانی وآئینہ تسکین الصدور ص ۹۷ از محمد دیوبندی مماتی)

یہ ٹھیک ہے کہ بعض محدثین نے اس راوی پر جرح کی ہے لیکن وہ ایسی جرح نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ راوی متروک اور بالکل ضعیف گردانا جائے بلکہ اکثر جرحیں تو مبہم ہیں جو کہ جرح ہیں جبکہ اس کے معدلین جارحین سے زیادہ ثقہ اور معتبر ہیں۔

امام ذہبی لکھتے ہیں: ثقہ۔ (الکاشف ۱: ۲۴۶)

امام عجل فرماتے ہیں: ثقہ۔ (تاریخ ثقات ص ۱۶۳)

ثقہ ہے۔

امام ابن عدی فرماتے ہیں: و احادیثہ لا بأس بها اذا روى عنه ثقة: و انما ماہ من رماہ بکثرة کلامہ۔ (الکامل ۳: ۱۰۹۱)

اس کی احادیث میں کوئی جرح نہیں (صحیح ہیں) جب اس سے راوی ثقہ ہو اور اس میں رف اس کے کثرت کلام کی وجہ سے کلام کیا ہے۔

اور امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ثقة لا تسئل عن مثل هؤلاء۔

(تہذیب الکمال ۲۵۲)

یہ ایسا ثقہ ہے کہ اس جیسوں کے بارے میں سوال ہی نہ کرو۔

امام ابن سعد نے کہا کہ: کان ثقة کثیر الحدیث ثقہ اور کثیر الحدیث ہے۔

(تہذیب التہذیب ۳: ۳۰۳)

امام خطیب بغدادی نے فرمایا کہ ثقہ ہے۔ (تاریخ بغداد ۸: ۴۸۷)

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے!

وز اذان من الثقات، روى عن اکابر الصحابة کعمر وغیرہ و روى له

سلم فی صحیحہ قال یحییٰ بن معین: ثقہ۔ وقال حمید بن ہلال وقد سئل

نه: هو ثقة لا تسأل عن مثل هؤلاء۔ (کتاب الروح ص ۸۰ المسألة السادسة)

زاذان ثقہ راویوں میں سے ہے۔ یہ بڑے بڑے صحابہ کرام جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت لی ہے۔ امام ترمذی بن معین نے فرمایا ثقہ ہے۔ حمید بن بلال نے کہا ایسا ثقہ ہے کہ ان جیسوں کے بارے میں سوال نہ کر۔

لہذا ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہے۔

اگر کہا جائے کہ اس کو امام حاکم نے: لیس بسالمتین کہا ہے اور جرح مفسر ہے تو ہم عرض کریں گے کہ اگر یہ جرح مفسر ہے تو غیر مقلدین کیا فرمائیں گے اس مسئلہ میں کہ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں وہابیہ کی مؤید حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ مسلم شریف میں: من صلی صلاة فلم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج خداج غیر تمام: میں راوی غلاء بن عبدالرحمن پر بھی یہی جرح ہے تو کیا وہ اس حدیث کو چھوڑنے پر راضی ہوں گے؟ اور اسی طرح فاتحہ خلف الامام کے سلسلہ میں مرکزی راوی مکحول شامی پر بھی یہ جرح ہے تو کیا وہ بھی مردود ہوگا؟

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نے یہ جرح نقل کی ہے۔

”سلمہ بن کہیل نے کہا ابوالختری کو میں اس سے اچھا سمجھتا ہوں۔“

(توحید خالص دوسری قسط ص ۱۵)

عثمانی نے اس سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ زاذان ضعیف راوی ہے۔ حالانکہ

یہ جرح تو ہے ہی نہیں کیونکہ ابوالختری سعید بن فیروز الطائی ثقہ اور مثبت راوی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: ”(تہذیب الکمال ۷: ۲۷۹)

حدیث نمبر ۱:

و اخبرنا ابو الحسن بن بشران و ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله
الحرقي قال انبا حمزة بن محمد بن العباس ثنا احمد بن الوليد ثنا ابو احمد
الزبيري ثنا اسرائيل عنابي يحيى عن مجاهد عن ابن عباس قال ليس احد من
امة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي عليه صلاة الا وهي تبلغه ، يقول
له الملك فلان يصلي عليك كذا وكذا صلاة.

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا
الصلاة والسلام کا جو فرد بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہے وہ آپ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ ایک فرشتہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتا ہے کہ فلاں
آدمی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس طرح درود شریف پڑھتا ہے۔
تخریج حدیث:

مسند اسحاق بن راہویہ لا امام اسحاق بن راہویہ بحوالہ القول البدیع للنخاوی، ۱۵۳

الباب الرابع

طبقات الشافعية الكبرى امام عبد الوهاب السبكي، ۱: ۱۶۹

یہ روایت بظاہر موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے کیونکہ ایسے الفاظ محض اجتہاد سے نہیں
کہے جاسکتے اور یہ اصول ہے کہ جب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے الفاظ فرمائے جو اجتہادی نہ
ہوں تو وہ روایت مرفوع شمار ہوگی۔

تو اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرشتہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ انور
کے پاس کھڑا ہوتا ہے جب بھی کوئی آدمی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہے تو

وہ فرشتہ اس آدمی کا درود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

اس حدیث شریف کا ایک معروف شاہد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث ہے۔

یا عمار ان اللہ تعالیٰ اعطی ملکا من الملائكة اسماع الخلاق کلها فهو قائم عند قبری الی ان تقوم الساعة فلیس احد یصلی علی صلاة و فی رواية البزار. فلا یصلی علی احد الی یوم القيامة الا ابغنی باسمه واسم ابیه. هذا فلان بن فلان قد صلی علیک.

اے عمار اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے تمام مخلوق کی بات سن لینے کی طاقت عطا فرمائی ہے قیامت تک وہ میری قبر منورہ پر کھڑا ہے جو کوئی بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے یہ فرشتہ مجھ کو وہ درود پہنچا دیتا ہے۔ اور بزار کی روایت میں ہے کہ جو کوئی مجھ پر قیامت تک کے لئے درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ اس آدمی کا نام اور اس کے باپ کے نام کے ساتھ (یہ عرض کرتے ہوئے) کہ فلاں بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے مجھے پہنچا دیتا ہے۔

تخریج حدیث:

۱۔ مسند البزار امام بزار: ۴: ۴۷ (کشف الاستار) باب الصلاة علی النبی ﷺ

۲۔ التاریخ الکبیر امام بخاری، ۶: ۴۱۶

۳۔ الکامل امام ابن عدی، ۵: ۱۷۷

۴۔ القندی ذکر علماء سمرقند، امام غمر بن محمد النسفی، ۵۵۰

۵۔ الضعفاء الکبیر للامام عقیلی، ۳: ۲۳۹

۶۔ کتاب العظمت امام ابوالشیخ الاصبہانی، ۲: ۷۳، باب ذکر الملائكة المؤمنین فی

السموات والارضین ص ۲۵ دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۳ھ

۷۔ کتاب المعجم لابی سعید احمد ابن الاعرابی ۱: ۲۶۰

۸۔ الترغیب والترہیب امام ابوالقاسم الاصبہانی قوام السنۃ ۲: ۳۱۹ (الترغیب فی الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

۹۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ لتاج الدین السبکی ۱: ۱۶۹

۱۰۔ المعجم الکبیر امام طبرانی (بحوالہ القول البدیع ص ۱۱۲)

۱۱۔ تاریخ دمشق امام ابن عساکر

۱۲۔ مسند امام حارث (بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث ۲: ۹۶۳ برقم

۱۳۔ کتاب الصلوۃ ابن ابی عاصم ص ۴۳ برقم (۵۱)

۱۴۔ امالی لابن الجراح القول البدیع ص ۱۱۲ الامام سخاوی

۱۵۔ احکام ابو علی الحسن بن نصر الطوی

۱۶۔ الجرح والتعدیل ابن ابی حاتم ۶: ۲۹۶ باب الحاء

اور بعض روایات میں الفاظ زیادہ ہیں۔

یا احمد فلان بن فلان یصلی علیک یشمہ باسمہ واسم ابیہ فیصلی

اللہ علیہ مکانہا عشراً۔

فرشتہ عرض کرتا یا نبی اللہ صلی اللہ علیک وسلم فلاں بیٹا فلاں کا اس کا نام اور اس کے باپ کا نام لے کر کہتا ہے کہ اس نے آپ پر درود پڑھا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس شخص پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ (کتاب المعجم لابن الاعرابی ۱: ۲۰۶)

۱۷۔ اور بعض روایات میں عشر کی جگہ یہ الفاظ ہیں:

ان اللہ یصلی علی ذلک العبد عشرین یکل صلاۃ۔ (عقلی ۳: ۲۴۹)

کہ اس بندہ پر اللہ تعالیٰ ہر درود شریف کے بدلے بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

تو اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایک فرشتہ کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کی آوازیں سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ جب ایک فرشتہ مدینہ شریف میں روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کھڑا ہو کر ساری کائنات کی آوازیں سن سکتا ہے اور یہ شرک نہیں تو پھر پیارے آقا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سماعت کے بارے میں شک کرنا اور اس کو شرک کہنا کہاں کی مسلمان ہے۔

حضرت علامہ عبدالرؤف مناوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای قوۃ یقتدر بہا علی سماع ما ینطق بہ کل مخلوق من انس و جن غیرہما۔ (فیض القدر شرح الجامع الصغیر ۲: ۲۸۳)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو ایسی قوت عطا فرمائی ہے کہ انسان اور جن اور اس کے سوا تمام مخلوق الہی کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے اس کو سنتا ہے۔

حضرت علامہ العزیزی تحریر فرماتے ہیں: فی ای موضع کان یعنی چاہے وہ آواز کہیں کی بھی ہو۔ (دور و نزدیک کسی جگہ کی قید نہیں ہے)

امام العزیزی ہی فرماتے ہیں: قال الشیخ حدیث حسن۔ کہ یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت علامہ زرقانی مالکی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای قوۃ یقتدر بہا علی سماع ما ینطق بہ کل مخلوق من انس و جن وغیرہما۔ (زرقانی شرح المواہب ۵: ۳۳۶)

یعنی اس کو اتنی قوت دی گئی ہے کہ وہ کائنات کی جملہ مخلوق کے جو منہ سے نکلتا ہے جن انس وغیرہما سے وہ اسے سننے کی قدرت رکھتا ہے۔

علامہ ابن قیم نے تحریر کیا ہے:

وقد صح عنه ان اللہ و کل بقبرہ ملائکہ یبلغون عن امتہ السلام۔

(کتاب الروح ۳۷ المسألة السادسة إعادة الروح لميتہ فی القبر)

اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر پر فرشتے موکل فرمائے ہیں جو کہ آپ کی امت کا سلام آپ کو پہنچاتے ہیں۔

تو حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دور و نزدیک سے سننا اور ہر مخلوق کی آواز سننا یہ اللہ

تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس کی عطا اور مہربانی کے ساتھ اسکی مخلوق میں سے جسے وہ چاہے یہ طاقت عنایت فرمادے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

تو یہاں سے ان لوگوں کی جہالت بھی آشکار ہوتی ہے کہ جو فوراً ایسے معاملات پر شرک کا فتویٰ جڑ کر خود گمراہی کی دلدل میں پھنس جاتے ہیں۔

یہ قوت سماعت ایک ایسے فرشتے کی ہے جو کہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادنیٰ ملاں اور امتی ہے جب یہ امتی کا حال ہے آقا کا کیا حال ہوگا؟

چاہیں تو اشاروں سے اپنے کا یا ہی پلٹ دیں دنیا کی

یہ تو شان ہے خدمت گاہوں کی سردار کا عالم کیا ہوگا

اس مبارک فرشتے جو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوہٹے انوار پر موکل ہے کے نام کے بارے میں بعض کتابوں میں ہے۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

الملك المؤکل بقبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الذی اعطی سماع الخلائق و قیل اسماءہم مطروس۔

(الکنز المدفون المشحون للسیوطی ۳۶۶)

وہ فرشتہ جو کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر پر موکل ہے جس کو تمام مخلوق کی آواز سننے کی طاقت عنایت فرمائی گئی ہے کہا گیا ہے کہ فرشتوں کے نام ہیں اور اس موکل فرشتہ کا نام مطروس (علیہ السلام) ہے۔

جبکہ اس کے برعکس حضرت علامہ مجد الدین فیروز آبادی اور حضرت علامہ شمس الدین سخاوی نے ابن بشکوال کے حوالہ سے اس مبارک فرشتہ کا نام ”منظر وس“ نقل فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: الصلوات والبشر ۱۰۳ اور القول البدیع ۱۱۶۔

ممکن ہے کہ علامہ سیوطی کی کتاب میں کتابت کی غلطی کی وجہ سے میم کے بعد نون چھوٹ گیا ہو یا اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اعتراض:

اس حدیث شریف پر ایک تو اعتراض یہ کیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت علامہ امام ذہبی نے کیا ہے۔ تفرد بہ اسماعیل بن ابراہیم اسنادا ومتنا۔ (میزان الاعتدال ۱: ۲۱۳)
 کہ اس روایت میں نعیم بن صمضم سے اسماعیل بن ابراہیم روایت کرنے میں متفرد ہے۔ (اور وہ بھی ضعیف)

جواب:

حیرت ہے کہ امام ذہبی جیسا تبحر عالم دین فرما رہا ہے کہ اس حدیث میں اسماعیل بن ابراہیم متفرد ہے، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کے متابع امام بزار کی سند میں ابواحمد اور امام سفیان بن عیینہ ہیں۔

اور ابن الاعرابی کی سند میں اس کا متابع ابو خالد القرشی یعنی عبدالعزیز بن ابان ہے اور امام عقیلی کی سند میں اس کا متابع علی بن القاسم کنزی ہے۔

اور امام ابوالشیخ ابن حبان کی سند میں اس کا متابع قبیصہ بن عقبہ ہے۔

جب اس کے اتنے متابع موجود ہیں تو پھر یہ اعتراض بالکل بے کار ہے کہ اس میں اسماعیل بن ابراہیم متفرد ہے۔

دوسرا اعتراض:

اس روایت کی سند میں نعیم بن صمضم ہے جس کے بارے میں امام ذہبی نے لکھا ہے: ضعفہ بعضهم۔ (میزان الاعتدال ۲: ۲۷۰)

اس کو بعض نے ضعیف کہا ہے۔

جواب: سوال یہ ہے کہ وہ بعض کون ہیں کہ جنہوں نے اس کو ضعیف کہا ہے جب تک خارج کا پتہ نہ ہو جرح بیکار ہے۔

حضرت امام علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: وما عرفت الى الآن من ضعفه.

(لسان المیزان ۶: ۱۶۹)

میں ابھی تک نہیں جان سکا کہ اس کو ضعیف کہنے والا کون ہے۔
تیسرا اعتراض:

اس روایت میں عمران بن حمیری ہے جس کے بارے میں امام منذری فرماتے ہیں: لا
عرف. (الترغیب والترہیب، ۲: ۵۰۰)

یعنی یہ مجہول ہے کون ہے پتہ نہیں ہے۔

جواب:

یہ راوی مجہول نہیں بلکہ ثقہ ہے جیسا کہ امام سخاوی فرماتے ہیں: بل هو معروف.
(القول البدیع، ۱۱۲)

یعنی یہ مجہول نہیں بلکہ معروف ہے۔

امام ابن حبان نے اس کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ملاحظہ فرمائیں: کتاب الثقات

۲۲۳:۵

مولوی عبدالرحمن مبارک پوری نے لکھا ہے: فان المنحذین قد اعتدوا بثقات

ابن حبان و صرحوا بانہ یرتفع الجہالة عن قیل انہ مجہول بتوثیقہ.

(ابکار الہسن فی تہقید آثار السنن ص ۱۳۹ باب فی القراءۃ خلف الامام)

بیشک محدثین نے ابن حبان کی ثقات پر اعتماد کیا ہے اور انہوں نے صراحت کی ہے کہ

ابن حبان کا کتاب الثقات میں ذکر کرنا راوی کو جہالت سے نکال دیتا ہے (یعنی اس راوی سے

جہالت اٹھ جاتی ہے)

اور پھر اس حدیث کے شواہد بھی موجود ہیں لہذا یہ اپنے شواہد کے ساتھ حسن یا صحیح

حدیث ہے:

شواہد نمبر ۱:

قال الدیلمی انباء ناوالدی ابنانا ابو الفضل الکراہیسی انبانا ابو

العباس بن ترکان حدثنا موسیٰ بن سعید حدثنا احمد بن حماد بن سفیان

حدثني محمد بن عبد الله بن صالح المروزي، حدثنا بكر بن خراش عن
قطر بن خليفة عن أبي الطفيل عن أبي بكر الصديق قال قال رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم اكثروا الصلاة على فان الله وكل بي ملكا عند قبري
فاذا صلى على رجل من امتي قال لي ذلك الملك يا محمد ان فلان بن فلان
صلى عليك الساعة.

(الدیلمی مستدرک فردوس بحوالہ کنز العمال ۴۱۲:۱، زرقانی ۳۳۵:۵، الاالی المصنوعہ للسيوطی ۱:۲۸۲، کتاب المناقب)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے فرمایا مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر فرمایا ہے
پس جب میری امت میں سے کوئی شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ یا رسول
اللہ فلاں بن فلاں نے اس گھڑی آپ پر درود پڑھا ہے۔

شاہد نمبر ۲:

عن ابی امامة الباهلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من صلی علی صلاة صلی اللہ علیہ عشا بها ملک
موکل حتی يبلغیها.

(المعجم الکبیر للطبرانی ۸ برقم ۷۱۱، القول البدیع ۱۱۳، جلال الافہام ۴۹)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔
اور ایک فرشتہ مقرر ہے جو کہ مجھے وہ درود شریف پہنچا دیتا ہے۔

تو ثابت ہوا کہ یہ حدیث شریف اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۱۸:

اخبرنا علی بن محمد بن بشران أنبأ ابو جعفر الرازی ثنا عیسی بن عبد الله الطیالسی ثنا العلاء بن عمر والحتفی ثنا ابو عبد الرحمن عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی هريرة عن النبی صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم قال: من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی نائياً ابلغته.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود شریف پڑھا میں اس کو خود سنتا ہوں اور جس نے قبر سے دور پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

ابو عبد الرحمن هذا هو محمد بن مروان السدی فیما اری وفيه نظر وقد مضى ما یوکده.

ابو عبد الرحمن وہ محمد بن مروان سدی ہے میرے نزدیک اس میں نظر ہے۔ (ضعیف ہے) مگر اس حدیث کی تائید گزشتہ احادیث سے ہوتی ہے۔

تخریج حدیث:

الترغیب والترہیب للإمام ابی القاسم الاصبہانی، ۲: ۳۱۷ باب الترغیب فی الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للإمام تاج الدین السبکی، ۱: ۸۷

شعب الایمان للإمام بیہقی، ۲: ۲۱۸ باب فی تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجلالہ و

توقیرہ۔

رسائل القشیریہ للإمام ابی القاسم القشیری، ۱: ۱۷

تاریخ بغداد امام ابو بکر الخطیب بغدادی ۳: ۲۹۲

اس روایت سے بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریب سے پڑھنے والے کا درود شریف تو خود بنفس نفیس سماعت فرماتے ہیں لیکن دور سے خود نہیں سنتے بلکہ فرشتوں کے ذریعے آپ کو پہنچایا جاتا ہے جیسا کہ اس روایت میں موجود ہے۔ اور اگر آپ خود سماعت فرماتے ہوتے تو یہ نہ فرماتے کہ جو دور سے پڑھے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

تو پہلے نمبر پر تو یہ کہ یہ حدیث موضوع ہے لہذا اس کو صحیح روایات کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس میں ایک راوی ہے۔ ابو عبد الرحمن محمد بن مروان السدی جو کہ نہایت ہی ضعیف بلکہ متہم بالکذب ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں:

ترکوه و اتهمه بعضهم قال البخاری: سکتوا عنه و هو مولی الخطابیین لا یکتب حدیثہ البتہ و قال ابن معین لیس بثقة. و قال احمد: ادركه قد كبر فتركه قال نصر بن مزاهم و هو متهم و قال ابن عدی الضعف علی روايته بین۔ (میزان الاعتدال ۴: ۳۳)

محدثین نے اسے ترک کر دیا اور بعض نے اس پر جھوٹ کی تہمت لگائی ہے، بخاری نے کہا ”سکتوا عنه“ اور ”مولی خطابیین“ ہے۔ اس سے ہرگز حدیث نہیں لکھی جائے گی۔ ابن معین نے کہا کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد نے فرمایا میں نے اس کو پایا کہ وہ بوڑھا ہو چکا تھا میں نے اس کو ترک کر دیا۔ نصر بن مزاهم نے اس کو متہم بالکذب کیا امام ابن عدی نے کہا کہ اس کی روایات پر ضعف ظاہر ہے۔

امام عقیلی فرماتے ہیں: عن ابن نصر یقول محمد بن مروان الکلبی کذاب لا اصل بمحفوظ و لا یتابعه الا من هو دونه. (الضعفاء الکبیر ۲: ۱۳۶، ۱۳۷)

ابن نصیر نے کہا کہ یہ کذاب ہے (امام عقیلی نے فرمایا) کہ اس کی اس حدیث کی جو کہ امام اعمش سے ہے کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ محفوظ نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی متابع ہے مگر وہ اس

سے بھی گیا گزرا ہے۔

حضرت امام علامہ مزی فرماتے ہیں:

قال عبد السلام بن عاصم عن جرير بن عبد الحميد: كذاب و قال عباس الدوري والغلابي عن يحيى بن معين ليس بثقة و قال محمد بن عبد الله بن نمير ليس بشي: و قال يعقوب بن سفيان الفارسي: ضعيف غير ثقة و قال صالح بن محمد البغدادى الحافظ كان ضعيفا و كان يضع الحديث ايضا و قال ابو حاتم ذاهب الحديث متروك الحديث لا يكتب حديثه البتة و قال البخارى لا يكتب حديثه البتة و قال النسائي: متروك الحديث و قال فى موضع آخر ليس بثقة و لا يكتب حديثه. (تهذيب الكمال ۱۷: ۲۰۷)

جریر بن عبد الحمید نے کہا کذاب ہے۔ امام یحییٰ بن معین نے کہا ثقہ نہیں ہے (ضعیف ہے)۔ محمد بن عبد اللہ بن نمیر نے کہا: یہ یس بشی (کچھ بھی نہیں) ہے۔ یعقوب بن سفیان نے کہا ثقہ نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ صالح بن محمد البغدادی نے کہا ضعیف ہے اور حدیث وضع بھی کرتا (گھڑ لیتا) تھا۔ امام ابو حاتم نے کہا کہ یہ ذاہب الحدیث ہے۔ متروک الحدیث ہے اس سے حدیث ہرگز نہ لکھی جائے۔ امام بخاری نے کہا اس سے حدیث ہرگز نہ لکھی جائے۔ امام نسائی نے فرمایا: متروک الحدیث ہے اور دوسری جگہ فرمایا یہ ثقہ نہیں۔ اس سے حدیث نہ لکھی جائے گی۔

امام محمد بن حبان فرماتے ہیں:

كان ممن يروى الموضوعات عن الاثبات لا يحل كتابة حديثه

الاعلى جهة الاعتبار و لا الاحتجاج به بحال من الاحوال.

(كتاب المجر و من من الحديث والضعفاء والمتر و كين، ۲: ۲۸۶)

یہ ثقات راویوں سے موضوعات روایت کرتا ہے اس سے حدیث لکھنی جائز نہیں ہے مگر

اعتبار کے طور پر جہاں تک اس سے احتجاج کا معاملہ ہے تو وہ کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔

امام ابن جوزی فرماتے ہیں:

و قال يحيى : ليس بثقة وقال مرة ليس بشيء وقال ابراهيم كذاب و قال السعدى : ذاهب و قال النسائي و ابو حاتم الرازى و الازدى متروك الحديث . قال الدارقطنى ضعيف .

(كتاب الضعفاء والمتروكين لابن الجوزى ۳: ۹۸)

یحییٰ بن معین نے کہا کہ ثقہ نہیں اور ایک جگہ فرمایا: یسٰء، ابراہیم نے کہا کذاب ہے، سعدی نے کہا: ذاہب الحدیث ہے۔ امام نسائی ابو حاتم رازی اور امام ازدی نے کہا متروک الحدیث، امام دارقطنی نے کہا کہ یہ ضعیف ہے۔

امام برہان حلبی فرماتے ہیں: قال صالح بن محمد ضعيف يضع (الكشف الحثيث عن رمي بوضع الحديث لمحملي ۲۳۷)

صالح بن محمد نے فرمایا کہ یہ ضعیف ہے اور احادیث وضع کرتا ہے۔ اور اسی طرح دیگر بے شمار محدثین نے اس راوی پر بڑی سخت جرحیں کی ہیں اور کسی ایک بھی معتبر محدث سے اس کی تعدیل مروی نہیں جس سے یہ معلوم ہوا کہ اس راوی کی یہ روایت نہ صرف ضعیف ہے بلکہ موضوع جیسا کہ علامہ ابن ہادی نے کہا:

هذا الحديث موضوع على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ليس له اصل و لم يحدث به ابو هريرة و لا ابو صالح و لا الاعمش و محمد بن مروان السدي متهم بالكذب والوضع . (الضارم المنكي، ۲۸۳)

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وضع کی گئی ہے اس کی کچھ اصل نہیں ہے اور نہ ہی اس کو حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا اور نہ ابو صالح نے اور نہ ہی اعمش نے اور محمد بن مروان السدی متہم بالکذب اور متہم بالوضع ہے۔

تو ثابت ہوا کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اس سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دور

سے سننے کا انکار کرنا سراسر جہالت و حماقت ہے۔

دوسری علت:

اس روایت میں محمد بن مروان کے ساتھ ساتھ اس سے روایت کرنے والا راوی العلاء بن عمرو الحنفی بھی متکلم فیہ ہے۔

حضرت علامہ ابن حجر و علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

العلاء بن عمرو الحنفی الکوفی متروک و قال ابن حبان لا يجوز الاحتجاج به بحال . و قال الازدی لا یکتب حدیثه و قال النسائی ضعیف . و قال العقیلی بعد تخریجه منکر ضعیف المتن لا اصل له .

(لسان المیزان ۴: ۱۸۵، ۱۹۸۶ میزان الاعتدال ۳: ۱۰۳)

متروک ہے اور ابن حبان نے کہا کہ کسی حال میں بھی اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔ ازدی نے کہا کہ اس سے حدیث نہیں لکھی جائے گی۔ امام نسائی نے فرمایا کہ یہ ضعیف ہے اور امام عقیلی نے اس کی ایک حدیث کی تخریج کے بعد فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے اور ضعیف المتن ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

تیسری علت: یہ حدیث منکر ہے۔

یہ حدیث چونکہ صحیح احادیث کی مخالف ہے جو کہ ابھی آگے آرہی ہیں اور اس میں دوراوی زبردست ضعیف ہیں لہذا اصول حدیث کے تحت منکر روایت ہے اور منکر روایت سے استدلال جائز نہیں ہے۔

چوتھی علت:

اس روایت میں ایک راوی امام اعمش ہیں جو کہ اگرچہ بہت بڑے امام ہیں لیکن مدلس ہیں اور مدلس راوی جب عن سے روایت کرے تو اس کی روایت بالاتفاق مردود ہوگی۔

حضرت علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

سليمان بن مهران الأعمش محدث الكوفة و قارئها و كان يدلس

وصفه بذلك الكرايسى والنسائى والدارقطنى وغيرهم.

(طبقات المدلسين ۴۳۳، النکت علی کتاب ابن الصلاح ۲: ۶۴۰، المرتبة الثالثة النور الثاني عشر، معرفة التدليس) مدلس کا معنی بالاتفاق مردود ہے۔

قاضی عبدالوہاب ”المخلص“ میں فرماتے ہیں: التدليس جرح و ان من ثبت انه كان يدلس لا يقبل حديثه مطلقا. (النکت علی کتاب ابن الصلاح ۲: ۶۳۲، فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث ۱: ۱۸۳)

تدلیس جرح ہے اور جس سے ثابت ہو جائے کہ وہ تدلیس کرتا ہے تو اس کی روایت مطلقاً قبول نہیں کی جائیگی۔

امام شافعی فرماتے ہیں:

قلنا لا نقبل من مدلس حديثا حتى يقول: حدثني او سمعت.

(الرسالة في اصول الفقه للشافعي ۳۸۰ فقرہ، ۱۰۳۵)

پس ہم کہتے ہیں کہ ہم مدلس کی روایت قبول نہیں کرتے مگر جب وہ حدثنی یا سمعت کے لفظ بولے۔

حضرت امام نووی تحریر فرماتے ہیں:

والمدلس اذا قال: عن، لا يحتج به ولو كان عدلا ضابطا.

(المجموع شرح المہذب ۳: ۱۰۷، ۵: ۱۲۳، ۱۵۸)

اور مدلس جب ”عن“ کے ساتھ روایت کرے تو وہ قابل حجت نہیں ہوگا اگرچہ عادل و ضابط ہی کیوں نہ ہو۔

امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

الا ان يكون الرجل معروفا بالتدليس، فلا يقبل حديثه حتى يقول:

حدثنا او سمعت فهذا ما لا اعلم فيه ايضا خلافا.

(مقدمة التمهيد لما في الموطا من المعاني ولاسانيد: ۱۳)

ایسا راوی جو کہ صفت تدلیس کے ساتھ معروف ہو اس کی حدیث ہرگز قبول نہیں کی جائے گی جب تک کہ وہ ”حدثنا“ یا ”سمعت“ نہ کہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس میں بھی مجھے کسی کے اختلاف کا علم نہیں ہے۔

تو ثابت ہوا کہ مدلس کی روایت قابل قبول نہیں ہوتی اور مذکورہ بالا حدیث کا مدار چونکہ امام سلیمان بن مہران الاعمش پر ہے جو کہ مدلس ہیں اور وہ روایت بھی ”عن“ کے ساتھ کر رہے ہیں۔ لہذا یہ روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

امام ابن رجب حنبلی نقل فرماتے ہیں:

وقال الشاذ کونی : من اراد التدين بالحديث فلا يأخذ عن الاعمش ولا عن قتادة الا ما قالوا ”سمعناه“

(شرح العلل الترمذی، ۱: ۳۵۳ باب السادس ان لا یكون مدلسا)

امام شاذ کونی نے فرمایا کہ جو شخص تدين بالحديث چاہتا ہے تو وہ امام اعمش اور قتادہ سے روایت نہ لے جبکہ وہ سمعنا (ہم نے سنا) کے لفظ نہ بولیں۔

محمد بن مروان السدی الصغیر کا متابع:

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ ابوالشیخ کی سند میں محمد بن مروان السدی کا متابع ابو معاویہ ہے جو کہ ثقہ ہے جیسا کہ حضرت امام ابوالحسن علی بن محمد بن الکنانی فرماتے ہیں:

وتابع السدی عن الاعمش فيه ابو معاوية اخبره ابو الشيخ قلت

سندہ جید کما نقله السنخاوی عن شيخه الحافظ ابن حجر . (تذریۃ الشریعہ، ۱:

۳۳۵ کتاب المناقب والمثالب الفصل الثانی)

اس میں سدی کا امام اعمش سے تابع ابو معاویہ ہے اس سند کا ابوالشیخ نے اخراج کیا

ہے میں کہتا ہوں کہ اس کی سند جید ہے جیسا کہ سخاوی نے اپنے شیخ ابن حجر سے نقل فرمایا ہے۔

ابوالشیخ کی روایت اس طرح ہے:

حدثنا عبد الرحمن بن احمد الاعرج حدثنا الحسين بن الصباح حدثنا

ابومعاویہ حدثنا الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی من بعید اعلمته۔

(جلاء الافہام فی الصلاۃ والسلام علی خیر الانام لابن القیم، ۱۹۱)
ابومعاویہ اعمش سے وہ ابوصالح سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری قبر کے قریب مجھ پر درود پڑھے میں اسے خود سنتا ہوں اور جب درود دور سے پڑھتا ہو تو اس کا مجھے علم دیا جاتا ہے۔

علامہ ابن قیم نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے: وهذا الحدیث غریب جداً۔ یہ بہت ہی غریب حدیث ہے۔

علامہ ابن قیم نے اس کو شاید اس لئے غریب جدا کہا ہے کہ اس میں ایک راوی (عبدالرحمن بن احمد الاعرج) مجہول الحال ہے۔

اور چونکہ اس سند میں امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے ”عن“ سے روایت کی۔ وہ چونکہ مدلس ہیں لہذا یہ روایت ناقابل قبول ہے۔
یہ روایت منکر ہے:

چونکہ یہ روایت ان صحیح روایات کے خلاف ہے جن میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درود و سلام چاہے کہیں بھی کوئی پڑھے اس کی آواز سن لیتا ہوں لہذا یہ حدیث منکر ٹھہرے گی جیسا کہ محدثین نے اصول بیان فرمایا۔

امام ابونعیم زکریا بن محمد الانصاری (م ۹۲۶ھ) فرماتے ہیں: والمنکر ما خالف فیہ المستور او الضعیف۔ (فتح الباقی بشرح الفیہ العراقی ص ۱۷۵)

منکر وہ روایت ہے جس میں مستور یا ضعیف راوی ثقات کی مخالفت کرے۔

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

ان الشاذ راویہ ثقة، او صدوق غیر ضابط والمنکر راویہ ضعیف

بسوء حفظہ او جہالتہ او نحو ذلک و کذا فرق فی شرح النخبۃ بینہما لکن مقتصرأ فی کل منہما علی قسم المخالفة فقال فی الشاذ انه مارواه المقبول مخالف لمن هو اولی منه. و فی المنکر انه مارواه الضعیف مخالفاً والمقابل للمنکر هو المعروف. (فتح المغیث، بشرح الفیہ الحدیث، ۲۰۲:۱)

شاذ وہ روایت ہے کہ جس کا راوی ثقہ یا صدوق غیر ضابط ہو اور منکر وہ ہے جس کا راوی ضعیف ہو سوء حفظ یا جہالت یا اس جیسی کسی اور علت کی وجہ سے اور جیسا کہ شرح نخبۃ الفکر میں ان دونوں میں مخالفت کی شق لگائی گئی ہے۔ شاذ میں فرمایا کہ مقبول راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے اور منکر وہ ہے کہ ضعیف راوی ثقہ کی مخالفت کرے اور منکر کے مقابل روایت معروف کہلاتی ہے۔

تو چونکہ اس روایت میں محمد بن مروان السدی ضعیف بلکہ کذاب ہے جبکہ اس کے متابع والی روایت میں عبدالرحمن بن احمد الاعرج مجہول راوی ہے جبکہ اس کے مخالف روایت میں کوئی بھی راوی نہیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے تو ثابت ہوا کہ یہ روایت منکر ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دور نزدیک سے درود و سلام کا سماعت فرماتا: حضرات انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور عنایت و عطا سے دور و نزدیک سے سنتے اور دیکھتے ہیں جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

حَتَّىٰ آتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسْكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمُنُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكاً مِّنْ قَوْلِهَا.

(النمل: ۱۸، ۱۹)

یہاں تک کہ حضرت سلیمان چیونٹیوں کی وادی پر آئے ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تو حضرت

سلیمان اس کی بات سن کر مسکرا کر بنے۔

حضرت سلیمان نے چیونٹی کی یہ آواز تین میل سے سن لی تھی جیسا کہ تفاسیر کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

۳۱۱:۳	تفسیر معالم التنزیل للامام بغوی
۱۷۶:۱۰	روح المعانی للامام آلوسی بغدادی
۳۳۳:۶	روح البیان للامام اسماعیل حقی
۳۳۵:۳	الکشاف للذخیری
۳۷۸:۲	حیۃ الجنۃ الکبری للامام الدمیری
۳۱۸	تفسیر جلالین للامام سیوطی
۳۰۶:۳	جمل
۱۰۴:۷	مظہری
۳۸۰:۳	مدارک

تو قرآن کی اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام دور سے آوازیں سماعت فرماتے ہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ تین میل دور سے سننے والی تفسیری روایت کو ہم نہیں مانتے تو ہم کہیں گے کہ نہ ماننے کا کوئی علاج نہیں، لیکن اتنا تو ہر کوئی مانے گا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز سنی تھی اگر تین میل سے نہیں سنی تھی تو قریب سے ہی مان لیا جائے تو بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرات انبیائے کرام عام لوگوں سے زیادہ سماعت کے مالک ہیں۔ اسی طرح حضرات انبیائے کرام دور کی اشیاء بھی دیکھتے ہیں جو کہ عام اشخاص نہیں دیکھ سکتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بصارت:

عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "لما

کلم اللہ موسیٰ کان یبصر دیب النمل علی الصفا فی لیلۃ الظلماء من مسیرۃ

عشرة فرائض. (المعجم الصغير للامام الطبرانی ۶۲:۱)

(فردوس الاخبار للامام دیلمی ۳:۲۷۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے کلام فرمایا تو حضرت موسیٰ اندھیری رات میں صاف پتھر پر دس فرسخ کے فاصلہ سے چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے۔

علامہ دمیری فرماتے ہیں:

وروی الدار قطنی والطبرانی فی معجم الاوسط عن ابی ہریرۃ.

(حیۃ الحیوان الکبریٰ ۲:۲۷۶)

اور دارقطنی اور طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

کیا ہے۔

امام شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:

و لما كانت هذه القوة حصلت للكليم بالتجلي فحصل لها للنبي صلى

الله تعالى عليه وسلم بعد الاسراء. (تيسير الریاض شرح الشفا ۱:۳۸۱)

جب یہ قوت بصارت کلیم کو اللہ کی تجلی کے ساتھ حاصل ہے تو ہمارے پیارے آقا صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے معراج کے بعد اس کا کیا حال ہوگا۔

اعتراض:

امام طبرانی فرماتے ہیں: تفرد به هاني بن يحيى. اس میں ہانی بن یحییٰ مفرد

ہے۔

جواب:

اگر ہانی بن یحییٰ مفرد بھی ہوتا تو کوئی بات نہ تھی کیونکہ وہ ثقہ راوی ہے جیسا کہ امام ابن

حبان نے اس کو ”کتاب الثقات“ میں ذکر کیا ہے۔ (۹:۲۴۷) لیکن یاد رہے کہ اس حدیث میں

ہانی بن یحییٰ متفرد نہیں ہے بلکہ اس کا ثقہ تابع امام قاضی عیاض کی روایت (کتاب الشفا: ۱: ۲۳) میں ”ہام“ ہے۔

امام ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وہو ابن یحییٰ بن دینار العودی قال الحلبي وغيره.

(شرح شفا ملا علی قاری ۱: ۳۸۰، ہامش علی نسیم الریاض)

کہ امام حلبی نے کہا کہ یہ ہام بن یحییٰ بن دینار عودی ہے۔

اور امام خفاجی فرماتے ہیں:

هو همام بن الحارث النخعي الكوفي. (نسیم الریاض ۱: ۳۸۰)

کہ یہ ہام بن الحارث النخعی کوفی ہے۔

ان دونوں راویوں میں سے چاہے کوئی ایک راوی بھی ہو کیونکہ دونوں ثقہ ہیں۔ لہذا یہ

اعتراض اٹھ گیا کہ اس میں ہانی متفرد ہے۔

اعتراض نمبر ۲:

اس میں ایک راوی حسن بن ابی جعفر جفری ہے جو کہ ضعیف ہے۔

جواب:

اگرچہ اس پر بعض محدثین کا کلام ہے لیکن کسی نے اس کو کذاب نہیں کہا کہ اس کی

احادیث موضوع ہوں کیونکہ

امام ابن عدی فرماتے ہیں:

وهو عندي ممن لا يعتمد الكذب. (میزان الاعتدال ۱: ۴۸۲)

میرے نزدیک وہ جھوٹ نہیں بولتا۔

اور امام عبدالرحمن مہدی نے اس پر جرح سے رجوع فرمالیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

تفكرت فيه اذا كان يوم القيامة قام متعلق بي و قال : رب سل

عبدالرحمن فبم اسقط عدالتی؟ و ما كن لي حجة عند ربی. فرأيت ان احدث

(میزان الاعتدال ۱: ۲۸۳)

عنہ۔

میں نے غور و فکر کیا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو یہ شخص کھڑا ہو کر میرے متعلق کہے گا کہ اے رب عبد الرحمن سے پوچھ کہ اس نے کیوں میری عدالت ساقط کی تو میرے پاس اس پر جرح کی کوئی دلیل نہیں ہوگی۔ پس میں نے دیکھا کہ اس سے روایت لینی چاہئے۔

اگر اس راوی کی روایت ضعیف بھی ثابت ہو جائے تب بھی کوئی جرح نہیں کیونکہ یہ فضیلت ہے اور فضائل میں ضعیف حدیث بالاتفاق قبول ہے۔

جب دیگر انبیائے کرام کی سماعت و بصارت کا یہ حال ہے تو سب نبیوں کے امام و سردار حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سماعت و بصارت کا کیا حال ہوگا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بصارت:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان الله قد رفع لي الدنيا فانا انظر اليها

الى ما هو كائن فيها الى يوم القيامة كأنما انظر الى كفى هذه.

بیشک اللہ عز و جل نے ساری دنیا میرے سامنے کر دی ہے تو میں اسے اور جو کچھ اس

میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں

جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

(کتاب الفتن والملاحم بن حماد: ۱)

۱۔ (المعجم الكبير للطبرانی کذابی کنز العمال ۱۱: ۲۲۰)

۲۔ (حلیۃ الاولیاء للامام ابو نعیم ۱۰۱: ۶)

۴۔ (الترغیب والترہیب للامام الحافظ ابی القاسم اسماعیل الاصبہانی ۲: ۲۱۱)

تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کائنات کو ملاحظہ فرما رہے ہیں اور

لاحظہ بھی حقیقتاً ہے نہ کہ مجازاً۔ جیسا کہ اسی حدیث کی شرح میں علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

اشارة الى انه نظر حقيقة دفع به احتمال انه ارید بالنظر العلم.

(زرقانی شرح مواہب ۷: ۲۰۵)

اس میں اشارہ ہے کہ آپ اس کو حقیقتاً دیکھ رہے ہیں اور اس سے یہ احتمال دفع (دور) ہو جاتا ہے کہ اس سے آپ کا ارادہ علمی نظر کا تھا۔

اور یہی حال آپ کی سماعت کا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے دور و نزدیک سے سنتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ میں ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انسی اری ما لا ترون و اسمع ما لا تسمعون و فی روایة و انی اسمع لاطیط السماء۔

میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے اور ایک روایت میں ہے: میں اس وقت آسمان کی چرچا ہٹ سن رہا ہوں۔

- ۱۔ مسند احمد (عن ابی ذر) امام احمد بن حنبل ۵: ۱۷۳
- ۲۔ المستدرک امام حاکم، ۲: ۵۱۰، ۴: ۵۴۳، ۴: ۵۷۹
- ۳۔ السنن للامام ابن ماجہ، ۳۰۹، ابواب الزہد باب الحزن والبكاء
- ۴۔ الجامع للامام الترمذی، ۲: ۵۷۷ ابواب الزہد
- ۵۔ کتاب العظمت لابی الشیخ الاصبہانی ۳: ۹۸۲
- ۶۔ مشکل الآثار (عن حکیم بن حرام) للامام طحاوی ۳: ۴۴
- ۷۔ شعب الایمان (عن ابی ذر) للامام بیہقی ۱: ۴۸۴
- ۸۔ دلائل النبوة امام ابو نعیم الاصبہانی ۱: ۴۴۲
- ۹۔ فردوس الاخبار للامام الدیلمی ۱: ۱۰۰
- ۱۰۔ حلیۃ الاولیاء للامام ابو نعیم ۲: ۲۳۶
- ۱۱۔ شرح السنۃ للامام بغوی ۱۴: ۳۶۹
- ۱۲۔ معجم الکبیر للطبرانی ۳: ۲۰۱، رقم ۳۱۲۲
- ۱۳۔ کنز العمال امام علاؤ الدین المتقی بن حسام الدین الہندی ۱۰: ۳۶۴

تو اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ سنتے ہیں جو عام لوگ نہیں سن سکتے اور آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو کہ عام لوگ نہیں دیکھ سکتے اور یہی عقیدہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

نبی یری ما لا یری الناس حوله. ویتلو کتاب اللہ فی کل مشہد.

و ان قال فی یوم مقالة غائب. فتصد یقہا فی الیوم او فی ضحی الغد.

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارد گرد وہ کچھ دیکھتے ہیں کہ لوگ نہیں دیکھتے اور ہر حاضری کی جگہ اللہ کی کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں۔

(اور اگر وہ کسی دن غیب کی بات فرمادیں تو اس کی تصدیق اسی دن یا اگلے دن دوپہر

تک ہو جائے گی)

تخریج:

- ۱۔ مستدرک امام حاکم ۳: ۱۰
- ۲۔ دلائل النبوة امام بیہقی ۱: ۲۸۰
- ۳۔ دلائل النبوة امام ابونعیم ۱: ۳۴۰
- ۴۔ المعجم الکبیر امام طبرانی ۴: ۵۰، ۵۱
- ۵۔ الاحادیث الطوال امام طبرانی ۲۲۷: ۲۲۷ حدیث نمبر ۳۰ ملحق بالمعجم الکبیر
- ۶۔ الشریعة امام ابوبکر محمد بن الحسن لاری، ۴۶۷
- ۷۔ شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ للشیخ الاسلام ہبۃ اللہ بن الحسن بن منصور اللہ لکائی ۷۸۰: ۴
- ۸۔ منال الطالب فی شرح الطوال الغرائب مجد الدین مبارک بن محمد ابن الاثیر ۱: ۱۷۳
- ۹۔ مجمع الزوائد امام نور الدین ابی شامہ ۵۸: ۶
- ۱۰۔ تہذیب تاریخ دمشق امام ابن عساکر، ۳۲۸: ۱

- ۱۱۔ زرقانی علی المواہب امام زرقانی المالکی ۳۲۳:۱
 - ۱۲۔ طبقات ابن سعد للام محمد بن سعد ۲۳۲:۱ باسانید آخری
 - ۱۳۔ الروض الانف للام سہلی ۸:۲
 - ۱۴۔ الوفا باحوال المصطفیٰ امام ابن جوزی ۲۲۵
 - ۱۵۔ عیون الاثر امام ابن سید الناس ۱۹۰
 - ۱۶۔ البدایہ والنہایہ ابن کثیر ۱۹۳:۳
 - ۱۷۔ الاستیعاب ابن عبدالبر مالکی ۴۶۸:۴
 - ۱۸۔ مختصر سیرت الرسول عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی ۱۷۲
- معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دور و نزدیک سے سنتے اور دیکھتے ہیں۔ جب عام کلام آپ سن لیتے ہیں تو درود شریف بدرجہ اولیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن سکتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ میں وارد ہوا ہے:

قال الطبرانی حدثنا يحيى بن ايوب العلاف حدثنا سعيد بن ابي مریم عن خالد بن زيد عن سعيد بن ابي هلال عن ابي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: اكثروا الصلاة على يوم الجمعة فانه يوم مشهود تشهده الملائكة، ليس من عبد يصلى على الابلغنى صوته حيث كان. قلنا: و بعد وفاتك؟ قال: و بعد وفاتي، ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء. (اخرجه الطبرانی فی المعجم الكبير، جلاء الافهام، ۶۳)

(الجوہر المنظم لابن حجر مکی، ۲۵، حجتہ اللہ علیہ العالمین ۱۳:۱ القول البدیع ص ۳۲۱)

بند مذکور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھ پر روز جمعہ زیادہ درود شریف پڑھا کرو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے۔ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ تم میں سے کوئی شخص بھی مجھ پر درود شریف نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے چاہے وہ جہاں کہیں بھی ہو۔ ہم نے عرض

کیا آپ کے وصال کے بعد؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے وصال کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر عاشق صادق جب بھی درود و سلام پڑھتا ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی آواز سنتے ہیں۔ اس صحیح حدیث شریف میں کمزور عقیدہ و ایمان والے لوگوں نے کمزوریاں ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ یہ روایت من گھڑت روایت ہے۔

اس روایت پر اب تک جو اعتراضات ہمارے سامنے آئے ان میں سے اکثر کے جوابات تو علمائے اہل سنت نے دے دیئے ہیں اور کچھ مختصراً ہم عرض کرتے ہیں۔

اس صحیح حدیث شریف پر غالباً سب سے پہلے جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی نے عجیب قسم کا کلام کیا جس کے بارے میں موجودہ دور کے دیوبندیوں کے امام اور شیخ الحدیث جناب مولوی سرفراز گلکھڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”اس حدیث پر حضرت تھانوی نے بوادرنوا در ۲۷۲ میں علمی بحث کی ہے جس سے مؤلف مذکور (علامہ سعیدی صاحب مدظلہ العالی) خاصے برہم ہوئے ہیں۔ (اختفاء الذکر، ۴۲) اب اس علمی بحث کی جب جناب حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی نے دھجیاں اڑائیں اور معترض کی ”علیت“ کا بھانڈا چورا ہے میں پھوڑا تو وہی شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں۔

حضرت تھانوی انسان ہیں اور خطاً و نسیان انسان کے خمیر میں ودیعت کیا گیا ہے اور معصوم صرف وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے لیکن جس انداز سے مؤلف مذکور نے ان پر گرفت کی ہے وہ درست نہیں۔ (اختفاء الذکر، ۴۳)

اس عبارت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ علامہ سعیدی کی پکڑ بر محل اور مضبوط ہے جس سے جناب گلکھڑی صاحب کو یہ ماننا پڑا کہ تھانوی بھول گئے اور ان کے اعتراضات مذکورہ حدیث شریف پر غلط اور بے کار ہیں۔

اس حدیث پر جناب تھانوی صاحب کے اعتراضات و شبہات:

اس سند میں ایک راوی تھکی بن ایوب بلا نسب مذکور ہے جو کئی راویوں کا نام ہے جن میں سے ایک غافقی ہے جن کے باب میں ربما خطا لکھا ہے۔ یہاں احتمال ہے کہ وہ ہوں۔ اس کے جواب میں حضرات علمائے حق اہل سنت نے تھانوی صاحب کو جواب دیا کہ یہاں راوی بلا نسب مذکور نہیں بلکہ اس کے ساتھ ”العلاف“ کی نسبت مذکور ہے۔ تو اس کے جواب میں جناب سرفراز گکھڑوی صاحب فرماتے ہیں:

”جلاء الافہام کے مصری نسخہ میں تھکی بن ایوب کے ساتھ ”العلاف“ کی نسبت موجود ہے۔ مگر مولانا تھانوی کا یہ کہنا کہ جو بلا نسبت ہے اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ ان کے پیش نظر جو سند ہے اس میں یہ نسبت نہیں ہے ورنہ ایک دیانتدار اور ذہین آدمی ”العلاف“ کی نسبت دیکھ کر کبھی نہیں کہہ سکتا کہ غیر منسوب ہے۔ (اخفاء الذکر ۴۳، طبع دوم)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ کوئی بھی دیانت دار اور ذہین آدمی اس طرح کا کلام نہیں کر سکتا لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تھانوی صاحب واقعی دیانت دار اور ذہین تھے؟

ہرگز نہیں کیونکہ جناب گکھڑوی صاحب کا احتمال تب درست ہوتا اگر تھانوی صاحب کو جب سائل نے یہ سند لکھ کر بھیجی تھی تو اس میں ”العلاف“ کی نسبت موجود نہ ہوتی۔ جب لکھی ہوئی سند میں یہ نسبت موجود ہے اور تھانوی صاحب کی کتاب میں بھی موجود ہے تو جان بوجھ کر جھوٹ بولنا کیا دیانت داری کے زمرے میں آتا ہے؟

اس صحیح حدیث پر جناب تھانوی صاحب نے جتنے اعتراضات وارد کئے حضرت غزالی دوران مولانا احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اعتراضات کے دندان شکن جوابات دے کر ثابت فرمادیا ہے کہ یہ اعتراضات صرف اور صرف گستاخ ذہن کی پیداوار ہیں ملاحظہ فرمائیں: حیات النبی، ۶۱ تا ۶۷۔

تھانوی صاحب کا دوسرا اعتراض یہ ہے۔

دوسرے ایک راوی خالد بن زید ہیں۔ یہ بھی غیر منسوب ہیں۔ اس نام کے رواۃ میں

سے ایک کی عادت ارسال کی ہے اور یہاں عنعنہ سے ہے جس میں راوی کے متروک ہونے کا اور متروک کے غیر ثقہ ہونے کا احتمال ہے۔ (بوادر النواذر ۲۰۵، ادارہ اسلامیات لاہور)

اس اعتراض کا جواب بھی حضرت علامہ کاظمی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے علمی اور تحقیقی اور جناب علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے محققانہ جواب عطا فرمایا۔ اس جواب کے جواب میں جناب سرفراز گلکھڑوی صاحب نے لکھا:

”حضرت تھانوی کی عبارت میں جس ارسال کا ذکر ہے اس سے اصطلاحی مرسل مراد نہیں جیسا کہ مؤلف مذکور (علامہ سعیدی) نے اپنی جہالت سے سمجھ کر لکھا ہے کہ اصول حدیث میں تصریح موجود ہے کہ احناف اور مالکیہ کے نزدیک مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے.... الخ۔ لیکن یہاں ارسال سے اصطلاحی مرسل مراد نہیں، کیونکہ اصطلاحی مرسل وہ ہوتا ہے جس میں صحابی کا نام مذکور نہ ہو اور چونکہ ”اصحابہ کلہم عدول“ کا قاعدہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایک مسلم حقیقت ہے، اس لئے صحابی کا ذکر نہ ہونا مضر نہیں ہے۔ اور اس روایت میں حضرت ابوالدرداء کا نام باقاعدہ موجود ہے لہذا یہ اصطلاحی مرسل نہیں ہے جس کو جمہور حجت کہتے ہیں۔ یہاں لغوی ارسال مراد ہے وہ یہ کہ راوی، راویوں کے نام حذف کر دیتا ہے اور اڑا دیتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ صحابہ کرام کے نیچے تابعین میں کسی کا نام مذکور نہ ہو تو چونکہ ان میں ثقہ یا ضعیف ہونے کا احتمال ہوتا ہے اس لئے یہ روایت اصطلاحاً منقطع کہلاتی ہے اور ضعف کا سوال اس میں بدستور موجود ہوتا ہے۔ مؤلف مذکور (علامہ سعیدی) نے اصول حدیث کے فن سے بے خبری کی وجہ سے لفظ ارسال کو اصطلاحی مرسل پر چسپاں کر کے محض اپنے ماؤف دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ (اختفاء الذکر ۴۴، ۴۵)

قارئین کرام! ان حضرات کے ناموں کے ساتھ القابات دیکھیں تو آپ حیران ہوں گے کہ شاید دنیا میں یہ ہی عالم ہیں اور متقدمین و متاخرین میں اس کے پائے کا کوئی عالم ہے ہی نہیں۔

یہ ہیں علمائے دیوبند کے امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان وغیرہ وغیرہ آپ ان کی

اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور داد تحقیق دیں۔

بات ہو رہی تھی کہ راوی خالد بن زید غیر منسوب ہے۔ ان نام کے رواد میں سے ایک کی عادت ارسال کی ہے اور یہاں عنعنہ سے ہے۔

تو حضرت علامہ سعیدی مدظلہ العالی نے اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ:

”سبحان اللہ کیا ہی مدلل جرح ہے اگر خالد بن زید کی عادت ارسال ہے تو کیا حدیث مرسل حجت نہیں؟ اصول حدیث میں تصریح ہے کہ احناف و مالکیہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے۔ اگر خالد عنعنہ کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہے تو صحاح ستہ کی تمام معتن احادیث سے ہاتھ اٹھالیں۔ تھانوی صاحب نے بے سند احتمالات بیان کئے ہیں۔ (ذکر بالجبر) اب بات ہو رہی ہے ایک راوی کی اس میں ارسال کی عادت ہے اور اس نے یہ روایت عن کے ساتھ کی ہے۔ اصول حدیث کا طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ مرسل اور مدلس میں فرق ہوتا ہے۔ اگر مرسل راوی عن سے روایت کرے تو وہ احناف اور مالکیہ کے نزدیک قبول ہوگی اور اس میں اگر امکان لقاء پایا جائے تو وہ روایت بالاتفاق مقبول تصور ہوگی اور مدلس راوی جب ”عن“ کے ساتھ روایت کرے تو وہ بالاتفاق مردود ہوگی۔ بات راوی کی ہے اور جناب دیوبندی شیخ الحدیث صاحب نے بات روایت کی کردی کہ یہ روایت منقطع کہلائے گی کیونکہ یہ راوی راویوں کے نام حذف کر دیتا ہے اور اڑا دیتا ہے۔

کیا ہم جناب سے یہ پوچھنے کی جسارت کر سکتے ہیں کہ زید بن خالد نے کہاں راوی حذف کئے ہیں اور اڑا دیئے ہیں؟

اور اگر یہ ثابت ہو بھی تو کیا ثقہ راوی جب راوی کو گرا دے گا تو کیا احناف کے نزدیک وہ روایت مردود ہوگی یا کہ مقبول؟

اگر صحابی کے نیچے کار راوی چھوڑ دیا جائے تو وہ روایت مرسل نہیں بلکہ آپ کے نزدیک منقطع ہوگی اور منقطع آپ کے نزدیک ضعیف ہے تو کیا امام ابراہیم نخعی نے جتنی روایات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریق سے روایت کی ہیں وہ تمام منقطع ہو کر بے کار اور

بے سرو پا ہو کر ضعیف ٹھہریں گی؟

اور جناب نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ:

راقم اشیم کا خیال ہے کہ کتابت کی غلطی ہے۔ راوی اس سند میں خالد بن یزید ہے جو

مصری ہے اور یہ سعید بن ہلال مصری سے روایت کرتا ہے اور یہ ثقہ راوی ہے۔

(ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب ۳: ۱۲۹)

تو اس کا مطلب ہے کہ یہ روایت آپ کے نزدیک صحیح ہے اور ہاں آپ کے نزدیک

اس روایت کے کسی بھی راوی پر کوئی قابل اعتماد اور مفسر جرح نہیں ہے۔ جناب تھانوی صاحب

نے اصول حدیث کا پاس نہیں کیا اور غلط طریقے سے اس حدیث کو رد کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ

بہر حال مذموم ہے۔

اسی طرح دیوبندی شیخ الحدیث جناب گلکھڑی صاحب نے اشارہ کرتے ہوئے لکھا

ہے کہ مگر اس سند کے غیر معتبر ہونے کی اصل وجہ اور ہی ہے جس کو مؤلف مذکور نہیں سمجھے اور ان کو

اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ سعید بن ابی ہلال کی روایت حضرت ابوالدرداء

سے منقطع ہے۔

(اخفاء الذکر، ۲۵)

یعنی جناب گلکھڑی صاحب کے نزدیک بھی اس حدیث کے غیر معتبر ہونے کی وہ

وجوہات نہیں ہیں جو کہ جناب تھانوی صاحب نے ذکر کی ہیں، غیر معتبر ہونے کی علت یہ ہے کہ

یہ روایت مرسل نہیں ہے بلکہ منقطع ہے جیسا کہ گلکھڑی صاحب فرماتے ہیں:

”اس لئے ایسی منقطع اور بے سرو پا روایت..... (اخفاء الذکر، ۲۵)

چونکہ مرسل روایت جناب گلکھڑی صاحب کے نزدیک بھی حجت ہے اس لئے انہوں

نے اس کو منقطع ثابت کرنے کی کوشش کی، لہذا اگر انہیں سے پوچھا جائے کہ مرسل اور منقطع

میں کتنا فرق ہے تو آپ فرماتے ہیں:

فائدہ:

اگرچہ بعض محدثین نے مرسل اور منقطع میں اصطلاحی طور پر کچھ فرق کیا ہے لیکن

علامہ جزائری لکھتے ہیں:

وقد اطلق المرسل على المنقطع من ائمة الحديث ابو زرعه و ابو

(توجیہ النظر ۲۲۳)

حاتم و الدار قطنی.

حدیث منقطع پر مرسل کا اطلاق ان ائمہ حدیث نے کیا ہے امام ابو زرعه، امام ابو حاتم اور

امام دارقطنی۔

مولف خیر الکلام نے حضرت مجاہد کے اثر کے بارے میں امام بیہقی کی کتاب 'القرأت'

ص ۷۲ کے حوالہ سے جو یہ لکھا ہے کہ یہ منقطع ہے اور منقطع ضعیف کی قسم ہوتی ہے (مصلہ ۳۵۳)

محض طفل تسلی ہے کیونکہ مرسل فی نفسہ صحیح قول کی بنا پر حجت ہے اور حکم منقطع و مرسل ایک ہی ہے۔

(حسن الکلام ۱: ۱۵۰، ۱۵۱)

حضرت امام سخاوی ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ورجاله ثقات لکنہ

(القول البدیع ص ۱۱۹)

منقطع.

کہ اس کے راوی ثقہ ہیں مگر سند منقطع ہے۔

اس کے جواب میں جناب گکھڑوی صاحب تحریر کرتے ہیں:

”اگرچہ روایت مرسل بھی (بعض محدثین کرام نے مرسل اور منقطع میں فرق کیا ہے

لیکن امام سیوطی فرماتے ہیں کہ صحیح بات جس کی طرف فقہاء کرام، علامہ خطیب بغدادی، امام ابن

عبدالبر اور دیگر محدثین کرام گئے ہیں یہ ہے کہ مرسل اور منقطع ایک ہی ہے۔

(مصلہ تدریب الراوی ۱۲۶، ۱۲۷) (تسکین الصدور، ۳۲۰، ۳۲۱)

جناب گکھڑوی صاحب ہی لکھتے ہیں:

”..... تو یہ روایت منقطع ہوگی لیکن وہ ہمارے نزدیک اور امام مالک کے نزدیک

(ینا بیع ترجمہ رسالہ تراویح ص ۳۷، طبع دوم)

حجت ہے۔“

جناب گکھڑوی صاحب کے نزدیک بھی جب مرسل اور منقطع میں فرق نہیں بلکہ ایک

ہی ہے اور اگر فرق بھی ہو تو وہ حجت ہے تو پھر اس حدیث کہ جس میں پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی حیات حقیقی اور سماعت درود جیسی فضیلت کا ذکر ہے، کو منقطع اور بے سرو پا کہہ کر کیوں رد کر رہے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ دل میں جو بغض رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے وہ قلم و زبان پر آ ہی گیا ہے۔

اگر یہ روایت منقطع اور مرسل بھی ہو تو بھی احناف اور مالکیہ کے نزدیک بالاتفاق حجت ہے۔ ویسے تو اس کے متعارض کوئی صحیح متصل روایت نہیں ہے اور اگر ضعیف ہو بھی تو پھر اس حدیث کو ترجیح ہوگی۔

منقطع اور مرسل متصل سے قوی بھی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ
حضرت علامہ خطیب بغدادی امام میمونؒ سے نقل فرماتے ہیں:

قُرأت علی ابراہیم عمر البرمکی عن عبدالعزیز بن جعفر الحنبلی
قال نا ابو بکر الخلال قال: اخبرنی المیمونی قال: تعجب الی ابو عبد اللہ
یعنی احمد بن حنبل ممن یکتب الاسناد و یدع المنقطع ثم قال و ربما کان
المنقطع اقوی اسناد و اکبر قلت بینہ لی کیف؟ قال تکتب الاسناد متصلاً ہو
ضعیف و یكون المنقطع اقوی اسناداً منہ:

(الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع، ۲: ۱۹۱)

امام میمونؒ نے فرمایا کہ مجھے امام احمد بن حنبل پر تعجب ہے کہ وہ اسناد تو لکھتے ہیں لیکن
منقطع چھوڑ دیتے ہیں۔ فرمایا: بعض اوقات منقطع متصل سے زیادہ قوی اور سند بڑی ہوتی ہے۔
میں نے غرض کی مجھے بیان کیجئے کہ کیسے فرمایا تو اسناد متصل لکھتا ہے لیکن وہ ضعیف ہوتی ہے اور
منقطع اس سے زیادہ سند کے لحاظ سے قوی ہوتی ہے۔

اور منقطع اور مرسل چونکہ ایک ہی ہے اور مرسل کو رد کرنا تو دوسری صدی کے بعد کی
بدعت ہے۔

امام ابو داؤد صاحب سنن فرماتے ہیں:

و اما المراسیل فقد کان یحتج بها العلماء فیما مضی مثل سفیان

الثوری ومالك بن انس و الاوزاعي حتى جاء الشافعي فتكلم فيها وتابعه علي ذلك احمد بن حنبل.

(رسالة ابی داؤد الی اہل مکہ فی وصف سنہ ۲۴۰)

مراہیل تو ان کے ساتھ احتجاج کرتے تھے علمائے کرام تمام پچھلے بزرگ جیسے امام سفیان ثوری، امام مالک بن انس، امام اوزاعی حتی کہ امام شافعی آئے تو انہوں نے مراہیل میں کلام کیا اور امام احمد بن حنبل نے ان کی اتباع کی۔
امام طبری فرماتے ہیں:

ان التابعين باسرههم اجمعوا على قبول المرسل و لم يأت عنهم انكاره ولا عن احد الائمة بعدهم الى رأس . المائتين كانه يعنى ان الشافعي اول من ابى من قبول المرسل.

(مقدمة التمهيد لابن عبد البر مالکی، ۴:۱)

تابعین سب کے سب اس بات پر متفق تھے کہ مرسل قابل حجت ہے تابعین سے لے کر دوسری صدی کے آخر تک ائمہ میں سے کسی نے بھی مرسل کا انکار نہیں کیا گویا امام شافعی ہی پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے مرسل کے ساتھ احتجاج کرنے سے انکار کیا۔
لہذا آپ اس حدیث صحیح کو منقطع کہیں یا مرسل یہ ہر حالت میں صحیح اور قابل احتجاج ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس کا اظہار کر رہی ہے۔
اعتراض:

جناب اشرف علی تھانوی صاحب نے تحریر کیا:

”یہ تو مختصر کلام ہے سند میں، باقی رہا متن سوا اولاً معارض ہے، دوسری احادیث

کے ساتھ چنانچہ مشکوٰۃ میں نسائی اور دارمی سے بروایت ابن مسعود یہ حدیث ہے:

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان لله ملائكة سياحين في الارض يبلغوني من امتي السلام.

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من صلى عند قبري سمعته ومن صلى علي نائياً بلغته.

اور نسائی کی کتاب الجمعة میں بروایت اوس بن اوس یہ حدیث مروی ہے۔
 فان صلاتکم معروضة علی۔ یہ سب حدیثیں صریح ہیں، عدم السماع عن بعید
 میں اور ظاہر کہ جلاء الافہام ان کتب کے برابر قوت میں نہیں ہو سکتی۔ لہذا قوی کو ترجیح ہوگی۔“
 (یوادر النوادر: ۲۰۵)

جواب:

جہاں تک حدیث نسائی و دارمی، ان للہ ملئکة سیاحین کا تعلق ہے تو وہ ہرگز ہرگز
 ہماری مؤید حدیث کے معارض نہیں ہے اور اسی طرح حدیث اوس بن اوس فان صلاتکم
 معروضة علی، بھی ہماری مؤید حدیث کے ساتھ متعارض نہیں ہے۔
 ان میں تو صرف اتنا مذکور ہے کہ سیر کرنے والے فرشتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
 خدمت اقدس میں امت کا سلام پہنچاتے ہیں اور امت کا درود و سلام بارگاہ اقدس میں پیش ہوتا
 ہے۔ ملائکہ کے اس عرض و تبلیغ کو عدم سماع میں صریح کہنا ظلم صریح ہے۔

تھانوی صاحب کے اسی اشکال کا رد انہی کے ایک ہم مسلک عالم نے کیا ہے۔
 جناب انور شاہ صاحب کشمیری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

واعلم ان حدیث عرض الصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 لا یقوم دلیلاً علی نفی علم الغیب و ان کانت المسألة فیہ ان نسبة علمہ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علمہ تعالیٰ کنسبة المتناهی بغیر المتناهی لان المقصود
 یعرض الملئکة هو عرض تلك الكلمات بعینہا فی حضرته العالیة علمہا من
 قبل او لم یعلم کعرفیہا عند رب العزة و رفع الاعمال الیہ فان تلك الكلمات
 مما یحیا بہ وجه الرحمن فلا ینفی العرض العلم۔ فالعرض قد یكون للعلم و
 اخری لمعان آخر فاعرف الفرق۔

(فیض الباری علی صحیح البخاری، ۲: ۳۰۲، باب کتاب الصلاة)

اللہ تعالیٰ کے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کرنے کی حدیث آپ

کے علم غیب کی نفی پر دلیل نہیں بن سکتی اگرچہ علم غیب کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ قتنا ہی کی نسبت غیر قتنا ہی کی طرف ہے، کیونکہ فرشتوں کی پیش کش کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے، کہ درود شریف کے کلمات بعینہا بارگاہ عالیہ نبویہ میں پہنچ جائیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کلمات کو پہلے جانا ہو یا نہ جانا ہو۔ بارگاہ رسالت میں کلمات درود کی پیش کش بالکل ایسی ہی ہے جیسے رب العزت کی بارگاہ میں جو کلمات طیبات پیش کئے جاتے ہیں اور اس کی بارگاہ الوہیت میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں کیونکہ یہ کلمات ان چیزوں میں سے ہیں جن کے ساتھ ذات حق تعالیٰ جل مجدہ کو تحفہ پیش کیا جاتا ہے اس لئے یہ پیشکش علم کے منافی نہیں، لہذا کسی چیز کا پیش کرنا علم کے لئے بھی ہوتا ہے اور بسا اوقات دوسرے معانی کے لئے بھی اس فرق کو خوب پہچان لیا جائے۔ اتمی

تو ثابت ہوا کہ مذکورہ بالا احادیث کو حدیث طبرانی کے متعارض بتانا علوم اسلامیہ اور عظمت رسول سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ بلکہ یہ احادیث تو اس حدیث کی مؤید ہیں۔ الحمد للہ علی ذلک

اور جہاں تک حدیث بیہقی کا تعلق ہے کہ میں قبر کے قریب سے سنتا ہوں اور دور سے مجھے درود شریف پہنچایا جاتا ہے تو سند کے لحاظ سے یہ حدیث ہرگز ہرگز ہماری مؤید حدیث کے برابر نہیں۔ اس لئے اس کے ساتھ معارضہ کرنا صرف تھانوی صاحب جیسے ہی آدمی کا کام ہو سکتا ہے کسی عالم حقانی کا تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اور پھر تھانوی صاحب کا یہ کہنا کہ

جلاء الافہام ان کتب کے برابر قوت نہیں رکھتی لہذا قوی کو ترجیح ہوگی۔

یہ بات بھی صحیح نہیں کیونکہ یہاں معارضہ جلاء الافہام اور دیگر کتب حدیث کا نہیں بلکہ المعجم الکبیر وداری وغیرہ کا ہے اور دوسری بات یہ کہ بات کتب حدیث کی نہیں بلکہ سند حدیث کی ہے۔ ترجیح سند کو ہوگی نہ کہ کتاب کو۔

ہمارے علمائے احناف تو صحیحین کی احادیث کو غیر صحیحین کی احادیث پر ترجیح دے کر ہرگز

نہیں ہیں۔ جیسا کہ حضرت علامہ ابن الہمام نے التحریری فی الاصول میں واضح کیا ہے۔

(اس سلسلہ میں فقیر کا پر مغز مقالہ ”تعارض بین الاحادیث“ مطالعہ کے قابل ہے)

اب اس صحیح حدیث شریف پر صرف ایک ہی اعتراض باقی رہ گیا ہے جو کہ تھانوی

صاحب نے وارد کیا ہے؟

جناب تھانوی صاحب تحریر کرتے ہیں:

بعد تحریر جواب ہذا بلا تو سطر فکر قلب پر وارد ہوا کہ اصل حدیث میں صوتہ نہیں صلوٰۃ

ہے۔ کاتب کی غلطی سے لام رہ گیا ہے۔ امید ہے کہ اگر نسخہ متعددہ دیکھے جائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ

کسی نسخہ میں ضرور اسی طرح نکل آئے گا۔ (بوادر النواذر)

سبحان اللہ! یہ ہے تحقیق کا نرالا انداز کہ اب تو الفاظ حدیث کے بارے میں بھی الہمام

ہونے لگے ہیں۔ دراصل جناب تھانوی صاحب نے جو اعتراضات اس حدیث شریف پر کئے

تھے وہ ایسے بودے اور نکمے تھے کہ جناب تھانوی صاحب کو خود بھی علم تھا کہ ان اعتراضات کی

کوئی حقیقت نہیں۔ اس لئے آخر میں اپنے الہمام پر بنیاد رکھی کیونکہ الہمام کا جواب الہمام ہی ہو سکتا

ہے اور دوسروں کا الہمام ان کے نزدیک ویسے ہی قابل قبول نہیں ہے۔

چاہئے تو یہ تھا کہ علمائے دیوبند صاف لکھ دیتے کہ جناب تھانوی صاحب کی یہ بات

قرین قیاس نہیں ہے بلکہ بالکل غلط ہے لیکن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان تو بیان نہ ہو اور

تھانوی صاحب کی عزت رہ جائے۔ اس بے تکلی بات کو صحیح کرنے کے لئے جناب سرفراز گکھڑوی

صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت تھانوی نے یہ جو کچھ فرمایا ہے بالکل درست اور صحیح ہے۔“

(اخفاء الذکر ۴۶)

فیاللعجب! جناب گکھڑوی صاحب کو چاہئے تھا کہ کسی صحیح نسخہ پر دلالت کرتے کہ اس

میں صوتہ کی بجائے صلوٰۃ کے الفاظ موجود ہیں لیکن ایسا تو نہ کیا بلکہ ایک اور کتاب ”القول

البدیع“ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔

امام سخاوی حضرت ابوالدرداء کی یہ روایت مجتم کبیر للطبرانی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں اور اس میں بعینہا یہی الفاظ نقل کرتے ہیں۔

الا بلغتني صلواته الحديث، اور آخر میں لکھتے ہیں: قال العراقي ان اسنادہ لا يصح. (القول البدیع ص ۱۱۹) (اختفاء الذکر، ۴۷)

پہلی بات تو یہ ہے کہ جناب سرفراز صاحب نے خود جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ بعینہا نہیں ہیں جیسا کہ انہوں نے لکھا کیونکہ جلاء الافہام کی حدیث میں لفظ ”بلغتني“ ہے۔ جبکہ ”القول البدیع“ میں ”بلغتني“ ہے لہذا یہ بعینہا نہ ہوئے۔ اسی لئے عین ممکن ہے کہ یہ روایت ہی اور ہو۔

اور پھر جناب گکھڑوی صاحب کا حدیث طبرانی کے بارے میں کہنا کہ اور آخر میں لکھتے ہیں: قال العراقي ان اسنادہ لا يصح، تو یہ بھی بہت بڑا جھوٹ ہے۔

کیونکہ علامہ سخاوی نے یہ الفاظ حدیث طبرانی کے بارے میں نقل نہیں فرمائے۔ امام سخاوی کی اصل عبارت پڑھیں اور اس شیخ الحدیث کی دیانت کی داد دیں۔

وكذا رواه النميري بلفظ قلنا يا رسول الله كيف تبلغك صلاتنا اذا تضمنتك الارض قال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء وقال العراقي ان اسنادہ لا يصح. (القول البدیع، ۱۵۹)

اور جیسا کہ نمیری نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارا درود آپ تک کیسے پہنچے گا؟ جبکہ آپ زمین میں مل چکے ہوں گے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کھائے۔ عراقی نے کہا کہ اس کی سند صحیح نہیں ہے۔

امام حافظ عراقی کے الفاظ ہیں نمیری کی روایت کے بارے میں لیکن جناب گکھڑوی صاحب نے فرمایا کہ یہ طبرانی کی روایت کے بارے میں ہیں۔ سچ ہے کہ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے سو جھوٹ بولنے پڑھتے ہیں۔

کیا صلوٰۃ کتابت کی غلطی ہے؟

جہاں تک جلاء الافہام کا تعلق ہے تو اس میں ”صوتہ“ ہی ہے، ”صلوتہ“ ہرگز ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی کسی نسخہ میں یہ الفاظ ہیں۔ اگر ہوتے تو اپنے حکیم الامت کی بات درست ثابت کرنے کے لئے اب تک دیوبندی حضرات وہ نسخہ ضرور پیش کر دیتے۔

ہم نے جلاء الافہام کے متعدد نسخے دیکھے ہیں تمام میں صوتہ ہی ہے کسی ایک میں بھی صلوٰۃ کا لفظ نہیں اور نہ ہی کسی نے اختلاف نسخ کا اشارہ کیا ہے۔

۱۔ مصری نسخہ کہ جس کی تصحیح فضیلۃ الشیخ طہ یوسف شاہین نے فرمائی ہے جو کہ علمائے ازہر شریف میں سے ہیں اور یہ صفر ۱۳۸۸ھ میں طبع ہوا ہے۔

۲۔ ہندوستانی مطبوعہ نسخہ۔ یہ نسخہ اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ مترجم نے لکھا ہے: بحمد اللہ تبارک و تعالیٰ اس ترجمے کی تسوید و تحریر سے جو پانچ شعبان روز پنج شنبہ کو شروع کی تھی تیرہ ذی قعدہ روز چہار شنبہ ۱۳۴۷ھ کو فراغ حاصل ہوا۔

(شا کر حسین غفرلہ، سہوان قاضی محلہ)

۳۔ ہندوستانی نسخہ مطبوعہ یہ نسخہ مشہور غیر مقلد وہابی نجدی عالم مولوی سلیمان منصور پوری کے ترجمہ و تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اگر کسی نسخہ میں ”صلوتہ“ کے الفاظ ہوتے تو یہ ضرور دل نے جس راہ لگایا تو اسی راہ چلا ☆ ☆ ☆ وادی عشق میں گمراہ کور ہیر سمجھا! صوتہ کی بجائے صلوٰۃ نقل کرتا۔ (کیونکہ پکا نجدی وہابی تھا)

”بحمد اللہ یہ مسئلہ کہ القول البدیع میں صلوٰۃ کے لفظ ہیں یہ بھی حل ہو گیا اور ”القول البدیع“ کے نسخہ میں کتابت کی غلطی تھی ورنہ اس میں بھی لفظ صوتہ ہی تھا۔ جیسا کہ اب جو نسخہ محمد عوامہ کی تحقیق کے ساتھ ”موسسة الريان بیروت ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۲ء الطبعة الاولى۔ شائع ہوا ہے اس میں صوتہ کے ہی لفظ ہیں لہذا دیوبندیوں کے محدث کی یہ فریب کاری بھی ختم ہو گئی، ملاحظہ فرمائیں: ”القول البدیع ص ۳۲۱ طبع جدید“ خادم مناظر اسلام قاری محمد ارشد مسعود عفی عنہ)

۲۔ مصری نسخہ جس کی تصحیح و تحقیق مشہور نجدی عالم محمد حامد القفی نے کی ہے اور یہ نسخہ ”ادارۃ الطباعة المنيرية لصاحبها و مدیرها محمد منیر الدین دمشقی سے شائع ہوا ہے۔ (صحیح و علق علیہ ۱۳۵ھ) یہ یاد رہے کہ اس نسخہ کا محقق اور تصحیح نامور نجدی عالم ہے اور جبکہ اس کا ناشر محمد منیر دمشقی کثر نجدی ذہنیت کا حامل ہے لہذا اگر کسی بھی قلمی یا مطبوعہ نسخہ میں صوتہ کی بجائے صلوتہ کے الفاظ ہوتے تو یہ ضرور نقل کرتے۔ اصل کتاب میں یہ الفاظ تو کجا ان میں سے کسی محقق و ناشر نے حاشیہ میں اختلاف نسخہ جات کا ذکر تک بھی نہیں کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ جناب تھانوی صاحب کے قلب پر جو القا ہوا وہ شیطانی و سوسہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

اور اگر بالفرض محال جلاء الافہام کے نسخہ میں صلوتہ کا لفظ مل بھی جائے تو وہ کتابت کی غلطی تصور ہوگا، کیونکہ المعجم الکبیر للطبرانی سے لفظ صوتہ نقل کرنے میں علامہ ابن القیم اکیلے نہیں بلکہ دیگر محدثین نے یہ لفظ ایسے ہی المعجم الکبیر سے نقل فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت امام الحافظ شمس الدین محمد بن ابوبکر بن عبد اللہ معروف بن ناصر الدین دمشقی (م ۸۴۲ھ) اپنی کتاب ”صلوة کتیب بوفاة الجیب“ میں فرماتے ہیں:

وروی الطبرانی عن ابی الدرداء قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اکثرُوا الصلوة علی یوم الجمعة فانه یوم مشہود تشهدہ الملائكة لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان۔

(حجة اللہ علی العالمین، ۱۳۷۱ للعلامہ بیہانی)

طبرانی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر بروز جمعہ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھا کرو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں کوئی شخص بھی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو۔

حضرت امام محمد بن یوسف صاحب شامی (م ۹۴۲ھ) فرماتے ہیں:

ورواه الطبرانی بلفظ لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث

کان ورجالہما ثقات۔ (سبل الہدی والرشاد، ۱۲: ۳۵۸)

اور طبرانی نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کوئی بندہ بھی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے۔ ان دونوں کے روایات ثقہ ہیں۔

اور اسی طرح حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی (م ۹۸۲ھ) تحریر فرماتے ہیں:

و فی اخری للطبرانی لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ۔

(الجوہر المنظم طبع مصر ۲۱)

اور دوسری روایت جو کہ طبرانی کی ہے (میں الفاظ اس طرح ہیں) کوئی شخص بھی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے۔

جناب علامہ موسیٰ محمد علی صاحب فرماتے ہیں:

و عن خالد بن زید عن سعید بن ابی ہلال عن ابی الدرداء قال : قال

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : اکثرُوا الصلَاة علی یوم الجمعة لیس

من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان۔

(حقیقۃ التوسل و وسیلۃ علی ضواء الکتاب والسنة طبع عالم الکتب بیروت طبع دوم ۱۹۸۵ھ)

خالد بن زید سے روایت ہے کہ وہ سعید بن ابی ہلال سے وہ حضرت ابوالدرداء سے

روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھ پر جمعہ

کے دن زیادہ درود پڑھا کرو..... کوئی شخص بھی درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے

وہ کہیں بھی ہو۔

حضرت مولانا محمد نور اللہ قادری چشتی حیدر آبادی فرماتے ہیں:

چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔

کما فی الطبرانی لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ ... ذکرہ

ابن حجر المکی فی الجوہر المنظم۔

(انوار احمدی ص ۶۷ مصدقہ جناب حضرت امداد اللہ مہاجر مکی)

جیسا کہ طبرانی میں ہے کہ اس کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے۔ اس کو طبرانی روایت کیا اور ابن حجر مکی نے ”الجوہر المنظم“ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

تو ثابت ہوا کہ یہ الفاظ صحیح اور ثابت ہیں اور محدثین نے ان کا انکار نہیں کیا بلکہ اس صحیح حدیث کی تائید میں دیگر احادیث روایت فرمائی ہیں۔

حدیث طبرانی کے شواہد

حدیث نمبر ۱:

عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: یقول ان اللہ تعالیٰ وعدنی اذا مت ان یرسمنی صلاة من صلی وانا فی المدینة و امتی فی مشارق الارض و مغاربها و قال یا ابا امامۃ ان اللہ تعالیٰ یجعل الدنیا کلها فی قبری و جمیع ما خلق اللہ اسمعه و انظر الیہ۔ (درۃ الناصحین، ۲۲۵)

حضرت سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ جب میرا وصال ہوگا تو مجھ پر درود پڑھنے والے کا درود وہ مجھے سنائے گا۔ حالانکہ میں مدینہ منورہ میں ہوں گا اور میری امت زمین کے مشرق و مغرب میں ہوگی اور فرمایا: اے ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ ساری دنیا کو میرے روضہ شریف میں کر دیگا اور میں تمام مخلوق خداوندی کی آواز سنوں گا اور اسے ملاحظہ فرماؤں گا۔

تو اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر امتی کا درود و سلام سماعت فرماتے ہیں چاہے وہ شخص زمین کے مشرق و مغرب جہاں کہیں بھی ہو۔ اگر ایک فرشتہ ساری مخلوق کی آواز سن سکتا ہے تو پھر پیارے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سماعت کا کیا حال ہوگا؟

حدیث نمبر ۲:

حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اصحابی و اخوانی صلوا علی فی کل یوم اثنین والجمعة بعد وفاتی
اسمع منکم بلا واسطة .

(انیس انجلیس ص ۲۲۲، بحوالہ مقام رسول لشیخ الحدیث محمد منظور احمد دامت برکاتہم العالیہ)

میرے اصحاب اور (تواضعاً فرمایا) میرے بھائیو! مجھ پر ہر پیر اور جمعہ کے روز درود
پڑھا کرو۔ میری وفات کے بعد میں بلا واسطہ تمہارا درود سنتا ہوں۔

حدیث نمبر ۳:

قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثروا من الصلاة علی یوم
الجمعة و ليلة الجمعة فان فی سائر الايام تبلغنی الملكة صلاتکم الا ليلة
الجمعة و یوم الجمعة فانی اسمع صلاة من یصلی علی باذنی .

(نزہۃ المجالس للعلامة عبدالرحمن الصفوری، ۲: ۱۱۲ طبع قدیم مصر)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر یوم جمعہ اور جمعرات کو زیادہ درود
شریف پڑھا کرو کیونکہ دیگر تمام دنوں میں تمہارا درود مجھ تک فرشتے پہنچاتے ہیں مگر جمعہ کی رات
اور دن کو میں تمہارا درود اپنے کانوں سے سنتا ہوں۔

حدیث نمبر ۴:

قطب وقت ولی کامل عاشق رسول حضرت علامہ محمد بن سلیمان جزولی سید حسنی شاذلی
نقل فرماتے ہیں:

وقیل لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازایت صلوة المصلین
علیک ممن غاب عنک ومن یأتی بعدک بما خالہما عنک فقال اسمع
صلاة اهل محبتی واعرفہم وتعرض علی صلاة غیرہم عرضاً .

(دلائل الخیرات شریف ۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ان لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمائیے جو کہ آپ سے دور ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے ہیں اور وہ لوگ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی کے بعد آئیں گے ان لوگوں کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک کیا حال ہے؟ پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل محبت (عشاق) کا درود تو میں خود سنتا ہوں اور ان کو پہچانتا ہوں اور غیر محبت والوں کا درود مجھے فرشتے پہنچاتے ہیں۔

الحمد لله على ذلك۔ اس حدیث شریف سے خود سننے اور فرشتوں کے پہنچانے والی احادیث میں تطبیق بھی ہوگئی یعنی کچھ لوگوں کا درود شریف تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں فرشتے پیش کرتے ہیں لیکن عشاق لوگوں کا درود شریف آپ بنفس نفیس سماعت فرماتے ہیں، وہ لوگ چاہے دنیا کے کسی خطے میں بھی ہوں۔

اس حدیث کی شرح میں حضرت علامہ محمد مہدی بن احمد قاسی (م ۱۰۹۳ھ) فرماتے ہیں:

فقال اسمع یعنی بلا واسطہ (صلوۃ اہل محبتی) الذی یصلون علی محبة لی وشوقاً وتعظیماً وظاہراً سواء صلی علیہ المحب له عند قبر او نائیا عنہ (مطالع المسرات بحلا دلائل الخیرات ص ۸۱)

(میں سنتا ہوں) یعنی بلا واسطہ اہل محبت کا درود شریف یعنی جو مجھ پر محبت اور ذوق و شوق کے ساتھ میری تعظیم و عظمت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے پڑھتے ہیں چاہے وہ عاشق قبر کے قریب پڑھے یا آپ کی قبر منورہ سے دور دراز کے علاقے میں۔

الحمد للہ! یہ چار احادیث حدیث طبرانی کی شواہد ہیں اور اس کی تائید کرتے ہوئے ثابت کر رہی ہیں کہ حدیث طبرانی بالکل صحیح ہے۔ اور ان احادیث پر کسی بھی مستند عالم دین نے اعتراض نہیں کیا بالخصوص دلائل الخیرات شریف تو صدیوں سے علماء اولیاء کی خرز جان ہے۔ کسی ایک نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ اس میں حدیث من گھڑت ہے اور علمائے دیوبند بھی اس کی اجازت

دیتے اور لیتے رہے ہیں تو انہوں نے بھی اس اجازت میں کوئی شرط نہیں رکھی اور پھر یہ کتاب تو بالاتفاق بارگاہ نبوت کی مقبول کتاب ہے۔ جیسا کہ کتب میں موجود ہے۔

اور مشہور دیوبندی شیخ الحدیث انور شاہ کشمیری صاحب نے علمائے نجد کا رد کرتے ہوئے دلائل الخیرات شریف کی تعریف کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

(ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۲۹، ص ۲۳۰)

اعتراض:

یہ احادیث بلا اسناد ہیں لہذا قابل حجت نہیں ہیں۔

جواب:

یہ احادیث چونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت ظاہر کر رہی ہیں اور بطور تائید پیش کی گئی ہیں اور موضوع بھی نہیں جبکہ منکرین شان نبوت کے امام نے تو لکھا ہے کہ فضائل میں تائید موضوع حدیث بھی پیش کی جاسکتی ہے۔

جناب مولوی محمد اسماعیل دہلوی صاحب تقویۃ الایمان نے لکھا ہے: والموضوع لایثبت شیء من الاحکام نعم یؤخذ فی الفضائل ما ثبت فضله بغیرہ تائیداً و تفصیلاً۔ (اصول فقہ، ۱۸ طبع الصدق پبلشر کراچی)

اور موضوع حدیث سے احکام میں سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوگا۔ ہاں فضائل میں اس کو (حجت) پکڑا جائے گا جو فضیلت کہ اس کے غیر کسی اور دلیل سے ثابت ہو چکی ہو تو اس کو تائید آیا تفصیلاً۔

ان احادیث کو چونکہ تلقی بالقبول حاصل ہے اس لئے اگر ان کی کوئی سند معتبر نہ بھی ہمارے علم میں ہو تب بھی یہ اصولاً قابل قبول ہوں گی، کیونکہ کسی حدیث کو تلقی بالقبول کا درجہ اگر حاصل ہو جائے تو وہ مقبول ہے اگرچہ اس کی سند صحیح نہ بھی مل سکے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

وقد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به

وان لم یکن له اسناد یعتمد علی مثله. (التعقبات علی الموضوعات، ۱۲)

بہت سارے علمائے بیان فرمایا ہے کہ حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل اہل علم کا قول ہے، اگرچہ اس حدیث کی کوئی سند نہ ہو کہ جس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

جناب مولانا عبدالحی لکھنوی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

قال السيوطي شرح "نظم الدرر" المسمى "البحر الذي زخر" المقبول ما تلقاه العلماء بالقبول وان لم یکن له اسناد صحيح فيما ذكره طائفة من العلماء منهم ابن عبد البر.

او اشتھر عندائمة الحديث بغير نكير فيما ذكره الاستاذ ابو اسحاق الاسفرائني وابن فورک او وافق آية من القرآن او بعض اصول الشريعة.

(الاجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة، ۲۲۹، طبع ثانیہ مصر)

امام جلال الدین سیوطی نے "شرح نظم الدرر" المسمى "البحر الذي زخر" میں بیان فرمایا کہ مقبول حدیث وہ ہے کہ جس کو علمائے قبول کیا ہو اگرچہ اس کی سند صحیح نہ بھی ہو۔ یہ علماء کی ایک جماعت نے بیان فرمایا جن میں سے امام ابن عبد البر وغیرہ ہیں یا وہ حدیث ائمہ حدیث کے نزدیک بغير نكير کے مشہور ہو اس کو استاذ ابو اسحاق الاسفرائنی اور ابن فورک نے ذکر کیا ہے۔ یا وہ حدیث قرآن کی کسی آیت کے یا اصول شریعت میں کسی کے موافق ہو۔

حضرت امام سیوطی مزید فرماتے ہیں: قال بعضهم يحكم للحديث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم یکن له اسناد صحيح. (تدريب الراوی: ۶۷)

اس حدیث میں علماء کی جماعت کے قبول کا قول ہے اور اس کے معنی پر لوگوں کا اجماع ہے جو کہ اس میں سند سے بے پرواہ کر دیتا ہے۔

حضرت امام احمد فرماتے ہیں: وقد حدثنا ابو بكر المروزي رحمه الله قال سألت ابا عبد الله عن الاحاديث التي تردّها الجهمية في الصفات والرؤية والاسراء وقصة العرش؟ فصحبها ابو عبد الله وقال: قد تلقتها العلماء

بالقبول نسلم الاخبار كما جاءت.

(السنة للخلال ۱: ۲۳۶، ۲۳۷، وطبقات الحنابلة ۱: ۳۲، ۳۳ لابن ابی یعلیٰ حنبلی)

امام ابو بکر المروزی نے فرمایا کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ان احادیث کے بارے میں پوچھا کہ جن کو جہیمہ نہیں مانتے یعنی احادیث صفات باری تعالیٰ اس کا دیدار معراج اور عرش معلیٰ کے بارے میں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث کی تصحیح کی اور فرمایا کہ ان احادیث کو علماء کا تلقی بالقبول حاصل ہے لہذا ہم ان کو مانتے ہیں جیسا کہ وارد ہوئی ہیں۔ حضرت امام سیوطی و علامہ عبدالحی لکھنوی اور علامہ ابن عبدالبر وغیرہم نے جو حدیث کی صحت کے اصول بتلائے ہیں وہ تمام ان احادیث میں پائے جاتے ہیں۔ یعنی علماء نے ان احادیث کو بغیر نکیر کے نقل فرمایا۔

اور پھر یہ قرآن کی آیت کے بھی موافق ہیں جیسا کہ پچھلے صفحات میں گذر چکا ہے۔ جب ان احادیث میں قبول کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں تو پھر ان کو قبول کرنا چاہئے جبکہ یہ احادیث ہیں بھی باب فضائل میں اور فضائل میں تو ضعیف حدیث بھی بالا جماع مقبول ہے جیسا کہ باحوالہ گذر چکا ہے۔

اس کے باوجود جو شخص ان احادیث کو من گھڑت اور ناقابل قبول کہہ کر ٹھکراتا ہے تو وہ حقیقت میں پیارے آقا سید انس و جن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت کا منکر ہے اور جو چیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت میں ثابت ہو اس کا انکار نہ کرے گا مگر گستاخ اور بد بخت۔ حضرت امام ابو بکر احمد بن ہارون بن یزید خلال (م ۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

قال ابو العباس ہارون بن العباس الهاشمی ومن رد فضل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فهو عندی زندیق لا یتاب و یقتل لان اللہ تعالیٰ عز وجل قد فضله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الانبیاء علیہم السلام.

(السنة لابن خلال ۱: ۲۳۷ طبع دار الراية الرياض)

حضرت امام ابو العباس ہارون بن عباس ہاشمی (م ۲۷۰ھ) و کان ثقة تارخ بغداد

(۱۲:۲۷) نے فرمایا کہ جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی فضیلت کا انکار کرے وہ میرے نزدیک ایسا زندیق ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ بلکہ اس کو قتل کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ عز وجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت عطا فرمائی۔

اور آپ مزید فرماتے ہیں:

فالعجب العجب ان النصارى تضحك بنا انا نسلم الفصائل كلها لعيسى عليه السلام تشبه الربوبية. انه كان يحيى الموتى وحده ويبرئ الاكمه والابرص فهذه تكون الا فيه فسلمنا ذلك لعيسى بالرضا والتصديق بكتاب الله عز وجل انكر هذا المسلوب فضيلة لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ونحن نفخر على الامم كلها ان نبينا افضل الانبياء. (النسبة ۱: ۲۴۰)

اور تعجب در تعجب ہے کہ (گستاخان رسول کی وجہ سے) عیسائی ہم پر ہستے ہیں کہ ہم تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تمام ایسے فضائل تسلیم کرتے ہیں جو بظاہر اللہ تعالیٰ کے اوصاف کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ وہ مردوں کو زندہ کرتے کوڑھی اور برص والے کو تندرست کرتے تھے۔ یہ اوصاف تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ ہم نے یہ اوصاف اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تصدیق اور رضا کی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تسلیم کئے ہیں۔ یہ محروم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت کا انکار کرتا ہے۔ حالانکہ ہمیں تمام امتوں پر فخر ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

و يتولد من هذا الجواب آخر و هو ان تكون الروح كناية عن السمع و يكون المراد ان الله تعالى يرد عليه سمعه الخارق للعادة بحيث يسمع المسلم و ان بعد قطرة.

(الحاوی للفتاویٰ سیوطی ۲: ۵۳، انباء الاذکیاء بحیاة الانبیاء ص ۴۲ دار الحدیث قاہرہ)

اس جواب سے ایک اور جواب پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ روح سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آپ کی سماعت خارق عادت کو لوٹا دیتا ہے اس طرح کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے والے کا (درود) سلام سنتے ہیں خواہ وہ کتنی دور ہی کیوں نہ ہو۔
حضرت امام محمد بن عثمان میر غنی صاحب فرماتے ہیں:

انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسمعک و یراک و لو کنت بعیداً
فانہ یسمع باللہ و یری بہ فلا یخفی علیہ قریب و لا بعید۔

(سعادة الدارين للامام نبھانی ص ۵۰۸)

یعنی درود و سلام پڑھنے والے تو جان لے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرے درود پڑھنے کو سنتے اور تجھے دیکھتے ہیں تو اگرچہ (مدینہ منورہ) سے دور ہی کیوں نہ ہو کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کی طاقت سے سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں لہذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نہ تو کوئی قریب کی چیز پوشیدہ ہے اور نہ ہی دور کی۔

حضرت علامہ امام علی نور الدین حلبی اپنے رسالہ (تعریف اہل الاسلام والايمان) میں فرماتے ہیں:

ورد فی صحیح الاخبار ان اللہ تبارک و تعالیٰ و کل ملکاً بقبر النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یبلغہ الصلاة والسلام من المصلی والمسلم علیہ
وانہ لیلۃ الجمعة و یومہا یسمع ذلک بنفسہ و یرد بکل حال۔

(جواہر البحار ۲: ۲۱۱ الامام نبھانی)

صحیح احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف پر مقرر فرما رکھا ہے جو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صلاۃ و سلام پہنچاتا ہے اور جمعہ کے دن اور رات کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذات خود بنفس نفیس سنتے ہیں اور ہر حال جواب دیتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

بدانکہ وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می بیندوی شتود کلام ترا زیراکہ وی متصف است بصفات اللہ تعالیٰ دیکے از صفات الہی آن است کہ انا جلیس من ذکرنی پیغمبر را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نصیب وافر است ازین صفت و تکملہ۔ (مدارج النبوت جلد دوم)

جانتا چاہئے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تجھے دیکھتے اور تیرا کلام سنتے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس کا ہم نشین ہوں جو میرا ذکر کرے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس صفت سے وافر حصہ ملا ہے۔

عاشق صادق ولی کامل حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل منہانی فرماتے ہیں:

و یوید سماع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام من یسلم علیہ من بعید و قریب مشروعیۃ السلام علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی التشہد فی الصلاۃ بصیغۃ الخطاب اذ یقول المصلی ، السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ فلو لم یکن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیاً یسمع جمیع المصلین اینما کانوا باسماع اللہ لہ ذلک لما کان لہذا الخطاب معنی۔

(شواہد الحق فی الاستغاثۃ ببید الحق ص ۲۸۳)

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر اس شخص کے سلام کو جو آپ پر دور و قریب سے سننے پر تائید کرتا ہے وہ نماز کے تشہد میں سلام کا جواز ہے کہ وہ صیغہ خطاب ہے جبکہ نمازی کہتا ہے السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پس اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ نہیں اور (اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے) تمام نمازیوں سے چاہے وہ کہیں بھی ہوں ورود و سلام نہیں سنتے تو اس خطاب کرنے کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا۔

حضرت امام علامہ زین الدین ابو بکر بن الحسین بن عمر مراغی (م ۸۱۶ھ)

فرماتے ہیں:

اعلم ان كتب السنة متضمنة لاحاديث دالة على ان روح النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ترد عليه و انه يسمع و يرد عليهم السلام.

(تحقيق النظرۃ بملخص معالم دار الهجرة ص ۱۱۶)

جاننا چاہئے کہ کتب حدیث ایسی روایات سے بھری پڑی ہیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آپ کی روح لوٹادی گئی ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درود و سلام خود سنتے اور اس کا جواب دیتے ہیں۔

حضرت امام الحرمین فرماتے ہیں:

شہرستانی در غایۃ المرام از امام الحرمین نقل می کند کہ گفت پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ است صلاۃ و سلام یکے بروئے میفرستد استماع میکند۔ (جذب القلوب ص ۲۱۰)

امام شہرستانی نے اپنی کتاب غایت المرام میں امام الحرمین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں اور جو لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلاۃ و سلام پڑھتے ہیں، آپ اسے سنتے ہیں۔

حضرت مولانا انوار اللہ حیدر آبادی فرماتے ہیں:

ان روایات سے یہ بات ثابت کہ ایک فرشتہ تمام روئے زمین کے درود سنتا ہے اور خدمت میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عرض کرتا ہے اور اس کو ویسی ہی سماعت دی گئی ہے جیسے ان فرشتوں کو دی گئی ہے جو اس کام پر مقرر ہیں کہ درود پڑھنے والوں کے حق میں دعائے خیر کیا کریں جن کا حال ابھی معلوم ہوا۔ جب اتنی حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض فرشتوں کے پاس قرب و بعد یکساں ہے اور ان واحد میں ہر شخص کی آواز برابر سنتے ہیں۔

تو اب اہل ایمان کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احاطہ علمی میں شک کا کیا موقع ہوگا۔ اس لئے کہ مبنی شک و انکار کا یہی تھا کہ اس میں شرک فی الصفت لازم آتا ہے۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خدام میں یہ صفت موجود ہے تو چاہئے کہ خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بطریق اولیٰ اور بدرجہ اتم ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اس کی تصریح فرمادی۔ (انوار احمدی ۷۵، طبع فیصل آباد)

امام العارفین حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی فرماتے ہیں:

”درود کے پاک آداب سے یہ ہے کہ درود پاک پڑھتے وقت یہ خیال

رکھے کہ آپ حاضر ہیں اور سن رہے ہیں۔“ (مقاصد السالکین ص ۵۶)

قطب وقت حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری فرماتے ہیں:

”رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص محبت سے درود شریف پڑھے اس

کو میں اپنے کانوں سے سنتا ہوں.....

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حی و زندہ ہونا قبر شریف اور استماع حالت حیات و

مہمات میں اور واقف ہونا احوال زائرین سے بلکہ تمام امت کے احوال خیر و شر کا پیش ہونا حضور

میں خصوصاً جمعہ کے دن درود شریف اہل محبت کا، سمع شریف سے سننا اور جو روضہ انور پر حاضر ہو کر

سلام عرض کرے اس کا جواب دینا ثابت ہے۔ (ملفوظات امیر ملت ص ۷۵)

ولی کامل حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی شریف فرماتے ہیں:

موڑ دیوے رب روح اسانوں کہیا شاہ عالی

روح مراد اچھے شنوائی خرق عادت دے والی

جو شنوائی دنیا آتے خرق عادت دی ہے سی

دور و نزدیکوں سنن گل کرے کوئی کیسی

کر انصاف تو نہیں اے منکر اندر سنن نبی دے

عرشوں تحت تری تک سندے اندر بند بعیدے

پہلی حالت نالوں اوسدی ہے ہم پچھلی بہتر

قبر اندر کیوں سندانا میں سب بنیاں دامہتر

(ہدایت المسلمین میاں محمد بخش ص ۶۲)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسی قوت

سماعت عطا فرمائی ہے کہ آپ اپنے امتیوں کا درود و سلام بالواسطہ اور بلا واسطہ ہر طریقے سے سماعت فرماتے ہیں اور اس میں استحالہ بھی کوئی نہیں یہ طاقت تو آپ کے وسیلہ و صدقہ سے آپ کے کئی غلاموں کو عطا فرمائی گئی ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ ایک فرشتہ کو ساری مخلوق کی آوازیں سننے کی طاقت عنایت فرمائی گئی ہے۔ اس حدیث کی تحقیق و تخریج پہلے صفحات میں گذر چکی ہے۔ اور ایک حدیث قدسی میں وارد ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا:

ان الله تعالى قال من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب و ما تقرب الی عبدی بشئ احب الی مما افترضت علیہ ولا یزال عبدی یتقرب الی بالتواقل حتی احبته فاذا احبته فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ الی یطش بہا و رجله الی یمشی بہا و ان سألتی لاعطینہ .

(صحیح بخاری ۲: ۹۶۳، نوادر الاصول ص ۷۱، ۱۱۵)

بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے میرے ولی کی دشمنی کی میں نے اس سے اعلان جنگ کر دیا اور جن چیزوں کے ذریعہ بندہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے ان میں سے سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں۔

اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے حضرت امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

و كذلك العبد اذا واطب على الطاعات بلغ الى المقام الذي يقول

اللہ کنت له سمعا و بصرا فاذا صار نور جلال اللہ سمعا له سمع القریب
والبعید و اذا صار ذلک النور بصرا له رای القریب و البعید و اذا صار ذلک
النور یدا له قدر علی التصرف فی الصعب و السهل و البعید و القریب.

(تفسیر کبیر، زیر آیت ام حسبت ان اصحاب الکہف والرقيم)

جب بندہ نیکیوں پر مواظبت کرتا ہے تو وہ اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ
تعالیٰ نے کنت له سمعا و بصرا فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کے کان بن
جاتا ہے تو وہ شخص دور و نزدیک سے سنتا ہے اور جب یہی نور اس کی آنکھیں ہو گیا تو وہ دور
و نزدیک سے دیکھتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے تو یہ ولی مشکل اور آسان
دور و نزدیک میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

حضرت امام شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

و ذکرُوا ان من القوم من یسمع فی اللہ ولله وباللہ من اللہ جل وعلا و
لا یسمع بالسمع الانسانی بل یسمع بالسمع الربانی کما فی الحدیث القدسی
کنت سمعه الذی یسمع به.. انتھی۔ (تفسیر روح المعانی پ ۲۵: ۱۰۲)

عارفین (اولیاء) نے ذکر کیا کہ قوم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ میں اللہ کے لئے اللہ
کے ساتھ اللہ سے سنتے ہیں وہ انسانی سماعت سے نہیں سنتے بلکہ ربانی سماعت سے سنتے ہیں جیسا
کہ حدیث قدسی میں وارد ہے کہ میں اس کے کان بن جاتا ہوں وہ جن سے سنتا ہے۔

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خدام اولیائے کرام و امتیوں کی یہ شان ہے تو آقا
دو جہاں امام الانبیاء والمرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قوت سماعت اور
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قوت بصارت کی کیا شان اقدس ہوگی۔

حضرت فاروق اعظم کا دور سے دیکھ کر آواز پہنچانا اور حضرت ساریہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور سے آواز سننا:

عن ابن عمر ان عمر بعث جيشا و امر عليهم رجلا يدعى سارية فبينما

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یخطب فجعل یصیح یا ساریۃ الجبل . فقدم رسول
من الجیش فقال یا امیر المؤمنین لقینا عدونا فہزمونا فاذا صائح یصیح یا
ساریۃ الجبل فاسندنا ظهورنا الی الجبل فہزمہم اللہ فقلنا لعمر کنت تصیح
بذلک .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر امیر ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نامی آدمی کو بنایا ایک مرتبہ
حضرت عمر نے خطبہ دیتے ہوئے پکارا اے ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہاڑ کی طرف ہو جا (تین
مرتبہ فرمایا) لشکر سے ایک پیغام لانے والا آیا اور کہا اے میرے المؤمنین ہم دشمن سے ملے پس ہم
شکست کے قریب تھے کہ ایک پکارنے والے نے پکارا اے ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہاڑ کی
طرف ہو جا۔ پس ہم نے اپنی پیٹھ پہاڑ کی طرف کر لی پس دشمن کو شکست ہو گئی۔ ہم نے حضرت
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ آپ نے یہ آواز دی تھی۔

تخریج حدیث:

- ۱۔ دلائل النبوة لفظہ لامام بیہقی ۶: ۳۷۰
- ۲۔ دلائل النبوة لامام لابى نعیم ۲: ۵۷۹، ۲: ۵۸۱
- ۳۔ شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ لامام لاکائی ۷: ۱۳۳۰، ۱۳۳۱
- ۴۔ کرامات اولیاء اللہ ۱۲۸، برقم ۶۷
- ۵۔ کرامات اولیاء ابن الاعرابی = بحوالہ تخریج الاربعین السلمیۃ فی التصوف
- ۶۔ فوائد الدیر عاقولی = التصوف - للسخاوی ۲۲
- ۷۔ الاربعین ابو عبد الرحمن السلمی مع تخریج للسخاوی ۲۲
- ۸۔ الطبقات الکبریٰ
- ۹۔ تاریخ الامم والملوک لامام طبری ۳: ۲۵۴

- ۱۰۔ ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۶۶:۲
- ۱۱۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ تاج الدین السبکی ۳۲۲:۲ طبع جدید ص ۳۶۵
- ۱۲۔ کتاب الاعتقاد امام بیہقی ۲۰۳
- ۱۳۔ تہذیب الآثار عبد الملک بن محمد الخرقوشی ۴۷، ص ۳۶۲
- امام زرکشی فرماتے ہیں:

وقد افرد الحافظ قطب الدین عبد الکرم الحلبي لهذا الحديث جزءاً
أوثق رجال هذه الطريق (اللائق المنشورة في الأحاديث المشهورة ص ۱۶۷) حافظ قطب
الدین عبد الکرم حلبي نے اس حدیث کے طرق پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے اور اس سند
کے تمام راویوں کی توثیق کی ہے۔

امام حافظ سخاوی فرماتے ہیں: و هو اسناد حسن.
(تخریج احادیث السلمیۃ فی التصوف للسخاوی ص ۴۵، والمقاصد الحسنة ص ۷۳۷)
اور وہ سند حسن ہے۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

قلت وللقصة طرق منها ما روى ابن مردويه من طريق ميمون بن
مهران عن ابن عمر عن ابيه . و منها ما اخرج الواقدي عن اسامة بن زيد بن
اسلم عن ابيه . . و منها ما اخرج الواقدي عن اسامة بن زيد بن اسلم عن ابيه .
و منها ما روى سيف عن ابي عثمان و ابي عمرو بن العلاء .

(تخریج احادیث السلمیۃ فی التصوف ص ۴۷، ۴۸)

میں کہتا ہوں کہ اس قصہ کے کئی طرق ہیں۔ ان میں سے ایک طریق وہ جس کو ابن
مردویہ نے ميمون بن مهران عن ابن عمر عن ابيه کی سند سے روایت کیا ہے اور ایک وہ جس کو واقدی
نے اسامہ بن زید بن اسلم عن ابيه کی سند سے بیان فرمایا اور وہ جس کو سيف نے عثمان اور ابو عمرو
بن العلاء کی سند سے روایت کیا ہے۔

حضرت امام شامی فرماتے ہیں:

والاثر عن امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح انہ قال یا ساریہ۔ (اجلیۃ الثوث فی رسائل ابن عابدین ۲: ۲۷۹)

اور حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ اثر صحیح سند سے ثابت کہ آپ نے فرمایا: یا ساریہ الجبل۔

صدیق الحسن بھوپالوی غیر مقلد نے تحریر کیا ہے:

”چنانچہ لوگ اب تک اس عاز کو معظم جان کر تبرک حاصل کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں قصہ ساریہ کو بیہوشی اور ابو نعیم نے دلائل النبوة میں اور لاکائی نے شرح السنۃ میں اور دیر عاقولی نے فوائد میں اور ابن الاعرابی نے کرامات اولیاء میں اور خطیب نے رواۃ مالک عن نافع عن ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ الفاظ کا کچھ فرق ہے۔

حافظ ابن حجر نے اصابہ میں کہا ہے کہ اسنادہ حسن۔

(تکریم المومنین بتقویم مناقب خلفاء الراشیدین ص ۶۱)

مولوی احمد حسن دہلوی غیر مقلد نے لکھا ہے:

اخرجه ایضاً ابو عبد الرحمن السلمی فی الاربعین و ابن الاعرابی فی کرامات اولیاء و ابو نعیم فی الدلائل و اللالکائی فی السنۃ و ابن عساکر فی مسنده (و حسن الالبانی اسنادہ) و قال الحافظ ابن حجر فی الاصابۃ (۲: ۳) اسنادہ حسن (و قال الحافظ ابن کثیر هذا اسنادہ جید حسن) (البداية ۷: ۱۳۱) و اخرجه ایضاً الخطیب فی رواۃ مالک و ابن عساکر فی مسنده و ابن مردويه بنحوہ ...

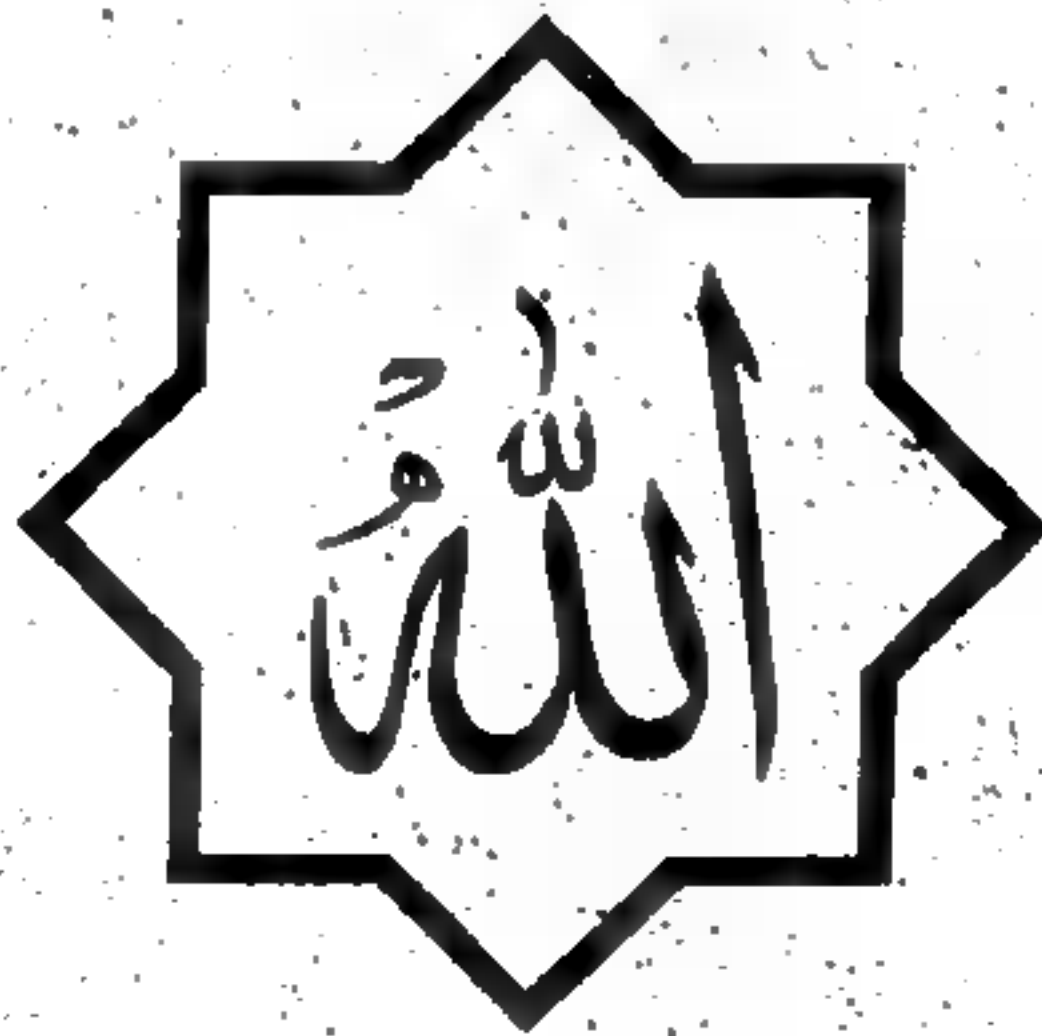
(تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ ۴: ۱۹۳، باب الکرامات حوالہ)

اس کو ابو عبد الرحمن سلمی نے ازربعین اور ابن اعرابی نے کرامات اولیاء ابو نعیم نے دلائل و لاکائی نے سنہ اور ابن عساکر نے مسند میں روایت کیا (البانی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے) اور

حافظ ابن حجر نے اصابت ۲: ۳ میں اس کی سند کو حسن کہا اور حافظ ابن کثیر نے ”البدایہ والنہایہ ۷: ۱۳۱“ میں کہا کہ اس کی سند پختہ اور حسن ہے اور اس کو خطیب نے روات مالک اور ابن عساکر نے بھی اپنی مسند میں اور ابن مزیہ نے اسی طرح روایت کیا ہے۔

لاحمد حسن دہلوی و ابی سعید محمد شرف الدین دہلوی مع
الاستدراکات حافظ صلاح الدین یوسف و حافظ نعیم الحق نعیم کلہم . من
غیر المقلدین.

جس پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کی یہ شان ہے تو اس کی اپنی کیا
شان مبارک ہوگی۔ لیکن نہ جانے منکرین شان رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا بیماری ہے
کہ ہر عظمت و شان والی چیز میں ان کو کچھ نہ کچھ عیب کیوں نظر آتے ہیں۔
ارے تجھ کو کھائے تپ ستر تیرے دل میں کس سے بخار ہے



حدیث نمبر ۱۹:

و اخبرنا ابو عبد الله الحافظ نا ابو عبد الله الصفا نا ابو بكر بن ابی الدنيا حدثنی سويد بن سعيد حدثنی ابن ابی الرجال عن سليمان بن سحيم قال: رأيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في النوم قلت يا رسول الله ا هؤلاء الذين يأتون فيسلمون عليك اتفقہ سلامهم قال: نعم وارد عليهم.

حضرت سليمان بن حکیم (تابعی، ثقہ) نے فرمایا کہ مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ لوگ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔ کیا آپ ان کا سلام سنتے اور سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں! ہم ان کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

تخریج حدیث:

۴۹۱:۳

امام بیہقی

شعب الایمان لفظہ

۳۶۵:۳

ابن عساکر

تہذیب تاریخ دمشق

امام غزالی ۵۲۲:۳

احیاء العلوم

۱۱۹

عبدالحق اشبیلی

کتاب العاقبہ

۶۴:۲

قاضی عیاض

الشفاع

موفق الدین بن عثمان (م ۶۵۱) ۳۶:۱

مرشد الزوار قبور الابرار

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں اور صلاۃ

وسلام سنتے اور جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ اور کئی خوش بخت حضرات آپ کے جواب کو سماعت بھی فرماتے ہیں۔

اس کی شاہد کئی احادیث ہیں جن میں سے کچھ یہاں نقل کی جاتی ہیں:
حدیث نمبر ۱:

حدثنا احمد بن عيسى حدثنا ابن وهب عن ابي صخران سعيداً
المقبري اخبره انه سمع ابا هريرة يقول سمعت رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم يقول: والذي نفس ابي القاسم بيده لينزلن عيسى بن مريم اماماً
مقسطاً وحكماً عادلاً وليصلحن ذات البين وليذهبن الشحناء وليعرضن عليه
المال فلا يقبله احد. ثم لئن قام على قبرى فقال يا محمد لاجيننه.

(مسند ابی یعلیٰ تحقیق الاثری ۱۰۱:۶ موسسہ علوم القرآن ۳۶۲:۱۱ دار المامون للشرایع بیروت)
بسنہ مذکور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں
ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان ہے۔ البتہ ضرور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام امام
منصف اور حاکم عادل بن کرنازل ہوں گے۔ یقیناً صلیب توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔
لوگوں کے آپس میں معاملات درست فرمائیں گے اور لوگوں کی ایک دوسرے سے دشمنیاں ختم
کر دیں گے اور مال پیش کریں گے تو کوئی اس کو نہ لے گا۔ پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں
گے۔ یا محمد تو میں ضرور بالضرور ان کو جواب دوں گا۔

اور مستدرک حاکم کے الفاظ اس طرح ہیں: ولیاتین قبری حتی یسلم علی
ولاردن علیہ (مستدرک ۲: ۵۹۵)

وہ میری قبر پر حاضر ہو کر مجھے سلام عرض کریں گے تو میں یقیناً ان کو جواب دوں گا۔
امام حاکم نے فرمایا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام ذہبی نے فرمایا صحیح ہے۔
امام ابوبکر پیشی فرماتے ہیں:

رواہ ابو یعلیٰ ورجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد)

اس کو امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا اور اس کے راوی صحیح بخاری ۸: ۲۱۱ باب ذکر الانبیاء

کے راوی ہیں۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

قلت: هو في الصحيح بغير هذا السياق. (العلی فی زوایر ابی یعلی ۳: ۱۳۲) میں کہتا ہوں کہ یہ روایت صحیح بخاری ۱: ۴۹۰ میں ان الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

المقصد امام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث شریف پر یہ باب باندھا حیاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی قبرہ۔

(المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمینیہ ۴: ۲۳، ۲۴: ۳۲۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں باحیات ہیں۔

جہاں اس حدیث شریف میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات فی القبر ثابت ہو رہی ہے وہیں یہ بھی ثابت ہو رہا ہے حج یا عمرہ کرنے والے شخص کو روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر حاضر کے صیغے سے صلاۃ و سلام پیش کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے اور حج و عمرہ کے بعد مدینہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ انور پر نیت کر کے جانا جائز ہی نہیں بلکہ انبیائے کرام کا مبارک طریقہ ہے۔

اعتراض:

اس حدیث شریف پر منکرین شان نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعتراض کرتے

ہوئے کہا:

مسند احمد میں لیاتین قبری حتی یسلم علی و لاردن علیہ..... کے

الفاظ ہی نہیں اور مستدرک حاکم میں یہ الفاظ ہیں۔ مگر حاکم کی سند میں محمد بن اسحاق ہے۔ (محمد بن

اسحاق پر مؤلف نے طویل جرح کی ہے)..... اور باقی حدیث کی کتاب میں یہ الفاظ صحیح سند

کے ساتھ کہیں نہیں ملتے۔ اور کیا عجب ہے کہ یہ محمد بن اسحاق کے دجل و کذب کا ہی کرشمہ ہو۔

(از شیر محمد آئینہ تسکین الصدور، ۱۳۲)

جواب:

قارئین محترم! یہ ہے ان حضرات کی تحقیق اور دیانت۔ اصل میں جو شخص انبیائے کرام کا گستاخ ہو تو اسے اچھی و بری، پاک و ناپاک اور نیک و بد کی تمیز ہی نہیں رہتی۔ جہاں فضیلت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی روایت دیکھی، فوراً اس کو رد کرنے پر تل گئے اور اپنی قسمت و قبر کی طرح صفحات سیاہ کرنے شروع کر دیئے۔ مولوی بذکور نے اس روایت کے صرف ایک راوی محمد بن اسحاق پر جرح چار صفحات میں نقل کی ہے۔ حالانکہ اس میں محمد بن اسحاق متفرد نہیں ہے ہم نے مانا کہ محمد بن اسحاق ضعیف بلکہ زبردست ضعیف ہے لیکن کہاں؟ احکام میں حلال و حرام میں، فضائل اور تاریخ میں یہ راوی امام اور اتنا ہی ثقہ ہے جتنا کہ احکام میں کمزور ہے اور یہ حدیث شریف تو باب فضائل میں سے ہے لہذا یہاں اگر یہ متفرد بھی ہوتا تو قابل قبول تھا جبکہ ہماری پیش کردہ روایت مسند ابی یعلیٰ کی سند میں تو یہ راوی سرے سے ہے ہی نہیں۔

اور مسند ابی یعلیٰ کی سند کے تمام راوی صحیحین کے راوی ہیں جیسا کہ امام بیہقی کے حوالہ سے گذرا۔ اس سند کا پہلا راوی احمد بن منوی ہے۔ اس سے امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت لی ہے۔

دوسرا راوی ابن وہب یعنی عبد اللہ بن وہب بن مسلم ہے۔ جو کہ زبردست ثقہ راوی ہے۔ اس سے بھی حضرات متبحرین نے صحیحین میں روایت لی ہے۔

تیسرا راوی ابو صخر یعنی حمید بن زیاد

اس سے امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت لی ہے

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے..... لاندہ ہوں کے ذہنی زمان زیر علی زئی نے لکھا اس کی سند حسن ہے اس کے تمام راوی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔ (ماہنامہ محدث ص ۳۳، ماہ جولائی ۱۹۹۵ء) (خادم مناظر اسلام قاری محمد ارشد مسعود عفی عنہ)

جبکہ امام احمد، یحییٰ بن معین، ابن عدی وغیرہ نے اس کی توثیق فرمائی ہے۔

(تہذیب الکمال ۵: ۲۲۳، ۲۲۴)

چوتھا راوی، سعید بن ابی سعید المقبری۔ یہ صحیحین کا مرکزی راوی ہے۔ اور زبردست ثقہ ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی القبر کی زبردست دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۲:

روضہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اذان و اقامت کی آواز آتا:

عن سعید بن المسیب قال : لقد رأيتني ليالي الحرة و ما في مسجد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم غیری و ما یاتی وقت صلاة الا سمعت الاذان من القبر ثم اتقدم فاقيم واصلي وان زمرا فيقولون : انظروا الى الشيخ المجنون . (دلائل النبوة لابن نعیم ۲: ۵۶۷) (لفظ لہ)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ ایام حرہ کی راتوں میں میں نے خود کو یوں پایا کہ مسجد نبوی میں میرے سوا کوئی نہ ہوتا تھا اور جب بھی نماز کا وقت ہوتا تو مجھے قبر نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اذان کی آواز آتی تو میں آگے بڑھ کر اقامت کہتا اور نماز پڑھ لیتا جبکہ اہل شام مسجد میں گروہ درگروہ آتے اور کہتے کہ اس پاگل بوڑھے کو دیکھو۔

الفصل الثامن والعشرون، زبیر بن بکارتی اخبار المدینہ بحوالہ سبل الہدی والرشاد للشامی، ۱۲: ۳۵۷

کرامات اولیاء اللہ۔ امام لاکائی ۹: ۱۸۳، سنن الداری۔ امام داری ۱: ۴۳، طبقات الکبریٰ لابن سعد ۵: ۱۳۲، باب ما اکرم اللہ تعالیٰ ننبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یہ صحیح اثر بتا رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں۔ اور پانچوں وقت اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں جیسا کہ حضرات فقہاء و محدثین نے فرمایا ہے۔

امام زرقانی فرماتے ہیں:

لحياته في قبره يصلی فيه بأذان و اقامة. (زرقانی شرح المواہب ۸: ۱۶۹)
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر میں حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

و هو حی فی قبره یصلی فیہ بأذان و اقامة و كذلك الانبیاء.

(کشف الغمہ عن جمیع الامتہ ۱: ۶۷ کتاب النکاح)

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔ ایسے ہی دیگر انبیائے کرام بھی ادا فرماتے ہیں۔

اس اثر پر بھی منکرین و معاندین نے چند اعتراضات کئے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:
مسعود الدین عثمانی نے کہا:

ایک ناقابل اعتبار روایت بیان کی جاتی ہے کہ ”واقعہ الحرة“ کے زمانہ جو ذوالحجہ ۶۳ھ میں پیش آیا۔ تین رات دن مسجد نبوی میں نہ تو اذان دی جاسکی نہ اقامت ہوئی۔ لیکن سعید بن مسیب نے مسجد نہیں چھوڑی۔ وہ نماز کا وقت قبر نبوی سے آنے والی ایک دہائی آواز سے معلوم کر لیتے۔
(رواہ الدارمی، مشکوٰۃ ۵۴۵)

سند یوں ہے: اخبرنا مروان بن محمد عن سعید بن عبدالعزیز عن سعید بن المسیب
اور یہ دونوں ناقابل اعتبار ہیں۔

سعید بن عبدالعزیز کا سعید بن مسیب سے سماع ثابت نہیں۔ اس لئے یہ روایت منقطع ہے اور مروان بن محمد کو حزم نے ضعیف کہا اور عقیلی کہتے ہیں کہ وہ گروہ مرجیہ میں سے تھا۔
(میزان الاعتدال ۳: ۱۶۳) (یہ قبریں یہ آستانے ص ۲۱)

جواب:

معارض مذکور نے اس صحیح روایت کو ناقابل اعتبار ثابت کرنے کے لئے دو اعتراض

کئے ہیں جو کہ بالکل غلط اور معترض مذکور کی جہالت اور علم حدیث سے ناواقفیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۱۔ مروان بن محمد اور سعید بن عبد العزیز دونوں ناقابل اعتبار ہیں، کیوں؟ سعید بن عبد العزیز کا سعید بن مسیب سے سماع ثابت نہیں۔

اور یہ بات صحیح بھی ہو تو اس سے راوی ناقابل اعتبار کیسے ہوا؟ یہ قانون کس نے کہاں تحریر فرمایا ہے؟ عثمانی کا کوئی گمراہ مرید اس کا جواب دے گا.....؟ ہمیں انتظار رہے گا۔

حالانکہ یہ بات ہی غلط ہے۔ جناب سعید بن عبد العزیز جو کہ زبردست ثقہ امام ہے اس کی حضرت سعید بن مسیب سے ملاقات کا قوی امکان موجود ہے، لہذا یہ روایت منقطع نہیں بلکہ متصل ہے، کیونکہ حضرت سعید بن مسیب کی وفات بقول واقدی ۹۲ھ اور بقول ابو نعیم ۹۳ھ (تہذیب الکمال ۷: ۳۰۳) اور امام یحییٰ بن معین کے قول کے مطابق ان کی وفات ۱۰۰ھ ہے۔

(تہذیب التہذیب ۴: ۸۶)

جبکہ سعید بن عبد العزیز کی ولادت حسن بن بکار بن بلال کے قول کے مطابق ۸۳ھ ہے، لہذا کم از کم دس سال اور زیادہ سے زیادہ سترہ سال کا عرصہ ہے، کیا اتنے سالوں میں آدمی دوسرے سے ملاقات نہیں کر سکتا؟

اور سند کے اتصال کے لئے امکان لقا ہی کافی ہے جیسا کہ اصول کی کتب میں تفصیل موجود ہے۔ لہذا یہ روایت منقطع و مرسل نہیں بلکہ متصل ہے۔

دوسرا اعتراض کہ مروان بن محمد کو ابن حزم نے ضعیف کہا ہے اور عقیلی کہتے ہیں کہ وہ گروہ مرجیہ میں سے تھا۔

ہم کہتے ہیں کہ مروان بن محمد زبردست ثقہ اور مثبت ہے۔ اور جہاں تک اس کا مرجی ہونا ہے تو جب تک اپنے عقیدہ کے بارے میں روایت نہ کرے اس وقت تک جرح ہی تصور نہیں ہوگی۔ امام ابو حاتم اور صالح بن محمد الحافظ نے فرمایا ثقہ ہے۔

امام عبد اللہ بن یحییٰ بن معاویہ الباشمی نے فرمایا میں نے تین طبقات پائے ان میں

سے ایک سعید بن عبدالعزیز کا اور اس طبقہ میں میں نے مروان بن محمد سے زیادہ خاشع شخص نہیں دیکھا۔ امام سلیمان الدرائی نے کہا کہ میں نے کوئی شامی مروان بن محمد سے افضل نہیں دیکھا۔ ان سے کہا گیا کہ اس کا شیخ سعید بن عبدالعزیز اور یحییٰ بن حمزہ بھی نہیں تو انہوں نے فرمایا وہ بھی نہیں۔ امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا۔

امام ابو زرہ فرماتے ہیں کہ مجھے امام احمد نے فرمایا تمہارے پاس تین محدث ہیں: مروان بن محمد، ولید بن مسلم اور ابو مسہر۔

ابن معین نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ دارقطنی نے کہا ثقہ ہے۔

(تہذیب الکمال ۱۸: ۱۹، ۲۰)

جب محدثین کے اتنی کثیر تعداد بالاتفاق اس کی توثیق فرما رہی ہے تو پھر ابن حزم کا اس کو ضعیف کہنا اس کو کوئی نقصان نہیں دیتا ویسے بھی ابن حزم کا رد کیا گیا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

وضعه ابو محمد بن حزم خطأ لانا لا نعلم له سلفا في تضعفه.

(تہذیب التہذیب ۱۰: ۹۶)

اس کو ضعیف کہنا ابن حزم کی غلطی ہے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ ابن حزم سے پہلے بھی کسی نے اس کو ضعیف کہا ہو۔

لہذا عثمانی کا اس کو ضعیف قرار دے کر ناقابل اعتبار کہنا اپنے ایمان کو ہی ناقابل اعتبار کرنے کے مترادف ہے۔

محمد حسین نیلوی مماتی نے اعتراض کیا ہے:

اس میں ایک راوی سعید بن عبدالعزیز جو ثقہ امام ہے۔ لکنہ اختلط فی آخر عمرہ (تقریب) لیکن اس کی اخیر عمر میں حافظہ خلط ملط ہو گیا تھا۔ (ندائے حق ۱: ۲۷۳)

معلوم ہوتا ہے کہ جناب نیلوی صاحب کو مختلط کی روایت کے قبول اور عدم قبول کے اصول کا ہی علم نہیں ورنہ ایسی ادھوری اور بے تکی بات ہرگز نہ تحریر کرتے۔

مخلط کی روایت کے قبول اور عدم قبول کا اصول امام بن صلاح فرماتے ہیں:

والحكم أنه يقبل حديث من اخذ عنهم قبل الاختلاط ولا يقبل حديث من اخذ عنهم بعد الاختلاط أو أشكل أمره فلم يدرك هل اخذ عنه قبل الاختلاط أو بعده. (مقدمہ ابن الصلاح مع شرح التقييد والايضاح ۴۴۲)

ان (مخلطین) میں حکم یہ ہے کہ ان کی احادیث اختلاط سے پہلے روایت لینے والوں سے قبول کی جائے گی اور جن راویوں نے ان سے اختلاط کے بعد روایت لی یا ایسے راوی کہ جن کے بارے میں یہ امر مشکل ہو کہ انہوں نے اختلاط سے پہلے روایت لی یا بعد میں تو ایسے راویوں سے روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

تقریباً انہیں الفاظ کے ساتھ اصول امام ابن حبان نے بھی بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: (کتاب الجرح وحصن من المحدثین والضعفاء المتروکین ۲: ۱۲۹۵، ترجمہ محمد بن فضل) تو ثابت ہوا کہ ہر مخلط کی روایت ہر حالت میں مردود نہیں ہوگی بلکہ جب ان سے روایت کرنے والا راوی اگر اختلاط سے پہلے روایت کرنے والا ہے تو روایت مقبول اور صحیح ہوگی۔

اور یہاں اس روایت میں سعید بن عبد العزیز سے راوی، مروان بن محمد ہے جو کہ اس سے قبل الاختلاط روایت کرتا ہے۔

امام ابن الصلاح فرماتے ہیں: و اعلم أن من كان من هذا القبيل محتجا بروايته في الصحيحين أو أحدهما فانا نعرف على الجملة أن ذلك مما تميز كان ماخوذا عنه قبل الاختلاط. (مقدمہ ابن الصلاح مع شرح ۴۶۶)

اور اس قبیل کے راوی جن سے صحیحین یا ان میں کسی ایک میں روایت لی گئی ہے تو ہم پہنچائیں کہ اس سے روایت کرنے والے نے اختلاط سے پہلے روایت لی ہے۔

اور مروان بن محمد کی روایت سعید بن عبد العزیز سے صحیح مسلم میں موجود ہے لہذا ثابت ہوا کہ مروان بن محمد نے سعید بن عبد العزیز سے ان کے مخلط ہونے سے پہلے روایت لی ہے۔

سعید بن عبد العزیز کے متابع:

اور پھر جناب نیلوی و عثمانی اور ان کے حواریوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس روایت میں سعید بن عبد العزیز متفرد بھی نہیں ہے۔ اگرچہ وہ متفرد ہونے کے باوجود بھی اتنا ثقہ ہے کہ اس کی روایت صحیح ہے۔ یہاں تو اس کے ثقہ متابع موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

• أخبرنا الوليد بن عطاء بن الأغر المكي قال: أخبرنا عبد الحميد بن سليمان عن أبي حازم قال: سمعت سعيد بن المسيب يقول:

(طبقات الكبرى لابن سعد ۵: ۱۳۲، کرامات اولیاء اللہ لامام لا لکالی ۹: ۱۸۳)

أخبرنا محمد بن عمر قال: حدثني طلحة بن محمد بن سعيد عن أبيه قال: كان سعيد بن المسيب أيام الحرة في المسجد.

(طبقات الكبرى لابن سعد ۵: ۱۳۲)

پہلی سند میں سعید بن عبد العزیز کا متابع ابو حازم سلمہ بن دینار ہے جو کہ صحیحین کا زبردست ثقہ راوی ہے۔ نہ تو اس کے بارے میں جرح ہے کہ یہ مخطوط ہو گئے تھے اور نہ ہی ان کی سعید بن مسیب سے ملاقات پر اعتراض ہے۔ جبکہ دوسری سند میں سعید بن عبد العزیز کا متابع محمد بن سعید ہے جو کہ حضرت سعید بن المسيب کا بیٹا ہے اور یہ بھی ثقہ ہے۔

جب یہ روایت سند و متن کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے تو اس کو ماننا ہی مسلمانی ہے۔ لیکن ایک نام نہاد (غیر مقلد) اہل حدیث کی بھی سنئے کہ وہ صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔

واقعہ حرہ میں سعید بن المسيب کا مسجد نبوی میں اذان سننا مدعا کے لحاظ سے بالکل بے معنی ہے۔ سعید بن المسيب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز نہیں پہچانتے تھے ممکن ہے یہ آواز کسی پاکباز جن یا فرشتہ کی ہو۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دنیوی زندگی کیسے ثابت ہوئی۔ (تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدید مساعی ص ۴۱۶، از مولوی اسماعیل سلفی)

استغفر اللہ ولا حول ولا قوة الا باللہ، یہ ہے ان لوگوں کا گندہ عقیدہ قبر نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی پاکباز جن یا فرشتہ تو نہیں بولا البتہ اس مولوی مذکور کی زبان و قلم پر ضرور کسی

خبیث جن یا ابلیس کا قبضہ ہے۔ آج تک کسی راسخ العقیدہ مسلمان نے یہ قول نہیں کیا سوائے ابن تیمیہ یا اس کی ذریت کے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ تو ارشاد فرمایا کہ میری قبر پر فرشتہ ہے جو مجھے تمہارا (امت کا) درود و سلام پہنچاتا ہے۔ یہ کسی حدیث شریف میں نہیں کہ جن یا فرشتہ میری قبر میں اذان دیا کریگا۔ اگر کوئی ایسی حدیث ہے تو اس کا حوالہ سلفی صاحب کے حواریوں کی طرف سے آنا چاہئے۔

اور اگر نہیں تو وہ اپنی دیگر گستاخیوں کے ساتھ ساتھ اس گستاخی کی سزا بھی بھگت رہا ہوگا۔ اب اس کے حواریوں کو ہی اپنی گستاخانہ ذہنیت سے توبہ کر لینی چاہئے، یہ تو وہ بارگاہ ہے کہ جس کے بارے میں کسی نے کہا:
لے سانس بھی آہستہ کہ دربار نبی ہے

اور

ادب گاہ ہے ست زیر آسماں از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

شاہد نمبر ۳:

عن ابن بشار قال حججت فی بعض السنین فجت المدینة فتقدمت الی قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فسلمت علیہ فسمعت من داخل الحجرة وعلیک السلام.

(ابن التجار بحوالہ سبل الہدی والد شارح ۱۲: ۳۵۷، شفاء السقام ۵۱، جذب القلوب ۱۹۹)

حضرت امام ابراہیم بن بشار فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال حج کیا تو مدینہ شریف حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر انور کی طرف گیا اور سلام عرض کیا تو میں نے حجرہ سے وعلیک السلام کی آواز سنی۔

شاہد نمبر ۴: ابن نجار روایت کرتے ہیں:

اخبرنی ابو محمد داود بن علی بن محمد بن ہبة اللہ بن الم قال: انبأ ابو الفرج المبارك بن عبد اللہ بن محمد بن النور قال حکى لى شيخنا ابو نصر عبد الواحد عبد الملك بن محمد بن ابى سعد الصوفى الكرجى قال: حجت على الانفراد و قصدت المدينة صلوات الله على ساكنها قبل الحج لزيارة النبی صلى الله تعالى عليه وسلم والحج بعد ذلك لا حظى بزيارة النبی صلى الله تعالى عليه وسلم وجلست عند الحجرة فينا أنا جالس اذ دخل الشيخ ابو بكر الديار بكرى و وقف ، بازاء وجه النبی صلى الله تعالى عليه وسلم وقال: السلام عليك يا رسول الله ، فسمعت صوتا من الحجرة و عليك السلام يا ابا بكر فقلت للشيخ ابى نصر الكرجى مستثباتاً: يا سيدى: سمعت النبی صلى الله تعالى عليه وسلم رد عليه : فقال سمعت من داخل الحجرة: و عليك السلام يا ابا بكر و سمعه من حاضر.

(ذیل تاریخ بغداد بن نجار ۱۶: ۲۵۴، ۲۵۵)

بہند مذکور حضرت امام عبد الواحد بن عبد الملك بن محمد بن نقود الکرجی قطب وقت فرماتے ہیں کہ میں نے اکیلے حج کیا اور حج سے پہلے مدینہ طیبہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضری دی۔ پس میں مدینہ داخل ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی (قبر منورہ) کی زیارت کی اور حجرہ پاک کے قریب بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھنے کے دوران ہی شیخ ابو بکر دیار بکری حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ السلام عليك يا رسول الله تو میں نے حجرہ شریف سے آواز سنی و عليك السلام اے ابو بکر، راوی کہتا ہے میں نے شیخ ابو نصر الکرجی سے پوچھا اے میرے آقا آپ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سلام کا جواب سنا تو انہوں نے فرمایا میں نے اور اس وقت جتنے لوگ حاضر تھے سب نے حجرہ سے سلام

علیک یا ابا بکر۔

ایسے بی شمار واقعات ہیں کہ بعض اولیائے کرام علیہم الرحمہ نے جواب سنا، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ انبیائے کرام کی قبور پر جا کر ان سے سوال کرنا یہ سنت انبیاء اور ان حضرات کا قبور سے جواب دینا یہ بھی حضرات انبیائے کرام کی سنت ہے۔

حیاۃ اور کلام فی القبر کا عجیب واقعہ:

حدثنا ابن فضیل عن سلیمان التیمی عن سفیان عن ابی اسحاق عن عمارۃ بن عبد عن علی قال: انطلق موسیٰ و ہارون علیہم السلام و انطلق شبیر و شبیر۔ فانتھوا الی جبل فیہ سریر فنام علیہ ہارون فقبض روحہ فرجع موسیٰ الی قومہ فقالوا انت قتلہ حسدا علی۔ خلقہ قال: کیف اقللہ و معی ابناؤہ قال فاختاروا سبعین رجلا قال فاختاروا من کل سبط عشرة۔ قال وذلک قولہ و اختار موسیٰ قومہ سبعین رجلا فانتھوا الیہ فقالوا من قتلک یا ہارون؟ قال: ما قتلنی احد، و لکن توفانی اللہ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱: ۵۲۹) ۵۳۰، کتاب الفضائل تاریخ طبری ۱: ۲۲۲، ۲۵، تفسیر ابن جریر ۹: ۵۱)

بند مذکور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ و ہارون اور شبیر و شبیر تشریف لے گئے۔ حتیٰ کہ وہ ایک پہاڑ پر پہنچے۔ وہاں ایک تخت تھا تو حضرت ہارون علیہ السلام اس پر آرام فرمانے کے لئے لیٹ گئے اور ان کی روح قبض ہو گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس واپس آئے تو انہوں نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام تو نے حضرت ہارون علیہ السلام پر حسد کرتے ہوئے ان کو قتل کر دیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا میں اس کو کیسے قتل کر سکتا ہوں جبکہ اس کے دونوں بیٹے میرے ساتھ تھے تو آپ نے فرمایا کہ ستر آدمی منتخب کرو، فرمایا ہر گروہ سے دس آدمی لو اور اللہ کے اس قول ”و اختار موسیٰ قومہ سبعین رجلا“ کا اسی طرف اشارہ ہے حتیٰ کہ وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کو (قبر سے) آواز

دیتے ہوئے کہا اے ہارون علیہ السلام تجھ کو کس نے قتل کیا ہے تو حضرت ہارون علیہ السلام نے (قبر سے) آواز دی اور فرمایا مجھے کسی نے بھی قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وفات دی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت بظاہر موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے کیونکہ یہ اصول ہے کہ صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے۔

تفسیر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام حاکم فرماتے ہیں:

وتفسير الصحابي عندهما مسند. (مستدرک امام حاکم ۱: ۲۲۳، ۲۸۵)

اور صحابی کی تفسیر امام بخاری اور مسلم کے نزدیک مسند (مرفوع) ہوتی ہے۔

معرفۃ علوم الحدیث للامام حاکم، ۲۰

الاحادیث المختاره: ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد المقدسی الحنبلی ۲: ۶۳

توجیہ النظر الی اصول الاثر۔ طاہر بن صالح احمد الجزائری ۱۶۵

ارشاد طلاب الحقائق الی معرفۃ سنن خیر الخلائق۔ امام نووی ۱: ۱۶۴

اس حدیث شریف سے کئی مسائل حل ہوئے۔

یہ کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی قبور پر حاضر ہو کر حاضر کے صیغہ سے پکارنا۔

ان کو زندہ تصور کرتے ہوئے خطاب کرنا، انبیاء کا قبور مقدسہ میں آواز سننا، سوالوں کا

جواب دینا کہ تمام حاضرین ان جوابات کو سن سکیں۔

نیت کر کے گھر سے قبر کی طرف جانا:

یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرات انبیائے کرام سنتے، جانتے اور جواب دیتے ہیں، یہ شرک نہیں

بلکہ نبیوں کا پاک عقیدہ ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ منکرین حیات انبیاء و سماع فی القبور کے عقائد

بالکل غلط اور عقائد انبیاء و صحابہ سے بالکل متضاد و متصادم ہیں۔

حدیث نمبر ۲۰:

وما يدل على حياتهم ما اخبرنا ابو عبد الله محمد بن عبد الله الحافظ
 اخبرني ابو محمد البزني ثنا علي بن محمد بن عيسى ثنا ابو اليمان أنبا
 شعيب عن الزهري قال اخبرني ابو سلمة بن عبد الرحمن وسعيد بن المسيب
 ان ابا هريرة قال: استب رجل من المسلمين ورجل من اليهود فقال المسلم:
 والذي اصفى محمدا على العالمين فاقسم بقسم فقال اليهودي: والذي
 اصفى موسى على العالمين فرفع المسلم عند ذلك يده فلطم اليهودي
 فذهب اليهودي الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فاخبره بالذي كان من
 امره و امر المسلم فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: لا تخيروني على
 موسى فان الناس يصعقون فاكون اول من يفيق فاذا موسى باطش بجانب
 العرش فلا ادري اكان ممن صعق فافاق قبلي او كان ممن استثنى الله عز
 وجل. (رواه البخاري في الصحيح عن ابي اليمان و رواه مسلم عن عبد الله بن
 عبد الرحمن وغيره عن ابي اليمان)

بسنہ مذکور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک
 مسلمان اور ایک یہودی کی آپس میں تلخ کلامی ہو گئی۔ مسلمان نے کہا اس ذات کی قسم جس نے
 محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام جہانوں پر فضیلت عطا فرمائی اور یہودی بولا کہ اس ذات کی قسم
 جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہانوں پر فضیلت بخشی۔ اس پر مسلمان نے یہودی کو زوردار
 طمانچہ مار دیا، یہودی حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنا اور مسلمان
 کا باہم ماجرہ سنایا، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو کیونکہ

لوگ (صور اسرئیل کی) کڑک سے بیہوش ہو جائیں گے اور سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا۔ اچانک میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا ایک پایا پکڑے ہوئے۔ میں از خود نہیں جانتا کہ وہ بیہوش ہونے والوں میں سے ہوئے اور مجھ سے پہلے انہیں ہوش آجائے گا۔ یا پھر ان میں سے ہوں گے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اس سے مستثنیٰ فرمایا ہے۔

تخریج حدیث:

۱: ۳۲۵، ۲: ۷۱۱ ط

بخاری شریف

۲۸۶: ۴

۲: ۲۶۷ ابوداؤد شریف

مسلم شریف

۲: ۲۶۴، ۳: ۳۳

مسند امام احمد

۱۱: ۵۱۱

مصنف ابن ابی شیبہ

۱۱: ۵۲۰ (طرف الآخر منہ)

عن ابی سعید

مسند ابی یعلیٰ

۳: ۳۱۸

السنن الکبریٰ للنسائی

۱۵: ۱۰۵، ۱۵: ۱۰۷

للإمام بغوی

شرح السنۃ

امام طبرانی ۱: ۱۹۰، عن ابی سعید طرف منہ

المعجم الاوسط

یہ حدیث شریف بھی حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات پر واضح دلیل ہے۔

شراح حیاة الانبیاء حضرت علامہ محمد بن خاکی بوسنوی فرماتے ہیں:

وجه احتجاج البیهقی بهذین الحدیثین علی حیاة الانبیاء بعد وفاتہم

ان الصنع هو الغشی او الموت وهذا لا یقبلہ الا من کان فی ذلک الوقت حیا

حتی لا یكون تحصیل حاصل فموسیٰ علیہ السلام لا یخلوہ الحال اما ان

یکون صنع او لم یصنع بل حوسب بصعقة یوم الطور فعلیٰ کلا الحالین فیہ

دلالة علی حیاته و سائر الانبیاء مثله فی ذلک. (شرح حیاة الانبیاء للبوسنوی، ۲۰)

حضرت امام بیہقی کے ان دونوں حدیثوں سے حیات الانبیاء پر استدلال کی وجہ یہ ہے

کہ صعقہ غشی کو کہتے ہیں یا موت کو، اور یہ اسپر آسکتی ہے جو کہ اس وقت زندہ ہوتا کہ تحصیل حاصل

لازم نہ آئے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غشی آئے گی یا پھر غشی بھی طاری نہ ہوگی بلکہ وہ طور کی غشی سے ہی ان کا محاسبہ ہو چکا ہے۔ پس ان دونوں حالتوں میں آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے زندہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔
حضرت امام علی بن برہان الدین حلی شافعی فرماتے ہیں:

وفيه ان هذا يقتضي ان الانبياء عليهم الصلوة والسلام يفرعون لانهم احياء . (انسان العيون ۳: ۳۰۴)

اس حدیث شریف میں یہ (فزع) اس بات کا مقتضی ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام پر فزع طاری ہوگا کیونکہ وہ زندہ ہیں۔
علامہ ابن قیم نے تحریر کیا:

فاما صعق غير الانبياء فموت ، امام صعق الانبياء فلا ظهر انه غشية . (كتاب الروح، ۵۸ المسألة الرابعة)

صعقہ غیر انبیاء کے لئے تو موت ہے لیکن انبیاء کے لئے صعقہ کا معنی غشی ہے۔
حضرت امام بدالدین عینی فرماتے ہیں:

الموت ليس بعدم انما هو انتقال من دار الى دار فاذا كان هذا للشهداء كان الانبياء بذلك احق واولى مع انه صح صلى الله تعالى عليه وسلم ان الارض لا تاكل اجساد الانبياء عليهم الصلاة والسلام . (عمدة القاری ۲: ۲۵)
موت عدم محض کا نام نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہونا ہے۔ جب یہ شہداء کے لئے ثابت ہے تو انبیائے کرام تو اس کے زیادہ حق دار اور اولیٰ ہیں۔
حضرت امام شمس الدین ابوبکر قرطبی فرماتے ہیں:

فاما صعق غير الانبياء فموت و امام صعق الانبياء فلا ظهر انه غشية فاذا نفخ في الصور نفخة البعث من مات حيي و من غشي عليه افاق .

(الذکرۃ فی احوال الموتی الآخرة ۱۷۹)

غیر انبیاء کے لئے تو صعقہ موت ہوگی لیکن حضرات انبیائے کرام کے لئے غشی ہوگی پس جب صور میں پھونکا جائے گا تو مردے زندہ ہو جائیں گے اور سب بیہوش ہوش میں آجائیں گے۔

حضرت امام حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں:

و علیٰ هذا حمل طائفة من العلماء منهم البيهقي و ابو العباس القرطبي : قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في قوله تعالى ونفخ في الصور فصعق من في السموات و من في الارض الا من شاء الله ، ثم نفخ فيه اخرى (الزمر ۶، پارہ نمبر ۲۲) فاكون انا اول من يبعث فاذا موسى اخذ بالعرش (الحديث) . ولان حياة الانبياء اكمل من حياة الشهداء بلا ريب فشملمهم حكم الاحياء ايضا ويضعفون مع الاحياء حينئذ لكن صعقة غشی لا صعقة موت .

(احوال القبور و احوال ابلیہا الی النشور ۲۵، حدیث نمبر ۴۲۷)

اور علماء کی ایک جماعت کہ جن میں سے امام بیہقی اور امام قرطبی ہیں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کے فرمان (و نفخ في الصور....) کے فرمان کو حیات الانبیاء پر محمول فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا، میں سب سے پہلے اٹھونگا۔ اور اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوئے ہوں گے کیونکہ انبیائے کرام کی حیات شہداء کی حیات سے بلا شک و شبہ اکمل ہے، لہذا وہ بھی زندہ کے حکم میں شامل ہیں۔ اور زندوں کے ساتھ ان پر صعقہ ہوگا۔ لیکن وہ غشی کی حالت ہوگی نہ کہ موت کی۔

جہاں ان دونوں احادیث (۲۱، ۲۰) سے حیات الانبیاء فی قبور ہم ثابت ہوتی ہے وہاں ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عاشق رسول اپنے پیارے آقا کے بارے میں کوئی ایسی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوتا کہ جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عشق کو ملاحظہ فرمائیں کہ ایک سہوادی صرف

اتنا کہتا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سارے جہاں پر فضیلت دی تو مسلمان عاشق صادق صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ یہ جانتے ہوئے کہ یہ یہودی ہے اس کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے نبی کی شان بیان کرے۔ لیکن صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنا بھی سننا گوارہ نہیں کرتے۔ یہی عشق و محبت کا تقاضا ہے کہ محبت کو محبوب کے بارے میں غیرت مند ہونا چاہئے۔

ادھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ غیرت دینی و عشق رسول ہے کہ یہودی کے منہ سے صرف اتنی سی بات سن کر طیش میں آ جاتے ہیں اور ادھر آج کل کے نام نہاد مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ شیطان و ملک الموت کی طاقت و علم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زائد بتلا رہے ہیں اور اس پر مناظرے کرنے کے لئے تیار ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ محبت و دفاع صحابہ کا نعرہ بھی لگا رہے ہیں۔ فی اللعجب

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو، یا حضرات انبیائے کرام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو تو یہ آپ کا فرمانا تو واضح کے طور پر ہے۔

حضرت امام بن الخلال امام احمد سے روایت کرتے ہیں:

وذهب فيه الى ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انما اراد التواضع

(النبة لابن الخلال ۱: ۱۹۲، باب الفضايل بينا محمد صلى الله تعالى عليه وسلم)

بہ۔

اس میں وہ (امام احمد وغیرہ) اس طرف گئے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو

اضاع فرمایا ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں:

انه قاله صلى الله تعالى عليه وسلم على طريق التواضع و نفى الكبر

(شفاء شريف ۱: ۱۴۲، ۱۴۳)

والعجب۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بطور تواضع اور تکبر و غرور کی نفی کے طور پر فرمایا۔

حدیث نمبر ۲۱:

و فی الحدیث الثابت عن الاعرج عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه قال:

لا تفضلوا بین انبیاء اللہ تعالیٰ فانه ینفخ فی الصور لیصعق من فی السموات و من فی الارض الا من یشاء اللہ ثم نفخ فیہ اخرى فاكون اول من یبعث فاذا موسیٰ آخذ بالعرش فلا ادری احوسب بصعقة یوم الطور ام ببعث قبلی.

اور صحیح و ثابت حدیث میں ہے جو کہ اعرج نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو باہم دوسرے پر فضیلت نہ دو۔ اس لئے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین کی ہر جان پر غشی طاری ہو جائے گی سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ فرمائے گا۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے مجھے اٹھایا جائے گا اچانک (میں دیکھوں گا) کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوئے ہونگے۔ میں نہیں کہتا کہ کیا طوز کی بے ہوشی ہی ان کو کفایت کرے گی یا وہ مجھ سے پہلے اٹھائے جائیں گے۔

امام بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

انه قاله تواضعا ونفيا للكبر والعجب.

(عمدہ القاری ۲: ۲۵۱ کتاب الخصومات)

آپ نے یہ تواضعا اور تکبر اور غرور کی نفی کے طور پر فرمایا۔

حضرات محدثین کرام کی عبارات سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ

تواضع فرمایا تھا۔ یا پھر اس تفضیل سے مراد وہ تفضیل ہے کہ جس سے دوسرے نبی علیہ السلام کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

الا لا یفضل بینہم تفضیلاً یودی الی تنقص بعضهم. (الشفاء: ۱۴۳)
خبردار انبیائے کرام کے درمیان ایک دوسرے پر ایسی فضیلت نہ دو کہ ان میں سے بعض کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔

اس سلسلہ میں حضرات علمائے کرام نے مزید کئی اقوال درج فرمائے ہیں، ملاحظہ فرمائیں: ”الشفاء للقاضی ۱۴۲، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۱۲: ۲۵۱ وغیرہما۔

سب سے اعلیٰ واولیٰ ہمارا نبی

سب سے بالا ووالا ہمارا نبی

ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام کائنات سے افضل ہیں اور ایسی تفضیل منع نہیں

ہے جیسا کہ

حضرت قاضی عیاض ہی فرماتے ہیں:

منع التفضیل فی حق النبوة والرسالة فان الانبياء فيها على حد واحد
اذ هي شئ واحد لا يتفاضل واما التفاضل في زيادة الاحوال والخصوص
والكرامات والرتب والالطاف واما النبوة في نفسها فلا تتفاضل واما
التفاضل بامور اخر زائدة عليها و لذلك منهم رسل و منهم اولو عزم من
الرسل و منهم من رفع مكانا عليا و منهم من اوتى الحكم صبيا و اوتى بعضهم
الزبور. و بعضهم الينات و منهم من كلم الله و رفع بعضهم درجات. قال الله
تعالى و لقد فضلنا بعض النبيين على بعض الآية و قال: تلك الرسل فضلنا
بعضهم على بعض، الآية.

(الشفاء بحرف حقوق المصطفى ۱: ۱۴۳، فصل فی تفضیلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

جس تفصیل سے منع کیا گیا ہے وہ نفس نبوت و رسالت میں تفصیل ہے کیونکہ حضرات انبیائے کرام اس وصف میں ایک جیسے ہیں اور اس میں باہم تفاضل نہیں ہے۔ بیشک تفاضل احوال و خصائص و کرامات مراتب و اللطاف وغیرہ میں ہوتا ہے اور نفس نبوت میں کوئی تفاضل نہیں بلکہ تفاضل دیگر امور کی وجہ سے ہے جو کہ اس پر زائد ہے۔ لہذا اسی لئے ان میں سے کوئی رسول ہے اور کوئی رسولوں میں سے اولوالعزم اور کوئی وہ جن کو بلند مقام پر اٹھایا گیا اور کسی کو بچپن میں نبوت دی گئی اور کسی کو زبور دی گئی اور بعض کو روشن معجزات دیئے اور کسی کے ساتھ کلام فرمایا اور کسی کو سب پر درجوں بلندی عطا فرمائی گئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا تحقیق ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی اور فرمایا یہ رسول ہیں ان میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی۔

(الآیۃ)

تو اس سے معلوم ہوا کہ درجات و معجزات کے لحاظ سے حضرات انبیائے کرام مختلف مراتب رکھتے ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء اور فرشتوں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے افضل ہیں۔ اس مسئلہ پر حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی نے مستقل تصنیف تحریر فرمائی ہے جس کا مبارک نام ”تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین“ ہے یہاں موقع کی مناسبت سے مختصر اس مسئلہ پر عرض کیا جاتا ہے۔

افضیلت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قرآن عظیم:

بَلَدَ الرُّسُلَ فُضِّلْنَا بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَ رَفَعَ

(البقرہ: ۲۵۳)

بَعْضُهُمْ دَرَجَاتٍ.

یہ رسول ہیں کہ ہم نے انہیں سے ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

اس آیت کریمہ میں رَفَعَ بَعْضُهُمْ دَرَجَاتٍ سے مراد حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

اور پھر اس آیت کریمہ میں من کلم اللہ سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں تو واضح ہو گیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ پر بھی درجوں بلندی حاصل ہے۔
دوسری آیت مبارکہ:

عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا. (الاسراء: ۷۹، بنی اسرائیل)
قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد بیان کریں۔
مقام محمود جو کہ قیامت کے روز پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا ہوگا کائنات میں سے کسی اور کو یہ سعادت میسر نہیں ہوگی۔
مقام محمود کیا ہے؟

مقام محمود سے کیا مراد ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ اس سے مراد شفاعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا۔ مقام محمود کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا شفاعت:

حتى تنتهي الشفاعة الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فذلك يبعثه الله المقام المحمود. (بخاری، ۲۸۶:۲، کتاب التفسیر۔ ترمذی)

حتی کہ لوگ مقام شفاعت پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

سئل عنها قال هي شفاعة. (تفسیر ابن جریر ۱۵: ۹۸)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو فرمایا وہ شفاعت ہے۔

اور یہی قول حضرت سلیمان قاری حضرت قتادہ حضرت عبداللہ بن عباس امام حسن رضی

اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: ”(تفسیر ابن جریر ۱۵: ۹۷، ۹۸)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز قیامت عرش الہی پر جلوہ فرما ہونگے۔

زہے عزت و اعلائے محمد

کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد

۲۔ مقام محمود کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ قیامت کے روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عرش پر بٹھایا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

ان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يوم القيامة بين يدي الرب عز وجل على كرسی الرب تبارک وتعالیٰ.

(النہ: ۲۰۹، ۲۱۱ تفسیر ابن جریر ۱۵: ۱۰۰)

پیشک حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے اللہ کی کرسی پر جلوہ افروز ہوں گے۔

حضرت امام محمد بن احمد بن واصل فرماتے ہیں:

من رد حدیث مجاہد فهو جہمی.

(النہ: ۲۱۳)

جس نے حضرت مجاہد کی مذکورہ حدیث کو رد کیا وہ جہمی بدعتی ہے۔

حضرت امام ابو داؤد فرماتے ہیں:

من انکر هذا فهو عندنا متهم.

(النہ: ۲۱۳)

جو اس سے انکار کرے وہ ہمارے نزدیک متہم ہے۔

امام احمد بن اصرم مزی فرماتے ہیں:

من رد هذا فهو متهم على الله ورسوله وهو عندنا كافر وزعم ان من

قال بهذا فهو ثنوی، فقد زعم ان العلماء والتابعین ثنویة و من قال بهذا فهو

(النہ: ۶۳۱)

زندیق یقتل.

جو اس قول کو رد کرنے سے اللہ اور اس کے رسول پر بہتان باندھتا ہے اور وہ ہمارے

نزدیک کافر ہے اس کا گمان ہے کہ جو یہ قول کرتا ہے وہ شیوی (گمراہ فرقہ) ہے اور اس کا گمان

ہے علماء اور تابعین شیعہ تھے۔ اور جوان بزرگوں کو یوں کہے وہ زندیق ہے لہذا اس کو قتل کیا جائے گا۔

محدثین کرام اور حدیث حضرت مجاہد:

قال ابو بکر بن حماد المقری من ذکر ت عنده هذه الاحادیث فسکت فهو متهم علی الاسلام فكیف من طعن فیها. وقال ابو جعفر الدقیقی من ردھا فهو عندنا جهمی وحکم من رد هذا ان یتقوا وقال عباس الدورى لا یرد هذا الا متهم، وقال : اسحاق بن راهویة: الايمان بهذا الحديث والتسليم له: وقال اسحاق لابی علی القوهستانی من رد هذا الحديث فهو جهمی وقال عبد الوهاب الوراق : للذی رد فضیلة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقعده علی العرش فهو متهم علی الاسلام وقال ابراهیم الاصبهانی : هذا الحديث حدث به العلماء منذستین و مائة سنة و لا یرده الا اهل البدع. قال وسالت حمدان بن علی عن هذا الحديث؟ فقال: کتبه منذ خمسين سنة و مارأیت احدا یرده الا اهل البدع وقال ابراهیم الحریبی حدثنا هارون بن معروف. و ما ینکر هذا الا اهل البدع قال هارون بن معروف هذا حدث یسخر الله به اعین الزنا دقة قال: و سمعت محمد بن اسمعیل السلمی یقول: من توهم ان محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یتوجب من الله عز وجل ما قال مجاهد فهو کافر بالله العظیم قال و سمعت ابا عبد الله الخفاف یقول سمعت محمد بن مصعب یعنی العابد یقول: نعم یقعده علی العرش لیری الخلاق منزلته.

(السنن لابن الخلال ۱: ۲۱۶، ۲۱۷، بسند صحیح)

حضرت امام ابو بکر بن حماد المقری نے فرمایا کہ جس کے پاس یہ احادیث بیان کی جائیں تو وہ خاموش رہے تو اس کے اسلام میں شک ہے تو جوان احادیث پر طعن کرے اس کا کیا حال ہوگا۔ امام ابو جعفر دیقیقی فرماتے ہیں جس نے یہ احادیث رد کیں وہ ہمارے نزدیک گمراہ چھی

ہے اور ان کے رد کرنے والے کو کہا جائے گا کہ ڈر۔ امام عباس الدوری فرماتے ہیں اس کو سوائے متہم شخص کے کوئی رد نہیں کرنے گا۔ امام اسحاق بن راہویہ (امام بخاری کے استاد) فرماتے ہیں: اس حدیث پر ایمان لانا اور اس کو تسلیم کرنا چاہئے اور امام ابوعلی سینا قوہستانی نے فرمایا جس نے اس حدیث کو رد کیا وہ چھپی ہے، امام عبد الوہاب الوراق نے اس شخص کے لئے کہ جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عرش پر جلوہ فرما ہونے کی فضیلت کو رد کیا فرمایا وہ متہم علی الاسلام ہے یعنی اس کے اسلام میں شک ہے۔ امام ابراہیم اصبہانی نے فرمایا اس حدیث کو علماء ایک سو ساٹھ سال سے بیان فرما رہے ہیں اور اس کو سوائے بدعتیوں کے کسی نے رد نہیں کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حمدان بن علی سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے اس کو پچاس سال سے لکھا ہے اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کو رد کرے سوائے اہل بدعت کے۔ امام ہارون بن معروف نے فرمایا اس کا سوائے اہل بدعت کے کوئی انکار نہیں کرے گا۔ انہوں نے ہی فرمایا اللہ تعالیٰ اس حدیث سے زنادقہ کی آنکھوں کو جلائے محمد بن اسمعیل اسلمی نے فرمایا جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو مجاہد نے کہا وہ اس کے حقدار نہیں ہیں تو وہ اللہ عظیم کے ساتھ کفر کرتا ہے، امام ابو عبد اللہ الخفاف نے فرمایا: میں نے امام محمد بن مصعب العابد سے سنا انہوں نے فرمایا: ہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرش پر تشریف فرما ہوں گے تاکہ مخلوق آپ کی قدروں و منزلت کا نظارہ کرے۔

حضرت امام ابوالعباس ہارون بن عباس ہاشمی (م ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:

من رد حدیث مجاہد فهو عندي جهمي و من رد فضل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فهو عندي زنديق لا يستتاب و يقتل لان الله عز وجل قد فضله صلى الله تعالى عليه وسلم على الانبياء عليهم السلام و قد روى عن الله عز وجل قال: لا اذكر الا ذكرت معي، و يروى في قوله (لعمرك) قال: بحياتك و يروى انه قال: يا محمد لو لاك ما خلقت آدم، فاحذروا فمن اراد هذا و من رد حدیث مجاہد فلا یکلم و لا یصلی علیہ. (السنۃ لابن الخلال ۱: ۲۳۷)

جس نے حضرت مجاہد کی حدیث رد کی وہ میرے نزدیک جہمی (گمراہ فرقہ) ہے اور (چونکہ یہ نبی اکرم کی فضیلت ہے) جو کہ آپ کی فضیلت کو رد کرے یعنی انکار کرے وہ میرے نزدیک زندیق ہے اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اس کو قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء سے افضل بنایا ہے اور اللہ نے ارشاد فرمایا: جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں اے پیارے تیرا ذکر میرے ساتھ ہوگا۔ (حدیث قدسی) اور اللہ کے فرمان ("لعمرك" سورة حشر: ۷۲) کے تحت روایت ہے کہ یہاں سے مراد آپ کی حیات ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر آپ نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ فرماتا۔ پس حضرت مجاہد کی حدیث کو رد کرنے سے ڈرو اور بچو اور جس نے حضرت مجاہد کی حدیث کو رد کیا اس سے کلام نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

تو معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مخلوق خداوندی سے افضل ہیں۔ یہ بلند رتبہ کسی اور کو ہرگز میسر نہیں ہوگا اور پھر کہاں عرش کے پائے کہ جن کو حضرت موسیٰ پکڑے ہوئے ہوں گے اور کہاں عرش پر جلوس فرمانا کہ ہمارے آقا مولا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا افضل المخلوق ہونا اور احادیث مبارکہ: سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موضوع پر تجلی الیقین میں تقریباً ایک سو احادیث مبارکہ پیش فرمائی ہیں۔ ہم یہاں اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے چند احادیث نقل کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم انا سيد الناس يوم القيامة.

(و فی روایۃ) انا سید ولد آدم.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں سب لوگوں کا سردار

ہوں گا۔

تخریج حدیث

- ۱۔ بخاری ۴۷۰:۱ کتاب الانبیاء
- ۲۔ مسلم ۲۳۵:۲ کتاب الفضائل
- ۳۔ مسند امام احمد ۴۳۵:۲، ۵۴۰، ۱، ۱۴۴:۲
- ۴۔ ترمذی ۳۰۲:۲ کتاب المناقب
- ۵۔ مسند الامام عبد اللہ بن مبارک ۶۲
- ۶۔ معجم الاوسط للطبرانی ۲۷۹:۲ عن انس بن مالک
- ۷۔ مسند ابی یعلیٰ ۲۸۱:۷
- ۸۔ السنن ابوداؤد ۱۸۶:۲ کتاب السنۃ
- ۹۔ السنن امام ابن ماجہ ۲۱۹ کتاب الزہد
- ۱۰۔ شرح السنۃ امام ابی نعیم ۲۰۳:۱۳
- ۱۱۔ دلائل النبوة امام ابی نعیم ۶۶:۱
- ۱۲۔ المصنف ابن ابی شیبہ ۹۶:۱۴، ۴۷۷:۱۱
- ۱۳۔ صحیح ابن حبان ۱۳۰:۸، ۱۳۷:۸ تحقیق کمال یوسف
- ۱۴۔ المسند الصحیح ابو عوانہ ۱۷۱:۱، ۱۷۲:۱
- ۱۵۔ نوادر الاصول الحکیم ترمذی ۲۸۳
- ۱۶۔ شرح اصول اعتقاد و اہل السنۃ والجماعت امام الاکافی ۷۸۸:۴ عن ابی سعید
- ۱۷۔ کتاب الایمان امام منہ ۸۴۷:۲، ۸۵۰
- ۱۸۔ السنن الکبریٰ امام بیہقی ۴۱:۹
- ۱۹۔ مکارم الاخلاق امام خراطی ۵۵۹:۱

(ابو سعید الخدری و عبد اللہ بن سلام و ابی ہریرہ)

و هذا انما يصح على ان الله جل ثناؤه رد الى الانبياء عليهم السلام ارواحهم نفخ في النفخة الاولى صعقوا ثم لا يكون ذلك موتا في جميع معانيه الا في ذهاب الاستشعار فان كان موسى عليه السلام ممن استثنى الله عز وجل بقوله : الا من شاء فانه عز وجل لا يذهب باستشعاره في تلك الحالة و يحاسبه بضعة يوم الطور .

اور یہ صحیح ہے اس لئے کہ اللہ جل شانہ نے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام پر ان کی ارواح لوٹا دی ہیں اور اب وہ اپنے پروردگار کے ہاں شہداء کی طرح زندہ ہیں۔ چنانچہ پہلی بار صور پھونکا جائے گا تو سب پر صعقہ (غشی) طاری ہوگا اور یہ کسی اعتبار سے موت نہ ہوگی بلکہ محض شعور کھوجانے کا نام ہوگا۔ اب اگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان میں، الا من شاء اللہ سے مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس سے مستثنیٰ کیا ہے اور طور کی غشی میں ہی ان کا محاسبہ ہو چکا ہے تو اللہ تعالیٰ اب اس حالت میں ان کا شعور بھی نہ کھوجانے دے گا۔

اس صحیح حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ تمام انسانوں کے آقا و سردار حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اس طرح کی بیشمار روایات ہیں جن کا یہاں بیان کرنا سوائے طوالت کے اور کچھ بھی نہیں ہوگا۔ لہذا جس کو زیادہ تفصیل درکار ہو وہ ”تجلی الیقین“ کا مطالعہ کرے۔ انشاء اللہ ایماندار کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل باغ باغ ہو جائے گا۔

مصنف کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام صعقہ کے وقت بھی باہوش و حواس ہوں گے۔

حضرت امام بیہقی ہی تحریر فرماتے ہیں :

والانبياء عليهم الصلوة والسلام بعد ما قبضوا ردت اليهم ارواحهم

فہم احياء عند ربہم کالشہداء و قد رأى نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
جماعة منهم ليلة المعراج و أمر بالصلاة علیہ السلام علیہ و اخبرنا و خبرہ
صدق أن صلاتنا معروضة علیہ و أن صلاتنا معروفة علیہ و أن سلامنا یتلغہ و أن
اللہ حرم علی الارض أن تأکل اجساد الانبیاء و قد افردنا لاثبات حیاتہم کتابا
فنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان مکتوبا عند اللہ عز وجل قبل أن یخلق
نبیا و رسولا و هو بعد ما قبضہ نبی اللہ و رسوله و صفیہ و خیرتہ من خلقہ.

(الاعتقاد والہدایۃ الی سبیل الرشاد ص ۱۹۸، بیہقی)

اور حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواح قبض کرنے کے بعد ان کے
اجساد میں لوٹادی گئی ہیں پس وہ اپنے رب کے ہاں شہدا کی طرح زندہ ہیں اور ہمارے نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معراج کی رات انبیائے کرام کو ملاحظہ فرمایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم پر صلاۃ و سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور ہمیں خبر دی اور آپ کی خبر بالکل سچی ہے کہ ہمارا
درو آپ پر پیش ہوتا ہے اور ہمارا سلام آپ کو پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسم زمین پر
کھانے حرام کر دیئے ہیں اور ہم نے حیات الانبیاء پر علیحدہ مستقل کتاب لکھی ہے، پس ہمارے
آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پاس صفت نبوت و رسالت سے پہلے بھی اللہ کے نبی اور
رسول اور اس کے صفی اور اس کی ساری مخلوق سے افضل و برتر ہیں۔

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ”فہم احياء عند ربہم کالشہداء“ کہ
وہ اپنے رب کے ہاں شہدا کی طرح زندہ ہیں سے یہ ثابہ نہ ہونا چاہئے کہ حضرات انبیائے کرام
علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ شہدا کے مثل نہیں بلکہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی
حیات ہر لحاظ سے شہداء سے کہیں زیادہ افضل و اعلیٰ ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

کلام ایں آئمہ اعلام اقتضائے اثبات در احکام دنیا نیزی کند پس حیات ایشان علیہم

السلام اخص واکمل واتم از حیات شہدا باشد چنانچہ مذہب مختار و منصور است نہ چنانچہ ظاہر کلام بیہقی در بعضے مواضع درانت کہ آن حیات مثل شہدا است بلکہ مرادوے تشبیہ است در اصل حیات و رفع استبعاد نہ در جمیع خصوصیات۔

(جذب القلوب الی دنیا را محبوب)

ان اکابر علماء کے کلام کا مقتضی یہ ہے کہ احکام و نیا میں بھی حیات کو ثابت کیا جائے (دنیاوی حقیقی زندگی ثابت کی جائے) لہذا حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات شہدا کی حیات سے اخص اور اکمل واتم ہے، یہی مذہب مختار و منصور ہے نہ کہ جیسا کہ امام بیہقی کے کلام سے بعض مقامات پر ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام کی حیات مثل حیات شہداء کے ہے بلکہ امام بیہقی کی مراد اصل حیات کی تشبیہ دینا ہے اور رفع استبعاد کرنا ہے نہ کہ جمیع خصوصیات میں ان کے برابر قرار دینا ہے۔

حضرت شیخ صاحب علیہ الرحمہ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ شہدا کی حیات اور انبیاء کی حیات میں اتنا فرق ہے جتنا کہ انبیاء اور شہدا کے درجات میں فرق ہے اور جیسا کہ فرق انبیاء اور غیر انبیاء کا ہے ایسا ہی فرق ان کی حیاتوں میں ہے۔

حضرت امام حکیم ترمذی فرماتے ہیں:

والصديق هو دون النبي والشهيد دونهما وهو اقل حياة من الصديق
والصديق اقل حياة من النبي والصالح اقل حياة من الشهيد.

(نوادراصول للامام ترمذی ص ۴۲۹)

اور صدیق نبی سے کم درجہ میں ہوتا ہے اور شہید ان دونوں درجوں سے کم درجہ میں ہے۔ لہذا صدیق سے اس کی حیات بھی کم درجہ کی ہے اور صدیق کی حیات نبی کی حیات سے کم درجہ کی ہے اور ولی کی حیات شہید کی حیات سے کم درجہ کی ہے۔

جب شہید کی حیات صدیق سے کم درجہ کی ہے تو نبی کی حیات سے تو بدرجہ اولیٰ کم درجہ کی ہوگی اور شہید کی زندگی کا ثبوت تو قرآن مجید میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا

تَشْعُرُونَ

اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

یعنی شہید کو مردہ کہنا منع ہے کیونکہ اس نے جان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ میں قربان کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انعام کے طور پر ان کو زندگی عطا فرمادی اور مردہ کہنے سے منع فرمادیا گیا اگر مردہ کہنا بڑی عزت و کرامت کی بات ہوتی تو اس سے منع نہ فرمایا جاتا۔

اب ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگرچہ شہدا کو مردہ کہنے سے منع فرمایا گیا ہے لیکن حقیقت میں ہیں تو وہ مردہ کیونکہ ان کے جسموں کے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ پھر ان کا جنازہ پڑھا گیا ان کو دفن کیا گیا، قبریں بنائی گئیں تو کیا یہ اعمال زندوں کے ساتھ کئے جاتے ہیں؟ چلیں ہم ان کو مردہ نہیں کہتے لیکن ہیں تو مردہ ناں؟

تو اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمادیا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

(آل عمران: ۱۶۹)

يُرِزُّونَ

اور ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں مردہ گمان بھی نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے حضور زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔

شہید تو ہوتا ہی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غلام ہے۔ کتنے کلمہ گو منافق تھے جنگوں میں مقتول ہوئے کتنے یہودی اور عیسائی ہیں مسلمانوں کے مقابلے میں بلکہ بعض اوقات مشرکین کے مقابلہ میں قتل ہوئے کیا وہ شہید کہلائیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی اختیار نہیں فرمائی تو پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل آدمی شہید کہلاتا ہے اس کا مرتبہ یہ ہے تو اس پیارے محبوب کی حیات فی القبر کا کیا کہنا جس کے غلاموں کی

یہ شان ہے کہ ان کو مردہ کہنا حرام ہے۔ اور پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو شہادت کا بھی رتبہ عطا فرمایا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور رتبہ شہادت:
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر وہ فضیلت عطا فرمائی گئی جو کسی بھی نبی یا ولی کو عطا فرمائی گئی ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خواہاں ہمہ دارند تو تہاداری

اور چونکہ بہت سارے انبیائے کرام علیہم السلام کو شہادت کا عظیم مرتبہ بھی دیا گیا ہے۔
اس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبوت کے ساتھ شہادت کا درجہ بھی عطا فرمایا گیا ہے۔
امام حکیم ترمذی فرماتے ہیں:

فمات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و هو رأس الشهداء.
(نوادرا اصول ص ۴۳۰)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہدائے سزاوار کی حیثیت سے وصال فرمایا۔
حضرت امام سبکی فرماتے ہیں:

قال العلماء فجمع الله له بذلك بين النبوة والشهادة وتكون الحياة
الثابتة للشهداء. (شفاء القام ۱۹۰)

علمائے نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبوت کے ساتھ ساتھ
شہادت کا مرتبہ بھی عنایت فرمایا ہے اور بیشک شہدائے کرام کے لئے حیات (بالا تفاق) ثابت ہے۔
امام محدث عظیم حکیم ترمذی فرماتے ہیں:

وروی فی الخبر ان الشهداء لا تاكلهن الارض و روی ان من اذن
سبع سنين لم يدود فی قبره فاذا كان الشهيد و المودن قد امتعا من الارض
بحالتيهما فحالة الانبياء والصديقين و اولياء عليهم السلام ارفع من هذا و اجل

(نوادرا اصول ص ۲۲۷)

فانهم هم الشهداء ايام الحیوة.

ایک روایت میں ہے کہ شہداء کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی اور روایت ہے کہ جس نے سات سال تک اذان دی اس کی قبر میں کیڑے نہیں ہوں گے، پس جب شہید اور موزن کی یہ شان ہے کہ زمین ان کی حالت کو تبدیل نہیں کر سکتی تو حضرات انبیائے کرام اور صدیقین اور اولیاء علیہم السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کیا حالت ہوگی جو کہ ہر حال میں ان سے ارفع و اعلیٰ اور زیادہ جلالت شان والے ہیں کیونکہ وہ تو ایام حیات میں ہی شہید ہیں۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں:

كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول في مرضه الذي توفي فيه

ما زال اجد الم الطعام الذي كنت بخير فهذا او ان وجدت انقطاع الابهرى من ذلك السم.

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے آخری مرض میں فرماتے تھے میں اس لقمہ کی تکلیف ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں جسے میں نے خیر میں کھایا تھا۔ اب اس زہر سے میری ابھری رگ کٹ رہی ہے۔

اصح الجامع: بخاری ۶۳۷:۲ کتاب المغازی فتح الباری ۱۰۷:۸

۱۷۲:۷

دلائل النبوة: بیہقی

۶۸:۶ (عن ام بشر مختصراً)

المسند امام احمد

مستدرک امام حاکم ۵۸:۳

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: توفي رسول

الله صلى الله تعالى عليه وسلم شهيداً. (الطبقات الكبرى لابن سعد ۲: ۲۰۳)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہادت کی وفات پائی۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

شہادت کا مرتبہ مرحمت فرمایا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

لَا نَحْلِفُ تَسْعًا أَنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتَلَ قَتْلًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ وَاحِدَةً أَنَّهُ لَمْ يَقْتُلْ وَذَلِكَ بَأَنَّ اللَّهَ جَعَلَهُ نَبِيًّا وَاتَّخَذَهُ نَبِيًّا وَاتَّخَذَهُ شَهِيدًا.

اگر میں نو مرتبہ قسم کھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شہادت کی ہے تو یہ میرے نزدیک زیادہ عزیز کہ میں ایک مرتبہ قسم کھاؤں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہید نہیں ہیں اور حقیقت الامر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت پر سرفراز فرمایا اور شہادت بھی عطا فرمائی۔

۱۔ مسند امام احمد امام احمد بن حنبل ۴۰۸:۱

۲۔ دلائل النبوت امام بیہقی ۱۷۲:۷

۳۔ المعجم الکبیر امام طبرانی ۱۳۳:۱۰

۴۔ المستدرک علی الصحیحین امام حاکم ۵۵۸:۳

۵۔ الطبقات الکبریٰ ابن سعد ۲۰۱:۱

۶۔ مسند ابن یعلیٰ امام ابویعلیٰ الموصلی ۱۳۲:۹ تحقیق حسین سلیم اسد

تو ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چونکہ شہید اعظم بھی ہیں اس لئے قرآن کے مطابق آپ کو اب مردہ کہنا حرام اور منع ہے اور جو لوگ منہ پھاڑ کر کہتے ہیں وہ قرآن کے منکر اور گستاخ رسول ہیں۔

حیاة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اثبات پر دیگر آیات قرآنیہ:

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ.

اور اے پیارے محبوب ہم نے آپ کو تمام جہانوں پر رحم کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت علامہ غزالی زمان رازی دوراں احمد سعید کاظمی رحمۃ

اللہ علیہ فرماتے ہیں: وجہ استدال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بموجب آیہ کریمہ تمام عالموں کے لئے رحمت ہیں اور جمیع ممکنات پر ان کی قابلیت کے موافق واسطہ فیض الہی ہیں اور اول مخلوقات پر تقسیم فرمانے والے ہیں۔

تفسیر روح المعانی میں اسی آیہ کریمہ کے تحت مرقوم ہے:

و كونه صلى الله تعالى عليه وسلم رحمة للجميع باعتبار انه عليه الصلوة والسلام واسطة الفيض الالهى على الممكنات على حسب القوابل ولذا كان نوره صلى الله تعالى عليه وسلم اول المخلوقات ففي الخبر اول ما خلق الله تعالى نور نبيك يا جابر وجاء الله تعالى المعطى وانا القاسم.

(روح المعانی پ ۱۷، ص ۹۶)

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تمام عالموں کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام ممکنات پر ان کی قابلیتوں کے موافق فیض الہی کا واسطہ ہیں اور اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور اول مخلوقات ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے اول ما خلق الله نور نبيك يا جابر اور دوسری حدیث میں وارد ہے اللہ تعالیٰ المعطی ہے اور میں تقسیم کرنے والا۔

آگے حضرت غزالی زماں فرماتے ہیں:

ان تمام عبارات سے ثابت ہوا کہ آیت کریمہ وما ارسلناك الا رحمة للعالمین کا مفاد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھارہ ہزار عالم کے ہر فرد کو فیض پہنچاتے رہے ہیں جس طرح اصل تمام شاخوں کو حیات بخشی ہے اسی طرح تمام عالم ممکنات اور جملہ موجودات عالم کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ اصل الاصول ہے اور ہر فرد ممکن حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے فرع اور شاخ کا حکم رکھتا ہے۔

جس طرح درخت کی تمام شاخیں جڑ سے حیات نباتاتی حاصل کرتی ہیں اسی طرح عالم

امکان کا ہر فرد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر قسم کے فیوض و برکات اور حیات کا استفادہ کرتا ہے اور حضور علیہ السلام ہر فرد ممکن کو اس کے حسب حال واقعی عطا فرماتے ہیں اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ عالم کے ہر ذرہ کی طرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متوجہ ہوتے ہیں اور ہر ایک کو اس کے حسب حال فیض رسائی فرماتے ہیں۔

حضرت امام نجم الدین کبریٰ فرماتے ہیں: بر مثال شجرہ ایست تخم آل شجرہ روح پاک محمدی کہ (اول ما خلق اللہ نوری)۔ (مرصاد العباد ۲۲۹، از شیخ المشائخ نجم الدین کبریٰ) اس دنیا کی مثال درخت کی ہے اور اس درخت کا تخم اصل روح پاک محمدی ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا۔
آیت نمبر ۴:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ
(الحجرات: ۲)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کرو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارا اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔
امام اسماعیل حقی فرماتے ہیں:

وقد ذكره بعض العلماء رفع الصوت عند قبره عليه السلام لانه حي في قبره.
(تفسير روح البیان ۶۶: ۹)

بعض علماء نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر منورہ کے پاس آواز بلند کرنے کو ناپسند فرمایا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں۔
امام بیہقی نقل فرماتے ہیں:

قال: ومنه لا ترفع الاصوات عند قبره ولا يحاضر عنده في لهو ولا

لغو ولا باطل ولا شی من امر الدنيا مما لا یلیق بجلال قدره و مكانته من الله عز وجل.

(شعب الایمان ۲: ۲۰۶ تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اجلالہ و توقیرہ)

امام ابوالولید نے فرمایا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آداب میں سے ہے کہ آپ کی قبر شریف کے پاس آوازیں بلند نہ کی جائیں اور نہ ہی آپ کے سامنے لہو و لعب اور لغو میں مشغول ہو اور نہ ہی کوئی ایسی دنیاوی چیز میں مبتلا ہو جو کہ آپ کی جلالت شان اور عظمت جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو عطا ہے کے شایان شان نہ ہو۔
امام خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

سليمان بن حرب قال سمعت حماد بن زيد يقول في قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبي قال اري رفع الصوت عليه بعد موته كرفع الصوت عليه في حياته.

(الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع، ۱: ۱۹۶ باب ادب السماع)

امام سلیمان بن حرب فرماتے ہیں کہ میں نے امام حماد بن زید سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کہ ”اے ایمان والو! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز سے آواز بلند نہ کرو،“ کے بارے میں سنا آپ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اسی طرح آواز بلند کرنا منع ہے جیسا کہ آپ کی حیات ظاہری میں منع تھی۔
امام شعرانی فرماتے ہیں:

ولا ترفع عنده الاصوات كما هو في حياته صلى الله تعالى عليه وسلم.

(كشف الغمہ عن جمیع الامت ۱: ۶۷)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آواز بلند نہ کی جائے جیسا کہ آپ کی حیات ظاہرہ میں بلند کرنی منع تھی۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

وقال العلماء يكره رفع الصوت عند قبره (صلى الله تعالى عليه وسلم) كما كان يكره في حياته عليه السلام لانه محترم حيا وفي قبره صلى الله تعالى عليه وسلم دائما.

علماء نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس آواز بلند کرنا ایسے ہی ناجائز ہے جیسا کہ آپ کی حیات ظاہرہ میں ناجائز تھی کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محترم ہیں اور قبر میں ہمیشہ زندہ ہیں۔

آیت نمبر ۵:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا. (النساء: ۶۴)

اور جب کبھی بھی وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر اللہ سے معافی طلب کریں اور رسول اللہ بھی ان کے لئے استغفار فرمائیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والا اور رحم فرمانے والا پائیں گے۔

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں:

وجه الدلالة من هذه الآية مبني على شئين أحدهما ان نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم حي كما يثبت ذلك في بابہ الثانی: ان اعمال امتہ معروضہ علیہ كما يثبت ذلك في بابہ.

اس آیت کریمہ سے وجہ استدلال دو چیزوں پر مبنی ہے۔ نمبر ۱: کہ بیشک ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں جیسا کہ یہ اپنی جگہ ثابت شدہ ہے اور نمبر ۲: یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں یہ بھی اپنے مقام پر ثابت ہے۔ آپ آگے فرماتے ہیں:

وبعد تقریر ان نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد موتہ عارف بمن

يَجِيئُ إِلَيْهِ سَامِعُ الصَّلَاةِ مَنْ يَصَلِّي عَلَيْهِ وَسَلَامٌ مَنْ يَسْلَمُ عَلَيْهِ وَيُرَدُّ عَلَيْهِ
السَّلَامُ فَهَذِهِ حَالَةُ الْحَيَاةِ.

(سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ۱۲ : ۳۸۰)

اس تقریر کے بعد ثابت ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات کے بعد بھی ہر
حاضر ہونے والے کو جانتے اور پہچانتے ہیں درود پڑھنے والے کا سلام سنتے ہیں اور اس کا جواب
عطا فرماتے ہیں۔ پس یہ زندہ ہونے کی نشانی و حالت ہے۔

بانی دارالعلوم دیوبند قاسم نانوتوی نے لکھا ہے:

یہی آیتیں سوائیک تو ان میں سے یہ آیت ولو انہم اذ ظلموا
کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔ آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کی امت اور تخصیص
ہو تو کیونکر ہو۔ آپ کا وجود ترتیب تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی
خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرنا جب ہی متصور ہوگا کہ آپ قبر میں زندہ ہیں۔

(آب حیات: ۴۰)

آیت نمبر ۶:

وَسُئِلَ مَنْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا

(ذخرف: ۴۵)

يُعْبَدُونَ.

اور جو ہم نے رسول آپ سے پہلے بھیجے ان سے پوچھے کیا ہم نے رحمن کے سوا اور
معبود بنائے ہیں جن کی عبادت کی جائے۔

حضرات انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے خطاب اور رسول کرنے کا حکم کرنا اس
بات کا تقاضا کرتا ہے کہ حضرات انبیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں تو آپ سوال فرمائیں گے۔
اور معراج کی رات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان تمام حضرات سے ملاقات اور گفتگو کا ثبوت
صحیح احادیث میں ہے۔

علمائے دیوبند کے ابن حجر عثانی انور شاہ صاحب کشمیری نے تحریر کیا ہے:

يستدل به على حياة الانبياء عليهم السلام

(مشکلات القرآن ۲۳۴)

اس آیت کریمہ سے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیاۃ پر استدلال کیا

جاتا ہے۔

ان آیات کے علاوہ بھی بیٹھا آیات ہیں جو کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے زندہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن عقلمند را اشارہ کافی است کے مصداق ہم انہی پر اختصار کرتے ہیں اور کسی دوسری فرصت میں ان تمام آیات کے بارے میں تفصیل بیان کریں گے۔

و يقال ان الشهداء من جملة ما استثنى الله عز وجل بقوله الا من شاء الله. وروينا فيه خبراً مرفوعاً وهو مذكور مع سائر ما قيل في كتاب البعث والنشور و بالله التوفيق.

اور علماء فرماتے ہیں کہ شہداء بھی ان میں سے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے الا من شاء کے قول کے ساتھ مستثنیٰ فرمایا ہے۔ شہداء کے بارے میں ہم نے ایک مرفوع حدیث بمعہ دیگر مسائل کے کتاب البعث والنشور میں ذکر کر دی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ہی توفیق کی درخواست ہے۔

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان الا من شاء سے مراد ایک قول کے مطابق فرشتے اور ایک قول کے مطابق شہداء بھی ہیں۔

حضرت امام شمس الدین محمد بن ابوبکر قرطبی فرماتے ہیں:

اختلف العلماء في المستثنى من هو فقيل الملكة وقيل الانبياء و

قيل الشهداء و اختاره الحلیمی وقال و هو مروی عن ابن عباس ان الاستثناء

لاجل الشهداء فان الله تعالى يقول احياء عند ربهم يرزقون.

(الذکرۃ فی احوال الموتی و امورا لآخرۃ ۱۶۷)

علماء کا اختلاف ہے کہ اس مستثنیٰ سے کون مراد ہے، کہا گیا کہ فرشتے اور یہ بھی کہا گیا ہے حضرات انبیائے کرام اور ایک قول شہداء کے بارے میں ہے اور امام طہیسی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہاں استثنا شہداء کے لئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں۔
آپ مزید فرماتے ہیں:

قد ورد حدیث ابی ہریرۃ بأنہم الشہداء و هو الصحیح علی ما یأتی و اسند النحاس فی کتاب معانی القرآن لہ. حدثنا الحسن بن عمر الکوفی قال حدثنا ہنا دین اسری قال حدثنا وکیع عن عمارۃ ابن ابی حفصۃ عن حجر الہجری عن سعید بن جبیر فی قول اللہ عز وجل الا من شاء اللہ قال ہم الشہداء ہم ثنیۃ اللہ عز وجل متقلدوا السیوف حول العرش.

(التذکرہ: ص ۱۶۷)

اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مروی ہے کہ یہاں مستثنیٰ شہداء ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ ابھی آئے گا اور امام نحاس نے اپنی کتاب معانی القرآن میں اس کی ایک سند بیان کی ہے۔ (بند مذکور) حضرت سعید بن جبیر نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ شہداء ہیں کہ جن کی شان اللہ نے بیان فرمائی ہے وہ تلواریں لٹکائے ہوئے عرش کے ارد گرد رہیں گے۔

قال ابو ہریرۃ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فمن استثنیٰ حین یقول ففزع من فی السموات و من فی الارض الا من شاء اللہ قال اولئک الشہداء. (تفسیر ابن جریر ۲۴: ۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فزع کے وقت کس کو اللہ تعالیٰ نے زمین آسمان میں مستثنیٰ قرار دیا ہے تو آپ صلی اللہ

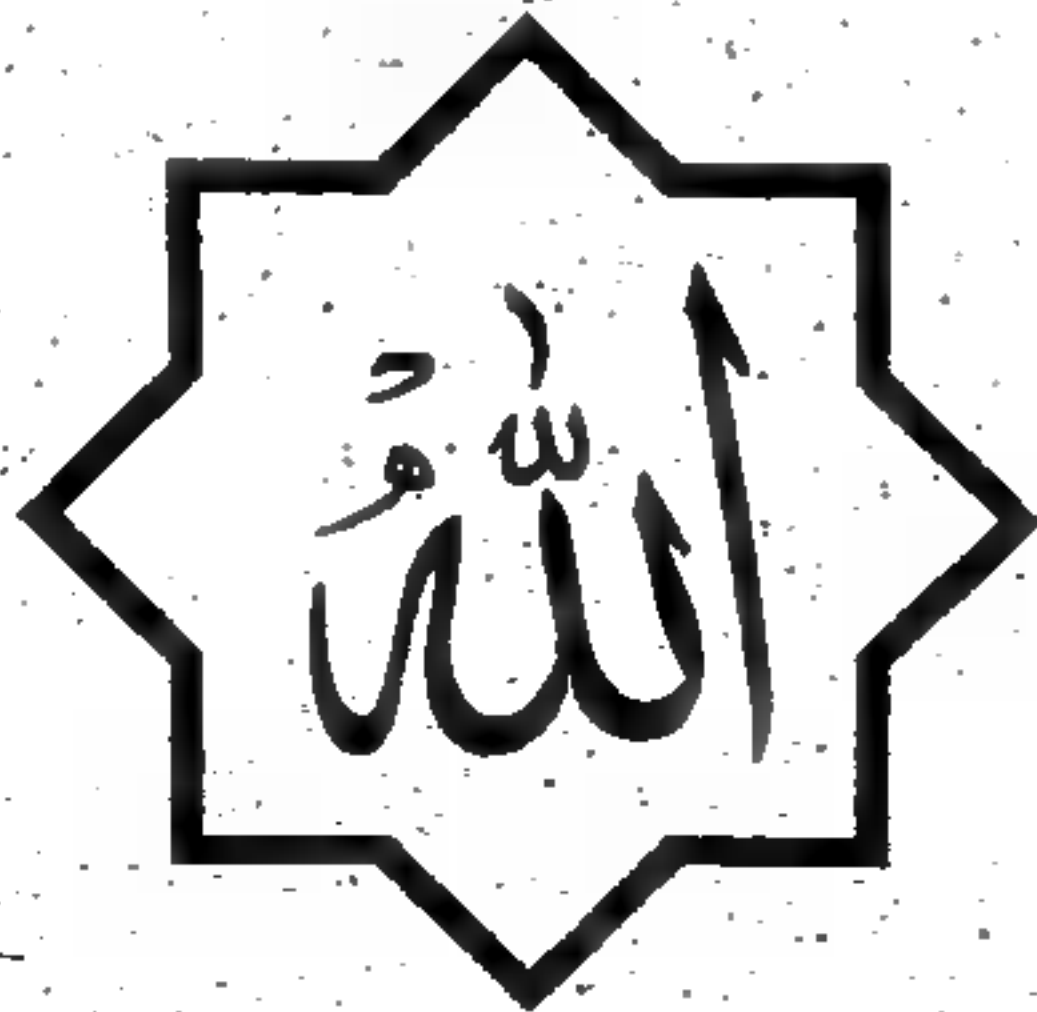
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہداء ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تو الحمد للہ اس نفخ صور کے موقع پر زندہ رہیں گے ہی ان کے صدقہ میں حضرات شہدائے کرام اور ملائکہ عظام بھی نفخ صور کے وقت زندہ رہیں گے۔ صرف ان میں سے بعض حضرات پر بیہوشی کی سی کیفیت طاری ہوگی۔ الحمد للہ رب العالمین اس مختصر رسالہ کی شرح اختتام کو پہنچی لیکن جب یہاں پہنچا تو بعض احباب نے مشورہ دیا کہ اب منکرین شان و حیات انبیاء کے دلائل کا رد بھی ہونا چاہئے چونکہ کتاب پہلے ہی ضخیم ہو چکی ہے اس لئے یہ طے پایا کہ منکرین حیات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دلائل اور ان کے جوابات کے لئے اس کتاب کا دوسرا حصہ مختص کیا جائے۔ لہذا انشاء اللہ المولیٰ بوسیدہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بعد اس کتاب کا دوسرا حصہ عنقریب تحریر کیا جائے گا۔

۱۴/ مئی ۱۹۹۶ء بروز منگل

۲۴/ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ بعد نماز ظہر

۱۴/ اگست ۱۹۹۸ء ابو ظہبی مرکز اہلسنت



فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین
۳	پیش لفظ
۵	عرض مصنف
۷	تقاریظ
۲۰	رسالہ حیاۃ الانبیاء
۳۰	حدیث نمبر ۱ حضرات انبیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں
۳۲	حدیث نمبر ۲، حضرات انبیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں
۳۲	حدیث مذکور کا محدثین کے ہاں مقام پیشی علامہ مناوی، العزیزی ابن حجر عسقلانی
۳۳	ملا علی قاری شیخ عبدالحق، علی بن عراق الکفانی، ابوالاحمد عبدالقادر
۳۴	علامہ شوکانی، شیخ نورالدین السہودی شیخ فقیر اللہ نقشبندی
۳۵	جانبی دوست محمد قندھاری، ابن حجر کی امام احمد رضا، علامہ داؤد سلیمان نقشبندی
۳۶	امام ابن عدی، امام نہبانی، امام سخاوی، محمد علوی مالکی
۳۷	امام سیوطی، ارشاد الحق اثری، حسین سلیم اسد
۹۳	علمائے کرام اور محدثین عظام جنہوں نے اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہوئے اس سے استدلال فرمایا
۳۹	امام شامی، امام سیوطی، امام سمہودی، علامہ داؤد بن سلیمان بغدادی

- ۴۰ امام زرقانی، شیخ احمد دھلان کی، شیخ احمد اللہ فاضل سہارنپوری
- ۴۲ شیخ مصطفیٰ ابو یوسف الجمالی المصری الازہری
- ۴۳ امام عبدالغنی مقدسی، محمد بن یوسف الشامی
- ۴۴ علامہ زائد الکوشی، شاہ فضل رسول بدایونی
- ۴۴ امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی
- ۴۵ سید عمر بن سعید الفتویٰ الکردی
- ۴۶ امام ابو منصور عبد القاہر بن طاہر البغدادی، شیخ عقیف الدین الیافعی
- ۴۷ علامہ جمال الدین محمود شاہ احمد سعید دہلوی مدنی، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی
- ۴۸ صدر الشریعہ مولانا امجد علی، حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار نعیمی، سلطان باجوہ
- ۴۹ میاں محمد بخش عارف کھڑی شریف، شیخ عبدالقادر کی حنبلی
- ۵۰ امام تقی الدین سبکی، امام احمد رضا بر خاں فاضل بریلوی
- ۵۱ امام نجم الدین الغیسی، ابن تیمیہ، شیخ حسن العدوی المصری مالکی
- ۵۲ علامہ محمد شوبری مصری، علامہ شہاب الدین الخفاجی
- ۵۳ علامہ صاوی مالکی، شاہ ولی اللہ شیخ شہاب الدین ربلی
- ۵۴ علامہ احمد علی سہارنپوری، شاعر مشرق علامہ اقبال
- ۵۴ امام ابوالقاسم القشیری، ملا علی قاری، ابن قیم
- ۵۶ تاج الدین فاکہانی، قاضی ابوبکر ابن العربی
- ۵۷ شیخ یوسف الدجوی، ابو حامد بن مرزوق
- ۵۸ علامہ جمیل آفندی، علامہ محمد احمد شوبری
- ۵۸ شیخ احمد بن شہاب الدین، سید محسن الامین مصری، سیدنا غوث اعظم
- ۵۹ شیخ عبدالکریم محمد المدرس، مولانا ابومیمونہ کراوی، مولانا سعید الرحمن التیرائی
- ۶۰ امام تورپشتی، علامہ آلوسی بغدادی

- ۶۱ علامہ بدرالدین عینی
- ۶۲ امام محمد بن الحسن بن فوزک، علامہ تاج الدین سبکی
- ۶۳ امام عبدالرؤف مناوی مصری
- ۶۳ امام ابن حجر عسقلانی، امام علی بن برہان الدین حلبی
- ۶۴ امام فخر الدین رازی، مولانا عبدالحی لکھنوی، شیخ عبدالوہاب بخاری
- ۶۵ علامہ محمد بن قاسم جسوس
- ۶۵ حضرت فرید الدین گنج شکر، حضرت مجد الف ثانی، امام شمس الدین، محمد یوسف کرمانی، امام احمد قسطلانی
- ۶۶ مولانا ابوالحسن کاکوروی، علامہ اسماعیل حقی
- ۶۷ علامہ حافظ ابوالفرج زین الدین، امام ابن الصلاح
- ۶۸ شیخ احمد بن محمد خیر شفقینی، علامہ شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی
- ۶۹ علامہ ابوبکر المراغی، امام الحرمین، امام جوینی
- ۶۹ امام العزیز بن عبدالسلام
- ۷۰ نوح حیات میں اختلاف
- ۷۰ حیات حقیقی، حسی، دنیاوی کے قائلین
- ۷۰ امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی
- ۷۱ امام تقی الدین سبکی
- ۷۱ مولوی اسماعیل سلفی کی کم علمی اور غلط بیانی
- ۷۲ امام جلال الدین سیوطی
- ۷۲ امام نور الدین السنہودی، علامہ بدرالدین زرکشی
- ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ صاحب کی علمیت پر مولوی سرفراز گکھڑی کی

گواہی

شیخ نور الحق محدث دہلوی

شیخ احمد حسنی، نواب قطب الدین ابن حجر مکی

مولانا ابوالحسن حسن کا کوروی، علامہ محمود آلوسی

شاہ فقیر اللہ حسنی، علامہ ابن قیم اور حقیقی زندگی

امام ذہبی کے نزدیک امام سبکی کا مقام

امام سیوطی کے نزدیک امام سبکی کا مقام

امام ابن صلاح الدین

ابن قیم کا مقام محدثین کے نزدیک

اعتراض نمبر ۲

معتز ضین سلفی و محمد حسین نیلوی

بدعتی کون؟

کیا امام ابن فورک بدعتی ہیں؟

امام ذہبی کا اشارہ کے بارے میں تعصب

حافظ صلاح الدین بن کیرکلی کا اظہار حق

ابن حزم کی جہالت

ابن حجر مکی اور ابن حزم

امام ذہبی اور ابن حزم

امام سبکی اور ذہبی پر بے لاگ تبصرہ

مسئلہ حیات الانبیاء اور علمائے دیوبند کی دوغلی پالیسی

دیوبند کے تیس علماء کا فتویٰ

مولوی حسین احمد ٹانڈوی، ادریس کاندھلوی، شبیر احمد عثمانی

- خلیل احمد، مفتی عزیز الرحمن، احمد رضا بجنوری ۹۴
- مولوی انور شادہ کشمیری ۹۵
- بانی دارالعلوم دیوبند قاسم نانوتوی اور مسئلہ حیات النبی ۹۵
- علمائے نجد، علمائے دیوبند کے نزدیک ۹۶
- قاسم نانوتوی کا وفات انبیاء سے انکار ۹۹
- قاسم نانوتوی علمائے دیوبند کے کٹھنرے میں ۱۰۱
- قاسم نانوتوی اور عشق دجال ۱۰۲
- غیر مقلدین اور مسئلہ حیات النبی ۱۰۵
- مفتدیین اور متاخرین وہابیہ میں اختلاف ۱۰۶
- قاضی محمد بن علی الشوکانی ۱۰۶
- نواب صدیق الحسن بھوپالی ۱۰۷
- محمد اسماعیل سلفی، عطاء اللہ حنیف ۱۰۸
- شمس الحق عظیم آبادی ۱۰۸
- مولوی وحید الزماں، میاں نذیر حسین دہلوی، حافظ محمد گوندلوی ۱۰۹
- حمد بن ناصر نجدی، امام محی الدین بن شرف النووی، امام ابوالحسن ۱۱۰
- امام عبداللہ محمود الموصلی، ابن الحاج مالکی ۱۱۱
- حدیث انس رضی اللہ عنہ تحقیق کی کسوٹی پر ۱۱۲
- اس حدیث پر اعتراضات، اعتراض نمبر ۱۱۲
- جواب: اس حدیث کو باسند روایت کرنے والے محدثین ۱۱۳
- دوسرا اعتراض: الازرق بن علی ضعیف ہے۔ ۱۱۳
- جواب: یہ راوی ثقہ ہے۔ ۱۱۳

- ۱۱۵ امام ابن حجر کا صدوق یغرب کہنا ضعف کی دلیل نہیں
- ۱۱۶ صحیحین کے وہ راوی جن پر ثقہ یغرب کی جرح ہے
- ۱۱۷ ازرق بن علی کا ثقہ متابع عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ ہے
- ۱۱۸ تیسرا اعتراض راوی مستلم بن سعید وہم کا شکار ہے۔
- ۱۱۹ جواب: معترض کی علمی دیانت اور مبلغ علم
- ۱۱۹ یہ راوی ثقہ ہے۔
- ۱۲۰ لہٰ اوہام کس طبقہ کی جرح ہے۔
- ۱۲۰ چوتھا اعتراض: حجاج بن الاسود مجہول ہے
- ۱۲۲ جواب: یہ راوی معروف اور ثقہ ہے
- ۱۲۲ امام ذہبی کے اوہام
- ۱۲۵ پانچواں اعتراض: اس روایت میں مستلم بن سعید متفرد ہے
- ۱۲۵ جواب: یہ کوئی جرح نہیں
- ۱۲۷ اعتراض یہ روایت صرف حضرت انس سے مروی ہے
- ۱۲۸ جواب: یہ بھی کوئی اعتراض نہیں
- ۱۲۸ اعتراض کا دوسرا حصہ: حضرت انس سے راوی صرف ثابت بنانی ہیں
- ۱۲۸ جواب: حضرت انس سے عبد العزیز اور ابوالحلیج بھی یہی روایت کرتے ہیں
- ۱۳۰ تنبیہ: یہ حدیث منکر ہرگز نہیں
- ۱۳۰ حدیث منکر کی تعریف
- ۱۳۲ حدیث نمبر ۳: انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں
- ۱۳۳ متابع اور شواہد میں ضعیف راوی بھی قابل قبول ہوتا ہے
- ۱۳۴ حدیث نمبر ۴:
- ۱۳۴ انبیائے کرام چالیس روز کے بعد قیامت تک قبروں میں نماز پڑھتے ہیں

- ۱۳۵ اس روایت پر اعتراض اور اس کا جواب
- ۱۳۵ شرح حدیث: امام بیہقی اور شیخ عبدالحق دہلوی
- ۱۳۶ امام زرقانی اور علامہ سبکی
- ۱۳۶ اس حدیث کے شواہد، شاہد اول از انس بن مالک
- ۱۳۸ دوسرا شاہد از امام دیلمی
- ۱۴۰ حدیث نمبر ۵: کوئی نبی اپنی قبر میں چالیس راتوں سے زیادہ نہیں ٹھہرتا
- ۱۴۰ یہ روایت ان معنوں میں صحیح نہیں
- ۱۴۱ اس کی شاہد روایت جو کہ موضوع ہے
- ۱۴۲ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گنبد خضرا میں ہیں یا جنت میں؟
- ۱۴۳ شیخ عبدالحق کا مسلک
- ۱۴۳ غزالی دوراں علامہ کاظمی کا تبصرہ
- ۱۴۴ علامہ ابن قیم جوزی
- ۱۴۵ کیا آپ کی روح جنت میں ہے؟
- ۱۴۵ آپ کی قبر ہی جنت بلکہ جنت سے افضل ہے
- ۱۴۶ قبر منورہ کا عرش عظیم سے افضل ہونا
- ۱۴۶ امام اہلسنت فاضل بریلوی کا ارشاد
- ۱۴۷ امام مالک، امام ابن عساکر، امام غزالی
- ۱۴۷ امام ابن عقیل حنبلی، علامہ سیوطی، ملا علی قاری، علامہ بیہقی
- ۱۴۸ قاضی عیاض امام خفاجی، محمد بن رزین ابن الحاج مالکی
- ۱۴۹ ابوبکر المراغی، علامہ حلبی، علامہ قاسی، علامہ علاؤ الدین اصفہانی
- ۱۵۰ امام شافعی، علامہ آلوسی، علامہ خرپوتی

- ۱۵۱..... علامہ بحر العلوم، علامہ فضل رسول
- ۱۵۱..... علمائے دیوبند کا متفق علیہ فتویٰ
- ۱۵۲..... حدیث نمبر ۶:
- ۱۵۷..... مراسل صحابہ کی حیثیت
- ۱۵۹..... حدیث نمبر ۷: حضرت موسیٰ کا قبر میں نماز پڑھنا
- ۱۵۹..... تخریج حدیث مذکورہ
- ۱۶۰..... حدیث نمبر ۸:
- ۱۶۱..... حدیث کے شواہد: نمبر ۱: از ابن عباس، نمبر ۲، از ابو سعید خدری، نمبر ۳: از ابو ہریرہ
- ۱۶۲..... حدیث نمبر ۸: سند دیگر حضرت موسیٰ کا قبر میں نماز پڑھنا
- ۱۶۲..... فوائد حدیث: از علامہ سیوطی، علامہ داؤد بن سلیمان، محمد بن یوسف
- ۱۶۳..... علامہ سبکی، محمد بن قاسم جسوس
- ۱۶۶..... دیوبندی انوکھی تحقیق
- ۱۶۶..... غیر انبیاء کا قبر میں نماز پڑھنا
- ۱۶۷..... اولیائے کرام کا قبور میں نماز پڑھنا
- ۱۷۲..... حدیث نمبر ۹: حدیث معراج
- ۱۷۳..... انبیائے کرام کا کائنات عالم میں تصرف فرمانا
- ۱۷۴..... انبیائے کرام کا حج کرنا
- ۱۷۴..... حضرت عیسیٰ کا نبی اکرم ﷺ کا بارگاہ میں حاضر ہو کر مصافحہ
- ۱۷۸..... دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے
- ۱۷۸..... تخریج حدیث
- ۱۸۱..... حضرت سلمان فارسی کا عقیدہ
- ۱۸۲..... علامہ العزیزی، امام صدالدین قونوی، علامہ مناوی، علامہ ثناء اللہ پانی پتی

- ۱۸۴..... شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالعزیز، شاہ ولی اللہ
- ۱۸۷..... شاہ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ بدرالدین محمود آلوسی
- ۱۸۸..... امام غزالی، امام نور الدین حلبی
- ۱۹۰..... قاضی ابوبکر بن عربی
- ۱۹۱..... جلال الدین سیوطی، ولی کامل عمر بن سعید الکدوی
- ۱۹۳..... الشیخ مصطفیٰ الحماوی
- ۱۹۴..... اولیاء کا بیک وقت کئی مقامات پر تشریف فرما ہونا
- ۱۹۴..... اس پر علماء و محدثین کو توثیق
- ۱۹۶..... بیداری میں آپ کی زیارت
- ۱۹۶..... تخریج حدیث
- ۱۹۷..... اس سلسلہ میں علماء و محدثین کا عقیدہ
- ۲۰۲..... حدیث نمبر ۱۰: زمین انبیاء کے اجسام کو نہیں کھاتی
- ۲۰۲..... تخریج حدیث
- ۲۰۴..... اس حدیث کی صحت پر محدثین کی آراء
- ۲۰۶..... اس حدیث پر اعتراض
- ۲۰۷..... اس حدیث میں راوی ابن جابر نہیں بلکہ ابن تمیم ہے
- ۲۰۸..... جواب: راوی ابن جابر ہی ہے
- ۲۰۸..... محدثین کی آراء
- ۲۱۳..... حضرت دانیال علیہ السلام کا جسد اقدس کئی سو سال تک تروتازہ رہا۔
- ۲۱۳..... تخریج حدیث
- ۲۱۵..... حدیث نمبر ۱۱: بروز جمعہ درود شریف کا حضور پر پیش کیا جانا، تخریج حدیث

- ۲۱۷..... حدیث نمبر ۱۲: حدیث ابی امامہ
- ۲۱۸..... اعتراض: مکحول کا حضرت ابو امامہ سے سماع ثابت نہیں
- ۲۱۸..... جواب: اس طرح یہ حدیث مرسل ہوگی جو جمہور کے نزدیک قابل حجت ہے۔
- ۲۱۹..... مکحول کا حضرت ابو امامہ سے سماع (عند البعض) ثابت ہے
- ۲۲۰..... دوسرا اعتراض: راوی بزد بن سنان ضعیف ہے
- ۲۲۰..... جواب: یہ راوی ثقہ ہے
- ۲۲۲..... حدیث ابی امامہ کے شواہد
- ۲۲۲..... حدیث ابوالدرداء، آپ کا زندہ ہونا اور رزق دیا جانا
- ۲۲۳..... اس حدیث کی صحت پر محدثین کے اقوال
- ۲۲۴..... اعتراض: یہ روایت منقطع ہے
- ۲۲۴..... جواب:
- ۲۲۵..... حدیث نمبر ۱۳: موکل فرشتہ تمہارا درود و سلام میری قبر میں حاضر ہو کر پیش کرتا ہے
- ۲۲۵..... تخریج حدیث
- ۲۲۷..... اعتراض اور اس کا جواب
- ۲۲۷..... اس حدیث کے شواہد نمبر ۱، حدیث جابر نمبر ۲، حدیث عبداللہ بن مسعود
- ۲۳۱..... حدیث نمبر ۱۴: حدیث ابی ہریرہ
- ۲۳۲..... تخریج حدیث
- ۲۳۲..... اس حدیث سے زیارت قبر نبی کی ممانعت پر استدلال کا رد
- ۲۳۸..... حدیث نمبر ۱۵: حدیث ابی ہریرہ، حضور کی روح کا لوٹایا جانا اور سلام کا جواب دینا
- ۲۳۸..... تخریج حدیث
- ۲۳۹..... حدیث کی صحت پر اقوال محدثین
- ۲۴۱..... تفہیم حدیث، رد روح سے مراد

حدیث: مابین بتی و منبری روضہ من ریاض الجنۃ کی تخریج

اشکال و حل اشکال

رد روح سے مراد خوشی اور سرور ہے، از ابن العباد

رد روح سے مراد نطق ہے، از علامہ بکری و دیگر

رد روح سے مراد سماعت مصطفیٰ ﷺ، از علامہ سیوطی و ابن حجر مکی

جواب سلام کی سعادت صرف زائر کے ساتھ مخصوص نہیں

اعتراضات اور ان کے جوابات

حدیث نمبر ۱۶: حدیث عبد اللہ بن مسعود: بیشک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں سیر کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں

تخریج حدیث

اس حدیث کی صحت پر محدثین کی آراء

اعتراضات اور ان کا رد

حدیث نمبر ۱: حدیث ابن عباس، ایک فرشتہ کا ساری مخلوق کی آواز سننا

تخریج حدیث

اس حدیث کی شاہد حدیث عمار بن یاسر

شرح حدیث از علامہ مناوی و عزیزی وغیرہما

قبر پر کھڑے فرشتے کا اسم مبارک

اعتراض: اس میں اسماعیل بن ابراہیم مفرد ہے

جواب: اس کے متابع راوی

اعتراض نمبر ۲: نعیم بن ضمیم ضعیف ہے

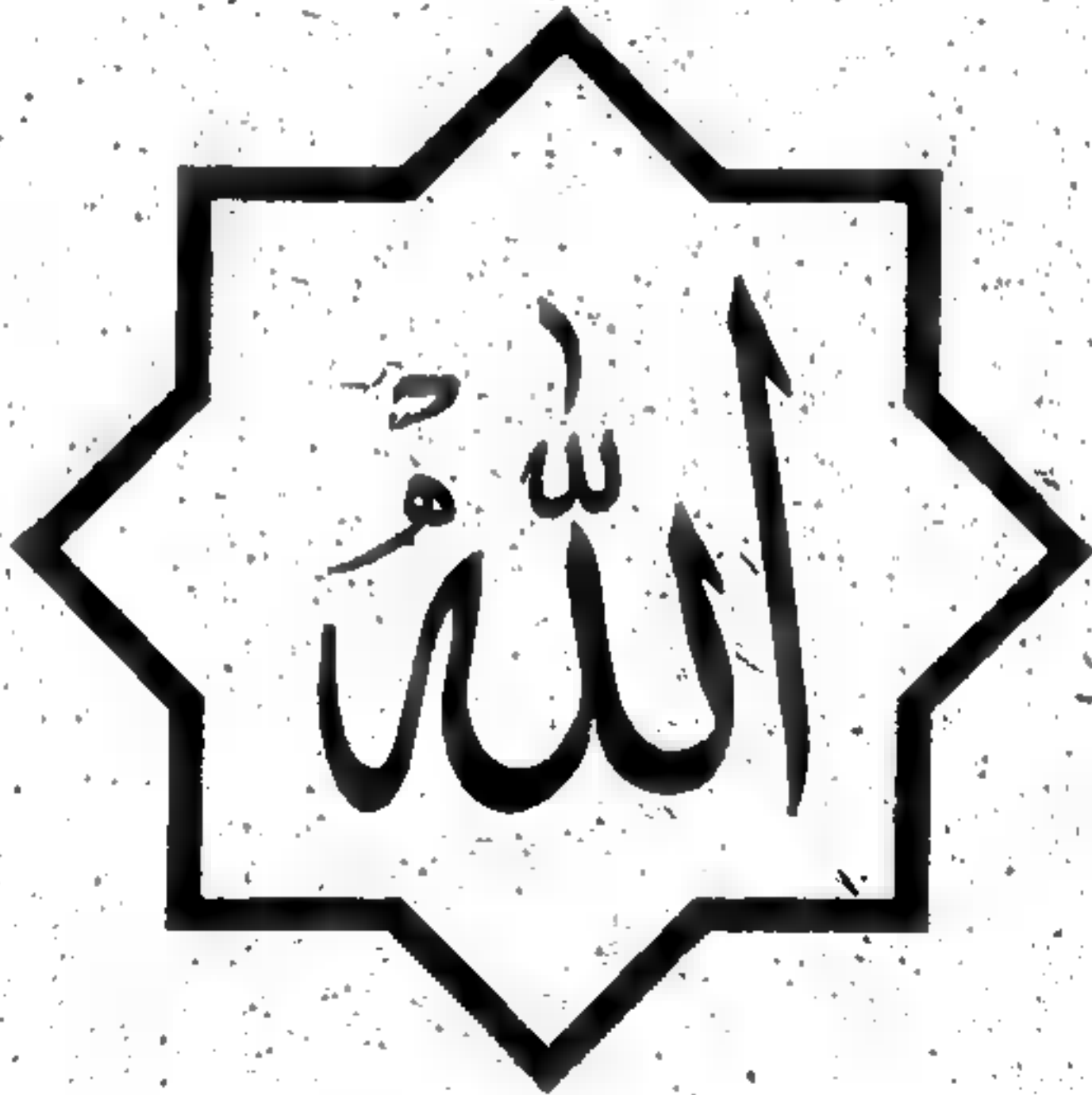
جواب: جارج نامعلوم ہے

- ۲۷۴ تیسرا اعتراض: راوی عمران بن الحمری مجہول ہے
- ۲۷۴ جواب: یہ راوی عند الاکثر معروف ہے
- ۲۷۴ اس حدیث کے شواہد: شاہد نمبر ۱، روایت ابی بکر رضی اللہ عنہ
- ۲۷۵ شاہد نمبر ۲، روایت ابی امامہ رضی اللہ عنہ
- ۲۷۶ حدیث نمبر ۱۸: جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا میں اس کو خود سنتا ہوں
- ۲۷۶ تخریج حدیث
- ۲۷۷ اس حدیث کی سند پر بحث
- ۲۷۷ اس میں راوی محمد بن مروان سدی صغیر متہم بالکذب ہے
- ۲۸۰ دوسرا راوی العلاء بن عمرو متکلم فیہ ہے
- ۲۸۰ اس حدیث میں تیسری علت کا منکر ہونا ہے
- ۲۸۰ چوتھی علت راوی ہاعمش مدلس ہے اور روایت معنعن ہے
- ۲۸۱ مدلس کا عنعنہ مردود ہے
- ۲۸۲ محمد بن مروان کا متابع اور اس پر بحث
- ۲۸۳ نبی اکرم ﷺ کا دور نزدیک سے سلام سننا اور اس کے دلائل
- ۲۸۴ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تین میل سے چیونٹی کی آواز سننا
- ۲۸۵ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بصارت دس فرسخ کے فاصلہ سے چیونٹی کا دیکھ لینا
- ۲۸۸ آپ ﷺ دنیا کو حقیقتاً دیکھ رہے ہیں، از علامہ زرقانی
- ۲۸۹ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ (حدیث)
- ۲۸۹ تخریج حدیث
- ۲۹۰ نبی ﷺ وہ دیکھتے ہیں جو لوگ نہیں دیکھتے اور غیب بتلاتے ہیں۔ (حضرت حسان)
- ۲۹۰ تخریج اثر
- ۲۹۱ آپ دور و نزدیک سے بذات خود درود و سلام سنتے ہیں (حدیث طبرانی) از حضرت ابوالدرداء

- ۲۹۲..... اس حدیث پر سرفراز گلکھڑوی اور ”تھانوی“ کے اعتراضات اور ان کے جوابات
- ۲۹۲..... کیا تھانوی صاحب دیندار اور ذہین آدمی ہیں
- ۲۹۶..... منقطع اور مرسل روایت میں کوئی فرق نہیں ہے
- ۲۹۸..... حجت مرسل
- ۲۹۸..... بعض اوقات مرسل متصل سے قوی ہوتی ہے
- ۲۹۹..... مرسل حدیث کو رد کرنا دوسری صدی کی بدعت ہے
- ۳۰۰..... آپ ﷺ کا علم غیب اور مولوی انور شاہ کشمیری
- ۳۰۱..... جلا الافہام میں لفظ ”صوتہ“ کتاب کی غلطی ہے
- ۳۰۲..... جلا الافہام کے متعدد نسخوں کا ذکر جن میں صوتہ لفظ ہے
- ۳۰۵..... ابن قیم کے علاوہ، علامہ ناصر الدین دمشقی، علامہ محمد بن یوسف صالحی، ابن حجر مکی
- ۳۰۶..... مولانا نور اللہ حیدر آبادی نے بھی لفظ صوتہ نقل کیا ہے
- ۳۰۷..... حدیث طبرانی کے شواہد
- ۳۰۷..... آپ ﷺ ساری مخلوق کی آواز سنتے اور اس کو ملاحظہ فرماتے ہیں
- ۳۰۸..... شاہد نمبر ۲: آپ پیر اور جمعہ کو بلا واسطہ درود و سلام سنتے ہیں۔
- ۳۰۸..... شاہد نمبر ۳: آپ جمعرات اور جمعہ کو اپنے کانوں سے درود و سلام سنتے ہیں۔
- ۳۰۸..... شاہد نمبر ۴: آپ اہل محبت کا درود بلا واسطہ سنتے ہیں۔
- ۳۱۰..... موضوع حدیث: تائید قبول کی جائے گی، از اسماعیل دہلوی
- ۳۱۱..... تلقی بالقبول سے حدیث قابل حجت بن جاتی ہے۔
- ۳۱۲..... فضیلت نبی کا منکر زندیق ہے۔ از امام خلال
- ۳۱۳..... آپ ﷺ کا درود و سلام سننا، اس پر علماء محدثین کی آراء
- ۳۱۳..... علامہ سیوطی، میر غنی، حلبی، شیخ محقق، امام الحرمین

- ۳۱۷..... خواجہ ضیاء اللہ، امیر ملت، عارف کھڑی
- ۳۱۸..... حدیث قدسی، اولیاء کی طاقت سماعت و بصارت
- ۳۲۰..... سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یا ساریہ الجبل کہنا
- ۳۲۰..... تخریج اثر
- ۳۲۲..... حدیث نمبر ۱۹: حضور ﷺ کا سلام سننا اور جواب دینا، تخریج حدیث، اس کے شواہد
- حدیث نمبر ۱، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول قبر مصطفیٰ ﷺ پر حاضر ہو کر یا محمد کہیں گے اور آپ
- ۳۲۵..... جواب دیں گے
- ۳۲۸..... حدیث نمبر ۲: روضہ نبی ﷺ سے اذان و اقامت کی آواز سنائی دینا
- ۳۲۸..... تخریج اثر
- ۳۲۹..... اعتراضات اور ان کے دندان شکن جوابات
- ۳۳۱..... مختلط کی روایت کے قبول اور عدم قبول کا اصول
- ۲۳۲..... شاہد نمبر ۳: ابراہیم بن بشار، گنبد خضرا پر حاضر ہو کر سلام کرنا اور آپ ﷺ کا جواب دینا
- ۳۳۵..... شاہد نمبر ۴: دیار بکری کا روضہ شریف سے جواب سلام سننا
- ۳۳۶..... حیات اور کلام فی القبر کا عجیب واقعہ
- ۳۳۶..... حضرت ہارون علیہ السلام کا وفات کے بعد قبر میں سے کلام فرمانا
- ۳۳۷..... تفسیر صحابی کا حکم
- ۳۳۸..... حدیث نمبر ۲۰: مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو
- ۳۳۹..... تخریج حدیث
- ۳۳۹..... اس حدیث سے حیات الانبیاء پر استدلال
- ۳۳۳..... حدیث نمبر ۲۱: مجھے انبیاء پر فضیلت نہ دو
- ۳۳۴..... رسول اللہ ﷺ کے افضل المخلوق ہونے کا بیان
- ۳۳۵..... آپ ﷺ روز قیامت عرش الہی پر جلوہ فرما ہوں گے

- ۳۵۰ (حدیث) انا سید الناس یوم القیامۃ، تخریج حدیث
- ۳۵۳ حیات انبیاء اور حیات شہداء میں فرق
- ۳۵۶ نبی اکرم ﷺ اور رتبہ شہادت
- ۳۵۷ تخریج حدیث
- ۳۵۸ آپ ﷺ شہید ہیں۔ از عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۵۸ حیاۃ النبی کے اثبات پر دیگر آیات قرآنیہ
- ۳۸۳ مصادر و مراجع



آخذ و مراجع

شمار	نمبر نام کتاب	نام مصنف و متونی	مطبوعه
۱	آئینہ تکسین الصدور	شیر محمد دیوبندی	جامع مسجد ذوالنورین جھنگ
۲	آب حیات	قاسم نانوتوی	اداره تالیفات اشرفیہ ملتان
۳	ابکار الحسن فی تنقید آثار السنن	عبدالرحمن مبارکپوری	جامع سلفیہ فیصل آباد ۱۳۵۳ھ
۴	اجابت الغوث مشمولہ رسائل	ابن عابدین شامی	۱۲۵۲ھ سہیل اکیڈمی لاہور
۵	الاجوبۃ الفاضلۃ لاسئلۃ	عبدالحی لکھنوی	۱۳۰۴ھ مطبوعہ الاسلامیہ حلب
۶	الاحادیث الطوال	ابو قاسم سلیمان بن احمد	وزارتہ الاوقاف بغداد عراق طبرانی ۳۶۰ھ
۷	الاحادیث المختارۃ	ضیاء الدین مقدسی	۶۴۳ھ دارالبازمکۃ المکرمہ
۸	الاحسان بترتیب صحیح ابن ابی حاتم محمد بن حبان	مکتبہ اثریہ سائلکھیل	۲۵۴ھ حبان
۹	احسن الکلام	سرفراز گلہروی	مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

- ۱۰ احوال القبور اہلبہا الی النشور ابو الفرج زین الدین بن دارالکتب العلمیۃ بیروت
رجب جلیلی ۷۹۵ھ
- ۱۱ احیاء العلوم ابو حامد محمد بن الغزالی دارالکتب العلمیۃ بیروت
۵۰۵ھ
- ۱۲ اخبار الاخیار شیخ عبدالحق محدث دہلوی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۱۲۵۲ھ
- ۱۳ الاختیار لتعلیل المختار عبداللہ بن محمد بن محمود دارفراس للنشر مصر
الموصلی
- ۱۴ اخفاء الذکر سرفراز گلہڑوی مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ
- ۱۵ ادب المفرد ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل المکتب الاسلامی بیروت
البخاری ۲۵۶ھ
- ۱۶ الاربعین ابو عبد الرحمن السلمی ۴۱۲ھ المکتب الاسلامی بیروت
- ۱۷ ارشاد طلاب الحقائق الی ابو ذکریا یحییٰ بن شرف مکتبۃ الایمان مدینہ منورہ
معرفت سنن خیر الخلائق النووی ۶۷۲ھ
- ۱۸ ازالۃ الخفاء عن خلافتہ الخلفاء شاہ ولی اللہ ۱۱۷۶ھ سہیل اکیڈمی لاہور
- ۱۹ الاستیعاب بمعرفت ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بیروت
بن عبد البر مالکی ۴۶۳ھ
- ۲۰ اصول الفقہ اسماعیل دہلوی صدف پبلشرز کراچی
- ۲۱ اعلام النبوة ابو الحسن علی بن محمد المناروی دار احیاء العلوم بیروت
۴۵۰ھ
- ۲۲ الاعلان بالتوبیخ شمس الدین محمد بن عبد مکتبۃ اثریہ سانگلہ ہل
الرحمن سخاوی ۹۰۲ھ

- ۲۳ اقامۃ البرہان سجاد بخاری کتب خانہ رشیدیہ
- ۲۴ اقامۃ الحجۃ عبدالحی لکھنوی پشاور
- ۲۵ انباء الاذکیا بحیات الانبیاء جلال الدین السیوطی ۹۱۱ھ مکتبہ علویہ فیصل آباد
- ۲۶ انوار احمدی مولانا انوار اللہ قادری مکتبہ علویہ فیصل آباد
- ۲۷ انیس الجلیس جلال الدین سیوطی چشتی
- ۲۸ بدائع الذہور ابو البرکات محمد بن مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
- ۲۹ البدایہ والنہایہ عماد الدین ابن مکتبہ قدوسیہ لاہور
- ۳۰ بذل المحمود شرح ابوداؤد خلیل احمد سہارنپوری
- ۳۱ البغیۃ الباحت عن زوائد مسند نور الدین ایشی ۸۰۷ھ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ
- ۳۲ بغیۃ الوعادۃ فی طبقات جلال الدین سیوطی دارالفکر بیروت
- ۳۳ بواذر النوادر اشرف علی تھانوی ادارہ اسلامیات لاہور
- ۳۴ بہار شریعت صدر الشریعہ مولانا امجد علی مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
- ۳۵ بیان الاکان بحر العلوم مولانا عبدالحی مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

- ۳۶ تاج التراجم ^ب قاسم بن قطلوبغا ^ب ایچ ایم سعید کراچی
- ۳۷ تاریخ اسماء الثقات من نقل ابو حفص عمر بن احمد بن دارالکتب العلمیہ بیروت ^ب عنہم العلم شاپن ۳۸۵ھ
- ۳۸ تاریخ الامم والملوک ابن جریر طبری ۳۱۰ھ دارالقلم بیروت
- ۳۹ تاریخ بغداد ابوبکر بن علی الخطیب دارالکتب العلمیہ بیروت ^ب بغدادی ۴۴۳ھ
- ۴۰ تاریخ ثقات عبداللہ بن صالح بن مسلم دارالکتب العلمیہ بیروت ^ب العجلی ۲۱۱ھ
- ۴۱ تاریخ جرجان ابو القاسم حمزہ بن یوسف عالم الکتاب بیروت ^ب البسمی ۴۲۷ھ
- ۴۲ تاریخ عثمان بن سعید الداری عثمان بن سعید الداری دارالمأمون للتراث بیروت
- ۴۳ تاریخ الکبیر امام محمد بن اسماعیل اوردہ معارف النعمانیہ ^ب البخاری
- ۴۴ التحذیر الابداع عن تحبیر مولانا ابومیمونہ الکرانوی مکتبی الیشیق استنبول ترکی ^ب الابداء
- ۴۵ تحریک آزادی فکر اور شاہ مولوی محمد بن اسماعیل سلفی مکتبہ سلفیہ لاہور ^ب ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ۱۹۲۸ء
- ۴۶ تحفۃ الذارکین بعدہ الحسن محمد بن علی الشوکانی دارالکتب العلمیہ بیروت ^ب والحصین ۱۲۵۵ھ

کوه طور لاہور

۴۷ تحفہ احمدیہ اسکی بہ نجوم شیخ احمد حسنی

الشہابیہ للرنجوم الوہابیہ

۴۸ تحقیق الحق الحسین فی اجوبہ شاہ احمد سعید دہلوی مدنی حیدرآباد سندھ

نقشبندی

مسائل اربعین

۴۹ تحقیق الحضرة بلخیص معالم ابی بکر الحسین الفخر المراقی المکتبۃ العلمیہ مدینہ منورہ

۷۷۱ھ

دارالہجرۃ

المکتب الاسلامی بیروت

۵۰ تخریج الاربعین السلمیہ فی امام سخاوی

التصوف

دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور

امام سیوطی

۵۱ تدریب الراوی

شمس الدین الذہبی دار المکتب العربی بیروت

۵۲ تذکرۃ الحفاظ

۷۷۸ھ

۵۳ التذکرہ فی احادیث الشجرۃ بدرالدین محمد بن عبد اللہ دار المکتب العلمیہ بیروت

الذکرشی

ص ۳

۵۴ التذکرۃ فی احوال الموتی و ابو عبد اللہ محمد بن دار الفکر بیروت

احمد القرطبی ۶۷۱ھ

امور الآخرة

۵۵ تذکرۃ الموتی والقبور قاضی ثناء اللہ پانی پتی مکتبۃ الیشیق ترکی

۱۲۲۵ھ

۵۶ الترغیب والترہیب ابوالقاسم اسماعیل بن دار الحدیث قاہرہ مصر

الاصمہانی التیمی المعروف

قوام السنہ ۵۲۵ھ

- ۵۷ الترغیب والترہیب ابو محمد ذکی الدین عبدالعظیم دار احیاء التراث العربی بیروت
المندری ۶۵۶ھ
- ۵۸ الترغیب فی فضائل الاعمال ابن شاپین دار ابن جوزی ریاض
- ۵۹ تسکین الصدور سرفراز گلہڑوی مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ
- ۶۰ التعریف والاخبار تخرج امام زین الدین قاسم بن قلمی نسخہ
احادیث الاختیار قطلوبغا ۸۷۹ھ
- ۶۱ تفریح الاذکیاء فی احوال مولانا ابوالحسن حسن نفیس اکیڈمی لاہور
- ۶۲ تفسیر جلالین الامنیاء الکاوری
- ۶۳ تفسیر جمل سلیمان بن عمر العجلی مطبع البابی اٹلی مصر
الثانی ۱۲۰۳ھ
- ۶۴ تفسیر روح البیان امام اسماعیل حقی ۱۱۱۷ھ مکتبہ امدادیہ ملتان
- ۶۵ تفسیر روح المعانی امام محمود آلوسی بغدادی بیروت
۱۲۷۰ھ
- ۶۶ تفسیر صاوی علی الجلالین علامہ صاوی المالکی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
- ۶۷ تفسیر کبیر (مفتاح الغیب) امام فخر الدین الرازی ایران
۶۰۶ھ
- ۶۸ تفسیر الکشاف عن حقائق ابوالقاسم جلال الدین محمدی شراب الحوذہ ایران
التزئیل ۵۳۸ھ
- ۶۹ تفسیر مدارک ابوالبرکات عبداللہ بن احمد دارالکتب العربیہ بیروت
النفسی

- ۷۰ تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی کوئٹہ
 ۷۱ تفسیر معالم التنزیل امام بغوی ۵۱۶ھ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور
 ۲۳۳

- ۷۲ تفسیر نور العرفان حاشیہ حکیم الامت مفتی احمد یار مکتبہ اسلامیہ لاہور
 کنز الایمان خاں نعیمی
 ۷۳ تقریب التہذیب حافظ ابن حجر عسقلانی دار النشر الکتب الاسلامیہ
 ۸۵۲ھ

- ۷۴ تکریم المومنین بتقویم نواب صدیق حسن بھوپالی قادری کتب خانہ سیالکوٹ
 مناقب خلفاء الراشدین ۱۳۰۷ھ

- ۷۵ تلخیص المدرک علی ہاشم امام ذہبی ۷۴۸ھ دار المعرفۃ بیروت
 المستدرک

- ۷۶ التہمید لما فی الوطامن المعانی ابن عبدالبر ۴۶۳ھ مکتبہ قدوسیہ لاہور
 والاسانید

- ۷۷ تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن ابوالحسن علی بن محمد بن دار الکتب العلمیہ بیروت
 الاخبار الشنیعہ عراقی ۹۶۳ھ

- ۷۸ تنقیح الرواۃ فی تخریج ابوالوزیر احمد حسن دہلوی المکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور
 احادیث مشکوٰۃ ۱۳۲۸ھ

- ۷۹ تنویر الحالک فی امکان رویۃ امام سیوطی ۹۱۱ھ مکتبہ رضویہ فیصل آباد
 النبی والملك

- ۸۰ توجیہ النظر الی اصول الاثر طاہر بن صالح بن احمد دارالمعرفۃ بیروت
الجزائر ۱۳۲۹ھ
- ۸۱ توجیہ خالص ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی مکتبہ عثمانیہ کراچی
- ۸۲ التوسل بالنبی والصلحین علامہ ابی حامد بن مرزوق مکتبہ اشیق استنبول ترکی
مصری
- ۸۳ التوکل علی اللہ ابو بکر عبید اللہ بن محمد بن مکتبہ العلمیہ بیروت
عبید ابن ابی الدنیا
۲۰۸۱ھ
- ۸۴ تہذیب تاریخ دمشق عبد القادر ابن بدران دار احیاء تراث العربی
۱۹۲۷ء
- ۸۵ تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی مکتبہ اثریہ سائیکہ بل
- ۸۶ تہذیب الکمال ابی الحاج جمال الدین دار الفکر بیروت
یوسف بن عبد الرحمن
المرزی ۷۷۸ھ
- ۸۷ التیسیر شرح الجامع الصغیر امام عبد الرؤف المناوی مکتبہ الامام الشافعی الریاض
۱۰۳۰ھ
- ۸۸ التیسیر القاری شرح صحیح شیخ نور الحق محدث دہلوی حاجی عبدالغفار بازار قندھار
البخاری
۱۰۷۳ھ
- ۵ ص
- ج ج ج
- ۸۹ الجامع لاخلاق الراوی وعدم الحافظ الخطیب البغدادی مکتبہ العارف ریاض
السامع
۱۲۶۳ھ

۹۰ جامع التحصیل فی احکام صلاح الدین کیکلدی وزارت الاوقاف بغداد
المراسیل العلامی ۷۶۱ھ

۹۱ الجامع الصحیح المسند المختصر من امام محمد بن اسماعیل ایچ سعید کراچی
امور رسول اللہ و سنده و ایامہ البخاری ۲۰۵۶ھ
(بخاری شریف)

۹۲ الجامع الصحیح (مسلم شریف) ابوالحسین مسلم بن الحجاج قدیمی کتب خانہ کراچی
۲۶۱ھ

۹۳ الجامع الصحیح (ترمذی شریف) ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی مکتبہ امدادیہ
۲۷۹ھ

۹۴ جامع المسانید ابو المعید محمد بن محمود مکتبہ اسلامیہ سمندری فیصل آباد
الخوازمی ۶۶۵ھ

۹۵ جذب القلوب الی دیار شیخ عبدالحق محدث دہلوی
الحبوب ۱۰۵۲ھ

۹۶ محمد بن عاصم ثقفی ۲۶۲ھ دار العاصمہ الریاض جز

۹۷ احمد بن عصام ۲۷۲ھ دار العاصمہ الریاض جز

۹۸ جلاء الافہام شمس الدین ابن قیم مکتبہ نوری رضویہ سکھر
۷۵۱ھ

۹۹ جمال الاولیاء اشرف علی تھانوی مکتبہ اسلامیہ لاہور
۱۳۶۳ھ

۱۰۰ جمال قاسمی قاسم نانوتوی مکتبہ صدیقیہ اشاعت القرآن بمضروائیک

- ۱۰۱ الجوہر البحار فی فضائل النبی یوسف بن اسمعیل النہانی مکتبہ الحلبیہ مصر
المختار ۱۳۵۵ھ
- ۱۰۲ الجوہر المنظم فی زیارت القبر ابن حجر مکی
الشریف الدبوی المکرم
المعظم
- ح خ ح
- ۱۰۳ الحاوی للفتاوی
امام جلال الدین السیوطی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۹۰۱۱ھ
- ۱۰۴ حاشیہ بخاری
علامہ احمد علی سہارنپوری ایچ ایم سعید کراچی
۱۲۹۷ھ
- ۱۰۵ حاشیہ مسند ابویعلی
مولوی ارشاد الحق عصری و موسسہ علوم القرآن دمشق دار
المامون حسین سلیم اسد
- ۱۰۶ الجبل المتین فی اتباع السلف مولانا سعید الرحمن مکتبہ ایشیق استنبول ترکی
الصالحین التیرائی
- ۱۰۷ حجة الله البالغة
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مکتبہ سلفیہ لاہور
۱۱۷۲ھ
- ۱۰۸ حجة الله لعلمین
یوسف بن اسمعیل النہانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
- ۱۰۹ حسن التوسل فی آداب شیخ عبد القادر کی حنبلی مطبع امیر قم ایران
زیارت الافضل الرسل ۹۸۲ھ
- ۱۱۰ حقیقۃ التوسل و وسیلہ علی ضوء علامہ موسی محمد
عالم الکتب بیروت
الکتاب والنسب

۱۱۱ حلیۃ الاولیاء طبقات الصغیر ابو نعیم احمد بن عبد اللہ دارالکتب العلمیہ بیروت
الاسفہانی

۱۱۲ حیات الاموات فی بیان امام احمد رضا فاضل مکتبہ حامدیہ لاہور
بریلوی ۱۳۳۰ھ

۱۱۳ حیاۃ الحواری الکبری کمال الدین محمد بن موسی انتشارات ناصر خسرو ایران
الدیمیری

۱۱۴ حیاۃ النبی علامہ احمد سعید کاظمی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۱۴۰۶ھ

۱۱۵ درۃ الناصحین علامہ الخوبوی مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

۱۱۶ الدرر السنیۃ فی رد علی الوہابیۃ شیخ احمد بن زینی دھلان مکی مکتبہ ایشیق ترکی
۱۴۰۷ھ

۱۱۷ الدرر المثنی شرح المثنی دار احیاء تراث بیروت

۱۱۸ در مختار علاؤ الدین الحنفی ایچ ایم سعید کراچی

۱۱۹ الدعوة الکبیر امام ابو عبد اللہ البیہقی وزارت الاوقاف کویت
۲۵۸ھ

۱۲۰ دلائل النبوة امام ابو نعیم دار الفکس بیروت

۱۲۱ دلائل النبوة امام بیہقی کتب خانہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۱۲۲ ذم الدنیا ابن ابی الدنیا دارالکتب العلمیہ بیروت

۱۲۳ ذیل تاریخ بغداد

محب الدین محمد بن محمود دارالکتب العلمیہ بیروت
المعروف ابن نجار

۶۶۳ھ

۱۲۴ ذیل طبقات الحفاظ

امام سیوطی دارالکتب العربیہ بیروت

۱۲۵ ردالمختار علی درالمختار محمد امین ابن عابدین شامی دارالاشاعت کراچی

۱۲۶ رسالہ ابی داؤد الی اہل مکہ امام ابوداؤد بیروت

۱۲۷ رسالہ بیعت درمجموعہ رسائل شاہ رفیع الدین دہلوی مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

۱۲۳۸ھ

۱۲۸ رسالہ الرحیق المختوم شرح

قلائد المنظوم

۱۲۹ رسالہ فی اثبات کرامات احمد بن شہاب الدین مکتبہ الشیخ ترکی

اسماعیلی ۱۱۹۷ھ

اولیاء

۱۳۰ الرسالہ فی اصول فقہ ابو عبد اللہ محمد بن ادریس مکتبہ دارالتراث القاہرہ

الشافعی

۱۳۱ رسائل القشیریہ ابو عبد اللہ الکریم ہوازن المہد مرکزی بلاغات

الاسلامیہ، کراچی، القشیری ۴۶۵ھ

۱۳۲ رسالۃ النصوص محمد بن اسحاق صدر الدین مرکز نشر دانش گاہ مشہد ایران

القنوی

۱۳۳ الرفع والکمل فی جرح علامہ عبدالحی لکھنوی مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب

والتحذیل

۱۳۴ راج حزب الرحیم علی نحو امام عمر بن سعید الفوتی دار الفکر بیروت
حزب الرحیم
۱۳۵ الروض الالاف امام سہلی فاروقی کتب خانہ ملتان
ص
۱۳۸

ز ز ز
۱۳۶ الزبدۃ العمدہ شرح قصیدۃ ملا علی قاری ہجرہ اکیڈمی اسلام آباد
البرہ

۱۳۷ زرقانی علی المواہب محمد بن عبدالباقی الزرقانی دار المعرفہ بیروت
ماکی ۱۱۲۲ھ

۱۳۸ الزہد امام احمد حنبل دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۳۹ زہر الربی شرح سنن النسائی امام سیوطی قدیمی کتب خانہ کراچی
المجتبی

س س س
۱۴۰ سل الہدی والرشاد فی محمد بن یوسف الصالحی دار الکتب العلمیہ بیروت
سیرت خیر العباد ۹۴۲ھ

۱۴۱ سبیل النجات عن بدعت اہل قاضی عبدالرحمن الکوئی مکتبہ ایشیق استنبول ترکی
الزیج والصلالہ

۱۴۲ سر الاسرار فی ما یحتاج علیہ ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانی غوثیہ کتب خانہ ازہور
الابرار ۵۶۱ھ

۱۴۳ سراج المنیر شرح الجامع علی بن احمد العزیزی مکتبہ الایمان مدینہ منورہ
الصغیر ۱۰۵۰ھ

۱۴۴ السراج الوہاج شرح مسلم صدیق الحسن بھوپالوی مکتبہ قدوسیہ لاہور
۱۴۵ سعاده الدارین فی الصلاة یوسف بن اسماعیل مصطفیٰ البالی اٹکلی مصر
علی سید الکونین النہانی

۱۴۶ السعی المشکور فی رد المذہب عبدالحی لکھنوی لکھنؤ
الماثور

۱۴۷ السنن عبد اللہ بن عبد الرحمن نشر السنہ ملتان
الدارمی ۲۵۵ھ

۱۴۸ السنن محمد بن یزید ابن ماجہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۲۷۳ھ

۱۴۹ السنن ابوداؤد سلیمان بن اشعث مکتبہ امدادیہ ملتان
النجستانی

۱۵۰ السنن ابو عبد الرحمن احمد بن مکتبہ خلیفہ لاہور
شعیب النسائی

۱۵۱ السنن الصغیر امام بیہقی جامع دراسات الاسلامیہ کراچی

۱۵۲ السنن الکبریٰ امام ابو عبد الرحمن النسائی ملتان
۳۰۳ھ

۱۵۳ السنن الکبریٰ نشر السنہ ملتان

۱۵۴ سوالات برقانی کتاب خانہ جمیلی لاہور

۱۵۵ سوالات ابی داؤد لاجہ بن امام ابوداؤد سجستانی مکتبہ العلوم والحکم مدینہ منورہ
حنبل

- ۱۵۶ سیر اعلام النبلاء امام شمس الدین الذہبی مؤسسة الرسالة بیروت
- ۱۵۷ سیر الاولیاء سید محمد بن نور الدین مرکز تحقیقات فارسی اسلام آباد المعروف امیر خورد
- ۱۵۸ السیرت الحلیہ علی بن برہان الدین دار الفکر بیروت النسخی ۹۰۰ھ
- ۱۵۹ سیرت (کتاب السیر محمد بن اسحاق بن یسار دار الفکر بیروت والمغازی) ۱۵۱ھ
- ۱۶۰ شرح اصول الاعتقاد اہل ش ابو القاسم ہبۃ اللہ الحسن دار طبیبہ الریاض الش
- النسۃ والجماعت اللکائی
- ۱۶۱ شرح حیاۃ الانبیاء محمد بن الخانجی البوسنی بزم حیاۃ الانبیاء گجرات ۱۳۶۵ھ
- ۱۶۲ شرح السنہ امام ابو محمد حسین بن مسعود المکتب الاسلامی بیروت البغوی ۵۱۶ھ
- ۱۶۳ شرح الشفاء ملا علی قاری ۱۰۱۲ھ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۱۶۴ شرح علل الترمذی زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب حنبلی ۷۹۵ھ
- ۱۶۵ شرح الصدور امام سیوطی ارابن کثیر دمشق
- ۱۶۶ شرح قصیدہ البردہ عمر بن احمد الخریوطی
- ۱۶۷ شرف اصحاب الحدیث خطیب بغدادی جامعہ انقرہ ترکی

۱۶۸ شروط الائمہ الخمسہ

حافظ ابو بکر محمد بن موسیٰ

الحازی

۱۶۹ شعب الایمان

امام بیہقی

دارالکتب العلمیہ بیروت

۱۷۰ الشفاء جمع حروف المصطفیٰ قاضی عیاض مالکی فاروقی کتب خانہ ملتان

۵۴۴ھ

۱۷۱ شفاء السقام

تقی الدین ابو الحسن علی مکتبہ نوریہ رفویہ فیصل آباد

السبکی ۷۵۶ھ

۱۷۲ شفاء الفواد بزیارۃ خیر العباد محمد بن علوی مالکی

امام القشیری

کراچی

۱۷۳ شکایۃ اہل السنۃ

۱۷۴ الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر نواب صدیق الحسن قادری کتب خانہ سیالکوٹ

بھوپالوی

البریہ

۱۷۵ شواہد الحق فی استغاثۃ بسید یوسف بن اسماعیل نبھالی دارالملاح للنشر والطبع

الخلق

ص

ص

ص

۱۷۶ الصارم المنکی ابو عبد اللہ محمد بن احمد ابن مکتبہ ضیاء السنۃ فیصل آباد

عبدالہادی ۷۴۳ھ

۱۷۷ صحیح ابن خزیمہ ابو بکر محمد بن اسحاق بن المکتبۃ الاسلامیہ بیروت

خزیمہ ۳۱۱ھ

۱۷۸ الصلوات والبشر فی الصلوۃ ابو طاہر محمد بن یعقوب مجد مکتبہ اشاعت القرآن لاہور

الدین ۸۷۱ھ

علی خیر البشر

ض

ض

ض

۱۷۹ الصفاء الکبیر محمد بن عمرو عقیلی ۳۲۲ھ دارالکتب العلمیہ بیروت

۱۸۰ القضاء والمتر وکین

امام نسائی

مکتبہ الاثریہ سائنگھ ہل

۱۸۱

ط

۱۸۲ الطبقات الحنابلہ

ابو یعلیٰ حنبلی

مطبعة الاعتدال دمشق

۱۸۳ طبقات الشافیه الکبریٰ

تاج الدین ابو نصر عبد دار احیاء الکتب العربیہ

الوہاب سکی ۱۷۷۷ھ

۱۸۴ طبقات الصوفیاء

ابو عبد الرحمن السلمی

مکتبہ الاثریہ سائنگھ ہل

۱۸۵ الطبقات الکبریٰ

محمد بن سعد

دار صادر بیروت

۱۸۶ الطبقات الکبریٰ

شیخ عبد الوہاب الشحرانی مصطفیٰ البابا الحلبي مصر

۹۷۳ھ

۱۸۷ طبقات المحدثین

باصمہ ابوالشیخ

دار الکتب العلمیہ بیروت

والواردین علیہا

۱۸۸ طبقات المدلسین

علامہ ابن حجر عسقلانی

مکتبہ سلفیہ لاہور

ع

ع

ع

۱۸۹ عرف الشذی شرح الترمذی نور شادہ کشمیری

ایچ ایم کراچی

۱۹۰ العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ امام احمد رضا فاضل قدیم فیصل آباد جدید، لاہور

بریلوی

الرضویہ

۱۹۱ عمدة الرعایة فی حل شرح عبدالحی لکھنوی

سہیل اکیڈمی

الوقایہ

۱۹۲ عمدة القاری شرح صحیح بخاری بدرالدین عینی ۸۵۵ھ

بیروت، کوئٹہ

۱۹۳ عمل الیوم واللیلہ

امام نسائی

موسسة الرساله بیروت

- ۱۹۴ عون المعجود شمس الحق عظیم آبادی
- ۱۹۵ عین الفقر سلطان العارفين سلطان فاروقیہ کتب خانہ لاہور
باہو ۱۱۰۲ھ
- ۱۹۶ عیون الاثر ابن سید الناس
- غ غ غ
- ۱۹۷ غنیۃ الطالبین فی مایکب من ابوالحسن سید محمد بن خلیل المکتبۃ الحسینیہ المصریہ
القادیانی الحنفی ۱۳۰۵ھ
- ۱۹۸ غوث العباد شیخ مصطفیٰ ابویوسف مکتبۃ ایشیق ترکی
الحمامی الازہری
- ۱۹۹ الغیلانیات محمد بن عبداللہ البزار ضوء السلف الریاض
الشافعی ۳۵۴ھ
- ف ف ف
- ۲۰۰ الفتاویٰ الحدیثیہ شہاب الدین ابن حجر مکی مصطفیٰ البالی النحلی مصر
الہیتمی ۹۷۳ھ
- ۲۰۱ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند عزیز الرحمن
- ۲۰۲ فتاویٰ ورسائل ابن صلاح ابو عمرو عثمان بن صلاح دارالمعرفۃ بیروت
۶۴۳ھ
- ۲۰۳ فتویٰ رشیدیہ رشید احمد گنگوہی کراچی
- ۲۰۴ فتاویٰ عزیزیہ شاہ عبدالعزیز محدث دارالاشاعت کوئٹہ
دہلوی ۱۲۲۹ھ
- ۲۰۵ فتاویٰ السبکی تقی الدین السبکی دارالمعرفۃ بیروت
- ۲۰۶ الفتاویٰ الکبریٰ الفقہیہ ابن حجر الہیتمی دارالفکر بیروت

- ۲۰۷ فتاویٰ نذیریہ نذیر حسین دہلوی دارالنشر الکتاب الاسلامیہ لاہور
- ۲۰۸ فتح الباقی بشرح الفیہ العراقی ابو یحییٰ ذکریا الانصاری بیروت، جہلم
- ۲۰۹ فتح المغیث شرح الفیہ امام سخاوی دارالکتب العلمیہ بیروت
- الحديث
- ۲۱۰ فتراک رسول علامہ اقبال مکتبہ اشرفیہ مریدکے
- ۲۱۱ فتوح البلدان احمد بن یحییٰ البلاذری
- ۲۱۲ الفجر الصادق فی الرد علی منکری جمیل آفندی صدق مکتبہ ایشیق ترکی
- التوسل والکرامات الخوارق الزحادی ۱۹۳۶ء
- ۲۱۳ فردوس الاخبار شیرویہ بن شہد دار المکتبہ الاثریہ سائیکہ ہل
- الدیلی ۵۰۹ھ
- ۲۱۴ فضاء الاعمال ضیاء الدین المقدسی جمیعۃ البر بالمدينة منوره
- ۶۳۳ھ
- ۲۱۵ فضل الصلوٰۃ علی النبی قاضی اسمعیل بن اسحاق المکتبہ الاسلامی دمشق
- ۲۸۲ھ
- ۲۱۶ الفوائد الجلیلہ البیہیۃ علی شمائل محمد بن جسوس ۱۱۸۲ھ
- النبویہ
- ۲۱۷ الفوائد مع الروض البسام ابو القاسم تمام بن محمد دار البشائر الاسلامیہ بیروت
- الرازی ۴۱۴ھ
- ۲۱۸ فیض الباری شرح صحیح انور شاہ کشمیری ۱۳۵۲ھ دار الفکر الاسلامیہ لاہور
- البخاری

۲۱۹ فیض القدر شرح الجامع عبدالرؤف المناوی دارالفکر الاسلامیہ لاہور
الصغیر ۱۰۰۳ھ

۲۲۰ فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مدنی کتب خانہ لاہور
۱۱۷۶ھ

ق

ق

ق

۲۲۱ القرآن الکریم

۲۲۲ قطب الارشاد فقیر اللہ بن عبدالرحمن الحنفی مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
۱۱۹۵ھ

۲۲۳ القندی ذکر علمائے سمرقند نجم الدین عمر بن محمد النسخی مکتبہ الکواثر السعودیہ
۵۳۷ھ

۲۲۴ قواعد فی علوم الحدیث ظفر احمد عثمانی ادارۃ القرآن کراچی
۲۲۵ القول البدیع فی الصلاۃ علی شمس الدین محمد بن عبد سیالکوٹ، جدیدہ موسسہ
الحبیب الریان، بیروت الرحمن السخاوی

ک

ک

ک

۲۲۶ الکاشف فی معرفۃ من له شمس الدین الذہبی دارالکتب العلمیہ بیروت
رولیت فی الکتب النسخ

ص ۳

۲۲۷ الکامل فی الصفاء ابو احمد عبد اللہ بن عدی مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل
الجرجانی ۳۶۵ھ

دارالقلم بیروت

۲۲۸ کتاب الاذکار لمنتخب من امام نووی کلام سید الابرار

- ۲۲۹ کتاب الاعتقاد الی سبیل امام بیہقہ
عالم الکتب بیروت
- ۲۳۰ کتاب الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ امام سیوطی
مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
- ۲۳۱ کتاب الاموال ابو عبید اللہ القاسم ۲۲۳ھ
مکتبہ الاثریہ سانگلہ بل
- ۲۳۲ کتاب الایجاز فی المناسک امام نووی
ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ ابن موسیٰ الرسالہ بیروت
- ۲۳۳ کتاب الایمان
مندہ ۳۹۵ھ
- ۲۳۴ کتاب الثقات ابن حبان
دار الفکر بیروت
- ۲۳۵ کتاب الجرح والتعديل ابن ابی حاتم الرازی دار احیاء و نراث عربی بیروت
- ۲۳۶ کتاب الروح ابن قیم ۷۵۱ھ
حیدر آباد دکن، بیروت
- ۲۳۷ کتاب الزہد عبد اللہ بن مبارک ۱۸۱ھ
دار لکتب العلمیہ بیروت
- ۲۳۸ کتاب الزہد امام ابو داؤد سجستانی
دار السلفیہ بمبئی
- ۲۳۹ کتاب الزہد ہناد بن السری الکوفی دار الخلفاء للکتب الاسلامیہ کویت
- ۲۴۰ کتاب الزہد الکبیر امام بیہقی
۲۲۷ھ
- ۲۴۱ کتاب السنۃ ابو بکر احمد الخلال ۳۱۱ھ
دار الریاض
- ۲۴۲ کتاب الضعفاء والمترکین امام ابن جوزی ۵۹۷ھ
دار لکتب العلمیہ بیروت
- ۲۴۳ کتاب العاقبہ عبد الحق
عبد الرحمن دار لکتب العلمیہ بیروت
- الاشبیلی ۵۸۲ھ

- ۲۴۴ کتاب الصلوۃ علی النبی ابو بکر احمد بن عمرو بن ابی دار المامون للتراث بیروت
عاصم ۲۸۷ھ
- ۲۴۵ کتاب العظمتۃ ابو الشیخ دار العاصمہ بیروت
- ۲۴۶ کتاب الفتن والملاحم نعیم بن حماد ۲۲۸ھ مکتبہ التوحید القاہرہ
- ص ۴
- ۲۴۷ کتاب البحر وحین من ابن حبان احمد شین والضعفاء و
المتر وکین
- ۲۴۸ کتاب المعجم ابو سعید احمد بن الاعرابی مکتبہ الکوثر الریاض
۳۳۱ھ
- ۲۴۹ کرامات اولیاء ملحق بالدرر احمد بن سعید محمد کی الحموی مکتبہ ایشیق ترکی
انجفی ۱۰۹۸ھ سنہ
- ۲۵۰ کرامات اولیاء ہبۃ اللہ لالا کائی ۳۱۸ھ دار الطیبہ ریاض
- ۲۵۱ کشف الارتیاب فی اتباع سید محسن الامین مصری بیروت
محمد بن عبدالوہاب
- ۲۵۲ کشف الاستار عن زوائد علامہ نور الدین ایشیمی موسس الرسالہ بیروت
الہزار ۸۰۷ھ
- ۲۵۳ الکشف الحثیث عم روی برہان الدین ابراہیم الخلی عالم الکتب بیروت
یوضع ۷۴۱ھ
- ۲۵۴ کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ امام عبدالوہاب الشحرانی دار الفکر بیروت
- ۲۵۵ الکفایۃ فی علم الروایۃ خطیب بغدادی دار الکتب العربی بیروت

مکتبہ اشیق ترکی

۲۵۶ کف الرعاع عن محرمات ابن حجر مکی

الملہو والسماء

۲۵۷ کنز العمال فی السنن تقی الدین علی الممتقی موس الرسالہ بیروت

الہندی ۹۷۵ھ

والاقوال

مکتبہ احیاء العلوم فیصل آباد

۲۵۸ الكنز المذون الفلک المثلون امام سیوطی

۲۵۹ کوب الذاراری شرح صحیح شمس الدین محمد بن یوسف بیروت

بن علی الکرمانی ۷۹۶ھ

البخاری

ل

ل

ل

شركة علاء الدین بیروت

ابن حجر عسقلانی

۲۶۰ لسان المیزان

م

م

م

دار الکتب العربی بیروت

نور الدین الہیتمی

۲۶۱ مجمع الزوائد و منبع الفوائد

دار الفکر بیروت

امام نووی

۲۶۲ المجموع شرح المہذب

۲۶۳ مجموع فتاوی و مقامات متنوعہ عبد العزیز بن عبد اللہ بن ادارة الجوث القعلیہ والافتاء

الریاض باز

مطبعة المنار مصر

حمد بن ناصر نجدی

۲۶۴ مجموعہ رسائل نجدیہ

۲۶۵ محقق القول فی مسئلہ محمد زاہد بن حسن الکوشیر ایچ ایم سعید کراچی

۱۳۷۱ھ

التوسل

ابن حزم الظاہری ۴۵۶ھ

۲۶۶ المحلی بالاثار

عبد اللہ بن محمد بن عبد مکتبۃ العلوم الاثریہ جہلم

۲۶۷ مختصر سیرت رسول

الوہاب نجدی

بیروت

ابن تیمیہ

۲۶۸ مختصر الفتاوی المصریہ

۲۶۹ مدار النبوت

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۱۰۵۲ھ

۶۷۰ المدخل

ابن الحاج ۷۳۷ھ دارالفکر بیروت

۲۷۱ مرصاد العباد

نجم الدین الکبریٰ ۶۱۰ھ کتاب خانہ سنائی ایران

۶۷۲ مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری ۱۰۱۳ھ مکتبہ امدادیہ ملتان

المصباح

۲۷۳ المستدرک علیٰ یحسین

ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن دارالمعرفۃ بیروت
حاکم ۴۰۵ھ

۲۷۴ المسند

امام عبد اللہ بن مبارک مکتبہ المعارف الریاض
۱۸۱ھ

۲۷۵ المسند

ابو بکر عبد اللہ بن زبیری المکتبہ السفلیہ مدینہ منورہ
الحمدی ۲۱۹ھ

۲۷۶ المسند

ابو یعقوب اسحاق بن مکتبۃ الایمان مدینہ منورہ
راہویہ ۲۳۸ھ

۲۷۷ المسند

ابو یعلیٰ احمد بن علی الموصلی دارالمأمون للتراث
۳۰۷ھ

۲۷۸ المسند

امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ المکتب الاسلامی بیروت

۲۷۹ المسند الرویانی

ابو بکر محمد بن ہازون موسسہ قرطبہ
الرویانی ۳۰۷ھ

۲۸۰ مسند الشامیین

امام طبرانی موسسہ الرسالہ بیروت

۲۸۱ مسند الشہاب

ابو عبد اللہ شہاب الدین

القضائی

- ۲۸۲ مشکل الآثار ابو جعفر احمد الطحاوی ۳۲۱ھ ایچ ایم سعید کراچی
- ۲۸۳ مشکلات القرآن انور شاہ کشمیری ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
- ۲۸۴ مصباح الزجاریہ فی زوائد شہاب الدین احمد بن ابی دارا الجحان بیروت ابن ماجہ
- ۲۸۵ مصتفی من علم الاصول امام غزالی منشورات الشریف الرضی
- ۲۸۶ المصنف عبد الرزاق بن ہمام المجلس العلمی بیروت
- الصنعانی ۲۱۱ھ
- ۲۸۷ المصنف ابوبکر بن ابی شیبہ ۲۳۵ھ اداره القرآن والعلوم کراچی
- ۲۸۸ المطالب العالیہ بزوائد ابن حجر عسقلانی دار المعرفۃ بیروت
- المسانید الثمانیہ
- ۲۸۹ مطالع المسرات بحلا دلائل محمد بن محمد سلیمان الفاسی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
- المغربی ۱۰۹۲ھ الخیرات
- ۲۹۰ مظاہر حق نواب قطب الدین دہلوی
- ۱۲۷۹ھ
- ۲۹۱ مظاہر الحقائق شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رضا اکیڈمی لاہور
- ۱۳۶۸ھ
- ۲۹۲ المعتمد فی المعتقد فضل اللہ شہاب الدین مکتبہ اشیق استنبول ترکی
- تورہ پستی ۶۶۲ھ
- ۲۹۳ معجم الاوسط امام طبرانی ۳۶۰ھ دار الحدیث القاہرہ
- ۲۹۴ معجم النفر ابو طاہر احمد بن محمد السلفی مجمع البحوث الاسلامیہ اسلام آباد
- ۵۷۷ھ

- ۲۹۵ معجم الشیوخ الکبریٰ امام الذہبی دارالکتب العلمیہ بیروت
- ۲۹۶ ۱ معجم الصغیر امام طبرانی موسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت
- ۲۹۷ ۱ معجم الکبیر امام طبرانی وزارت الاوقاف عراق
- ۲۹۸ ۱ معجم المختص بالمحدثین امام ذہبی مکتبہ الصدیق الطائف
- ۲۹۹ المعراج الکبیر نجم الدین الغیطی ۹۸۴ھ فاروقی کتب خانہ لاہور
- ۳۰۰ معرفت علوم الحدیث امام حاکم دارالکتب العلمیہ مدینہ منورہ
- ۳۰۱ معرفت الصحابہ ابو نعیم اصبہانی مکتبۃ الحرمین حجاز
- ۳۰۲ مفاح العارفین سلطان باہو اللہ والوں کی قومی دکان لاہور
- ۳۰۳ المقاصد الحسنہ امام سخاوی دارالکتب العربیہ بیروت
- ۳۰۴ مقاصد السالکین خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی مکتبہ امینیہ دہلی
- ۳۰۵ مقالات وجودی فی رد علی علامہ یوسف الدجوی مکتبہ حقانیہ پشاور
- التیمین المصری
- ۳۰۶ المقصد العلی فی زوائد ابی نور الدین البیہقی دارالکتب العلمیہ بیروت
- یعلی الموصلی
- ۳۰۸ المقنع فی علوم الحدیث سراج الدین عمر بن علی دار فواز للنشر سعودی عرب
- المعروف ابن ملقن
- ۸۰۴ھ
- ۳۰۹ مکارم الاخلاق محمد بن جعفر الخراطی ۳۲۸ دارالکتب المصریہ قاہرہ
- ۳۱۰ مکتوبات شریف شیخ احمد سرہندی مجدد الف امرتسر
- ثانی ۱۰۳۴ھ
- ۳۱۱ مکتوبات شریف بر حاشیہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
- اخبار الاخیار

- ۳۱۲ ملفوظات امیر ملت مرتبہ محمد صادق قصوری برج کلاں
- ۳۱۳ ملفوظات محدث کشمیری احمد رضا بجنوری المکتبہ المدینہ لاہور
- ۳۱۴ منال الطالب فی شرح طوال مجد الدین مبارک بن محمد جامعہ ام القری مکہ المکرمہ
الغرائب الاثیر ۶۰۶ھ
- ۳۱۵ المنامات ابن ابی الدنیا موسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت
- ۳۱۶ مناہل الصفا فی تخریج امام سیوطی
- احادیث الشفاء
- ۳۱۷ المنتخب ابو محمد عبد بن حمید ۲۳۹ھ مکتبہ ابن حجر مکہ المکرمہ
- ۳۱۸ المعتقد المعتقد مع تعلیقات شاہ فضل رسول بدایونی مکتبہ ایشیق استنبول ترکی
المستند المعتقد ۱۲۷۹ھ
- ۳۱۹ المنجلی فی تطور الولی (مشمولہ جلال الدین سیوطی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
فی الحاوی)
- ۳۲۰ المنہج الوہبیہ فی رد علی الوہابیہ داؤد سلیمان بغدادی مکتبہ ایشیق استنبول
۱۲۹۹ھ
- ۳۲۱ موارد النظم عن زوائد ابن نور الدین ایشیقی المطبعۃ السلفیہ مصر
- حبان
- ۳۲۲ المواہب اللدنیہ بانخ شہاب الدین احمد بن محمد
الحمدیہ السقطلا فی ۹۲۳ھ
- ۳۲۳ موضع ادہام الجمع والتفریق ابو بکر خطیب بغدادی دار الفکر بیروت
- ۳۲۴ موطا امام مالک بن انس ایچ ایم سعید کراچی
- ۳۲۶ میزان الاعتدال امام ذہبی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل

ن

۱۲۷ ندائے حق

۳۲۸ نزہۃ المجالس

۳۲۹ نسیم الریاض شرح الثناء

ن

محمد حسین نیلوی

عبدالرحمن الصفوری

شہاب الدین الخفاجی دارالکتب العربی بیروت

۱۰۶۹ھ

ن

مکتبہ حسینیہ سرگودھا

البابی اٹکلی مصر

۳۳۰ النکت علی کتاب ابن صلاح ابن حجر عسقلانی دارالرایہ الریاض

۳۳۱ نوادر الاصول فی معرفت ابو عبد اللہ محمد بن علی المکتبہ العلمیہ مدینہ منورہ

المعروف حکیم ترمذی

اخبار رسول

شیخ عبدالکریم محمد المدرس مکتبہ اشیق ترکی

۳۳۲ نور الاسلام

حسن بن عمار بن علی مکتبہ امدادیہ ملتان

۳۳۳ نور الایضاح

شربلای ۱۰۴۹ھ

۳۳۴ نور الممعة فی خصائص الجمعہ امام سیوطی دارالکتب العلمیہ بیروت

۳۳۵ نیل الاوطار من احادیث سید محمد بن علی بن محمد شوکانی بیروت

۱۲۵۵ھ

الاخيار

و

و

۳۳۶ الوفا باحوال مصطفیٰ ﷺ ابن جوزی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

۳۳۷ وفاء الوفا باخبار دارالمصطفیٰ نورالدین علی احمد السہودی داراحیاء التراث العربی بیروت

۹۱۱ھ

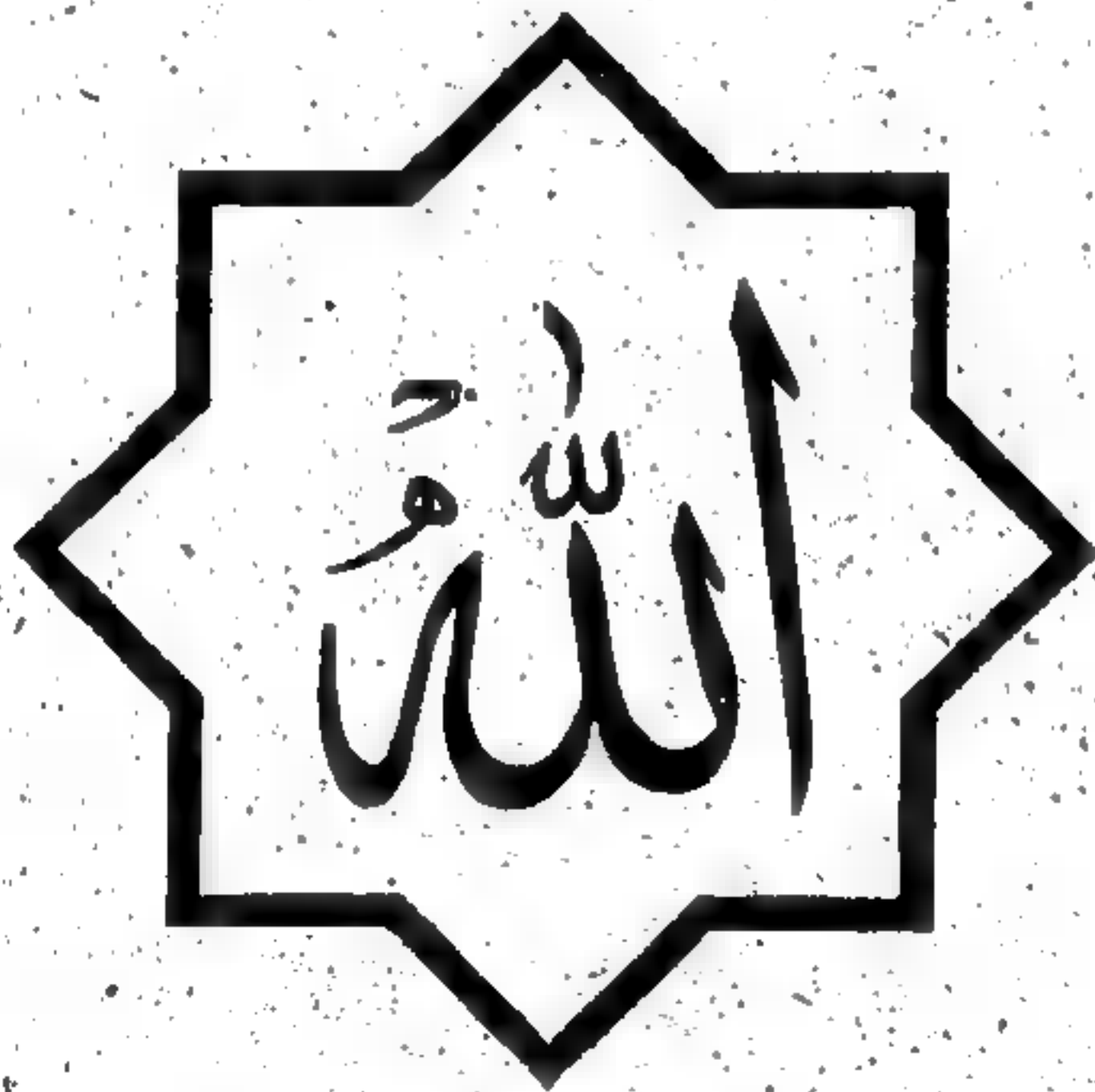
صلی اللہ علیہ وسلم

میاں محمد بخش عارف کھڑی دربار کھڑی شریف

۳۳۸ ہدایت المسلمین

۱۹۰۷ء

- ۳۳۹ ینایج ترجمہ رسالہ التراویح سرفراز گلکھڑوی مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ
 ۳۴۰ الیواقیت والجواهر فی بیان عبدالوہاب بن احمد مکتبہ الازہریہ مصر
 عقائد الاکابر اشعرا فی ۹۷۳ھ
 ۳۴۱ یہ قبریں یہ آستانے مسعود الدین عثمانی کراچی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شعیرہ شریف

حضرت ملاذکاج ہشتی
فیض محمد فیض احمد اویسی
(رقم)

موقبہ
مولانا ایضاً مفتی محمد فیاض احمد اویسی

کتاب خانہ امام احمد رضا دارالکتاب لاہور
0313-8222336, 0321-4716086

وَرَدَّ لِلْقُرْآنِ تَرْتِيلًا

احمد رضا

حضرت مولانا قاری محمد اظہار احمد صدیقی آفریدی

شیخ التجوید دارالعلوم سبیل الرشاد
بنگلور انڈیا

کتاب خانہ امام احمد رضا

0313-8222336
0321-4716086 دربار مارکیٹ لاہور

وَزَيَّلَ الْقُرْآنَ تَرْيِيلًا

عَامِلُ التَّجْوِيدِ

زَيَّنْتُ الْقُرْآنَ
قَارِئُ غُلَامِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

كتبه خاتمه ام احمد رضا

0313-8222336 دربار مارکیٹ لاہور
0321-4716086

تکلم مع المسلم

مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ

کتب خانہ امام احمد رضا

خوابوں کی تعبیر اور اس کی شرعی حیثیت پر ایک جامع کتاب
”احسان الکلام فی تعبیر الاحلام“

خوابوں کی تعبیر

حضرت علامہ اکناعی
فیض محمد فیض احمد اویسی
مکتبہ

باجتہاد

عطاء الرسول اویسی

مکتبہ اویسیہ رضویہ سیرانی روڈ بہاول پور

0300-6843281

